

مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونیوالا اردو ماہی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۲ شمارہ ۱

محرم، صفر ۱۴۳۰ھ



سالانہ چندہ — ۸۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی دوستوں کو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر مالک سے دس ڈالرا امریکی

✽

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل سید غازی پور۔ پونی

موبائل نمبر 94534 97685

23 3001

پن کوڈ

# فہرست مضامین

۳	مدیر	جمیعتہ علماء ہند کا انتیسواں اجلاس عالم
۱۲	محمد ابوبکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۶	" "	مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی
۲۴	محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۳۳	محمد ابوبکر غازی پوری	ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے
۴۵	" "	وضو میں گردن پر مسح کے بارے میں
۵۰	" "	امام ذہبی کے کچھ سنہرے ملفوظات
۵۶	" "	اللہ والے
۵۸	" "	مرسل روایت کو رد کرنے والے برص کے مرض میں گرفتار ہو گئے۔
۶۰	" "	خمار سلفیت

محمد اجمل مفتاحی مؤناتھ بھنجن یوپی انڈیا

الحمد لله

## جمعیتہ علمائہ ہند کا انتیسواں اجلاس علم

۸، ۹ نومبر کا دن حیدرآباد کی تاریخ میں ایک تاریخی دن بلکہ تاریخ ساز دن تھا، ان دنوں میں اکابر کی یادگار اور ہندوستان کی مشہور ملی و دینی جماعت جمعیتہ علمائہ ہند اپنے محبوب صدر حضرت مولانا قاری عثمان صاحب کی صدارت اور اپنے محبوب قائد ملت حضرت مولانا محمود مدنی کی قیادت اور نہایت پر جوش اور نوجوان ناظم عمومی مولانا حکیم الدین قاسمی کی نظامت میں اپنا انتیسواں اجلاس عام جس کا مرکزی موضوع دہشت گردی کی خلاف آواز بلند کرنا تھا اور پوری دنیا کو یہ پیغام دینا تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے، دہشت گردی کی تعلیم یا اس کی حوصلہ افزائی سے دور سے دور کا اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے، اور دشمنان اسلام خصوصاً امریکہ اور مغربی طاقتوں اور ضیہونی پروپیگنڈوں سے اقوام عالم کو آگاہ کرنا تھا کہ اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا لیل چکانے والی جو طاقتیں ہیں، دنیا میں جہاں بھی دہشت گردانہ کارروائیاں ہو رہی ہیں ان کی اصل اور جڑ یہی طاقتیں ہیں، اور ہندوستان میں فرقہ پرست جماعتوں کو بتلانا تھا کہ تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تمہاری حب الوطنی کا معیار کیسا ہے، غرض اس اہم موضوع اور اسکے ضمن میں مسلمانوں کے ملی و سیاسی و دینی مسائل کے مختلف موضوعات اس اجلاس عام میں زیر بحث آئے تھے اور ان پر تجویز یاں ہوئی تھیں۔

یہ اجلاس اسلئے بڑی اہمیت کا حامل تھا کہ اس وقت ملک کے حالات مسلمانوں کے حق میں فرقہ پرست طاقتوں اور مسموم ذہنیت کے سیاسی حکمرانوں نے بد سے بدتر بنادینے ہیں، ملک میں امن و امان کا ماحول ختم ہو چکا ہے، جگہ جگہ دہشت گردانہ کاروائیاں ہو رہی ہیں، ہندو مسلم، سکھ، عیسائی کسی کے مذہبی مقامات محفوظ نہیں ہیں، یہ دہشت گردانہ کاروائیاں کون کر رہا ہے اس کا پتہ نہیں، مگر پکڑ دھکڑ مسلمانوں کی شروع ہو جاتی ہے، اس اجلاس عام کے ذریعہ اس ظلم کے خلاف آواز بلند کرنی تھی، جمعیت کی اس آواز میں اسی وقت جان پڑ سکتی ہے جب کہ یہ اجلاس عام ہر طرح سے کامیاب ہوتا اور پورے ملک سے منتخب اور پڑھے لکھے لوگ اس میں شریک ہوتے، الحمد للہ جمعیت علماء کی پرزور اور پرتاثر قیادت اور مولانا محمود دینی کی فعال شخصیت اور اللہ کی تائید اور نصرت کے طفیل یہ اجلاس عام نہ صرف ہر طرح سے کامیاب رہا بلکہ ایک یادگار اجلاس بن گیا، اخباری رپورٹ کے مطابق پورے ملک سے چھ ہزار علماء اس میں شریک ہوئے، مگر یہ تعداد ان علماء کرام کی ہے جن کا استقبال یہیں یا قاعدہ اندراج تھا ورنہ اندازہ یہ ہے کہ ملک بھر سے آنے والے علماء کرام کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی۔

۸/۹ نومبر کی تاریخ سے دو روز پہلے ہی سے ملک کے اطراف و جوانب سے لوگوں کی آمد شروع ہو گئی تھی اور ۸/۹ نومبر کی تاریخوں میں تو ایک لاکھ سے زائد کا مجمع حیدرآباد پہنچ گیا تھا۔

ہندوستان کے مختلف صوبوں سے علماء کرام اور عوام کی اتنی بڑی تعداد کی اس اجلاس میں شرکت یہ گواہی دے رہی تھی کہ آج ہندوستان میں مسلمانوں کی قیادت کرنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ جمعیت علماء ہند ہے، نیز شرکاراجلاس کی یہ تعداد اس بات کی بھی شہادت ہیا کر رہی تھی کہ مخالفین کے پروپیگنڈہ کے علی الرغم حضرت قاری محمد عثمان صاحب صدر جمعیت علماء کی صدارت اور قائد ملت حضرت مولانا محمود دینی کی قیادت پر عام طور پر ہندوستان کے اکابر علماء و مشائخ متفق ہیں، سب سے بڑی



بات یہ کہ دارالعلوم دیوبند کے بزرگ و محترم مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب دامت برکاتہم اور دارالعلوم کے اساتذہ کی ایک جماعت کی اس اجلاس میں شرکت نے یہ بتلادیا کہ دارالعلوم دیوبند اور جمعیتہ علماء ہند کا رشتہ بڑا مضبوط ہے، اور مخالفین جمعیتہ کی کوئی سازش بھی اس رشتہ کو کمزور نہیں کر سکتی۔

اس اجلاس کے لئے جب صوبہ آندھرا پردیش کے جمعیتہ علماء کے صدر حافظ پیر <sup>حب</sup> نے دعوت پیش کی تو شہر حیدرآباد کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر اور اس وقت جنوبی ہند کے مسلمانوں کے حق میں جو نازک احوال ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مولانا محمود مدنی نے حافظ صاحب کی دعوت کو مجلس عالمہ میں رکھا اور مجلس عالمہ کی منظوری کے بعد ۸/۹ نومبر ۱۹۰۸ء کی تاریخیں اس اجلاس عام کے لئے منظور کر لی گئیں۔

چونکہ شہر حیدرآباد کا فاصلہ وسط ہند سے بہت دور کا ہے اسلئے ذمہ داران جمعیتہ کو اس کی فکر تھی کہ اس اجلاس عام میں شرکاء کی تعداد اتنی کم نہ ہو کہ اس اجلاس کی کامیابی پر سوالیہ نشان لگ جائے، مگر ہمیں تعریف کرنی ہوگی مولانا محمود مدنی جو گوشہ فدائے ملت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کی بلند ہمتی، بلند وصلگی، استقامت اور بے خطر کو دپڑا آتش نمرود میں عشق والے جذبے کی کہ انھوں نے تمام اندیشوں اور فکروں کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کی توفیق و تائید کے بل بوتے پر اس اجلاس عام کو کامیاب بنانے کی تیاری میں خود بھی جٹ گئے اور جمعیتہ علماء ہند سے وابستہ افراد کی ایک بڑی تعداد کو کئی ہفتہ پہلے سے لگا دیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ نہ صرف جنوبی ہند کا علاقہ بلکہ پورا ہندوستان اس اجلاس کی گنج سے گونج اٹھا، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کس طرح سے انسانی سمندر شہر حیدرآباد کی طرف چل پڑا، اور حیدرآباد کے نظام کالج کا وسیع و عریض گراؤنڈ جہاں اجلاس ہونا تھا نا کافی ہو رہا تھا اور ہزار ہا ہزار کی تعداد میں لوگ گراؤنڈ کے باہر شریک پر تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ شہر حیدرآباد نے مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع پہلی بار دیکھا۔

۸ نومبر کی صبح بعد فجر مجلس عالمہ کا پہلا اجلاس اور اسی روز دوپہر بعد دوں اجلاس ہوا، اور ۸ مارچ اور ۹ نومبر کی دو تاریخوں میں منتظمہ کے چار اجلاس ہوئے جس میں صرف منتظمہ کے اراکین شریک ہوئے، اور ۸ مارچ کو چھ بجے سے اجلاس عام شروع ہوا جو دس بجے تک جاری رہا، اجلاس عام میں مختلف طبقوں اور مذہبی جماعتوں کے نمائندہ افراد کی شرکت اس اجلاس کے حسن اور اس کی اہمیت کو دوبالا کر رہی تھی۔ پیرانہ سالی اور طبیعت کی انتہائی کمزوری کے باوجود دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب کا اس اجلاس میں شریک ہونا اور اس کے لئے اتنی دور دراز کا سفر کرنا خود اپنی جگہ پر اس اجلاس کی اہمیت کا احساس دلانے والا تھا۔

حافظ پیر شبیر احمد صاحب صدر صوبہ آندھرا پردیش جو دیکھنے میں ایک سادہ سے انسان معلوم ہوتے ہیں، مگر اللہ نے ان میں انتظامی صلاحیت بے انتہا رکھی ہے، ان کی صدارت میں جمعیت علماء ہند صوبہ آندھرا پردیش نے جو سماجی و دینی و اصلاحی کام کئے ہیں اور آندھرا پردیش کی جمعیت میں جو فعالیت پیدا ہوئی ہے، اس کی مثال ان کے عہدہ صدارت سے پہلے دیکھنے کو نہیں ملتی، ان کی ان خدمات کے طفیل اللہ نے ان کو عوامی اور سیاسی طور پر شہر حیدر آباد میں اور صوبہ آندھرا پردیش میں مقبول و محبوب شخصیت بنایا ہے۔ حضرت مولانا اسعدی نور اللہ مرقدہ کی نظر انتخاب نے حافظ صاحب کے معمولی و سادہ لباس میں چھپی ان کی سحر انگیز شخصیت کا اندازہ لگالیا تھا، اور انھوں نے ہی نے ان کو جمعیت علماء صوبہ آندھرا پردیش کا صدر منتخب کیا تھا، حافظ صاحب اسی وقت سے آج تک صوبہ آندھرا پردیش جمعیت کے صدر چلے آ رہے ہیں، اور آج دینی، ملی، و سیاسی و سماجی کاموں کے لئے ان کی ذات ایک پہچان بن گئی ہے، ہمارے یہ حافظ صاحب حضرت مولانا شاہ ابراہیم صاحب سے بیعت و ارشاد کا تعلق رکھتے ہیں، نماز، تلاوت، ذکر و اذکار کے نہایت پابند لوگوں میں سے ہیں، چونکہ مزاج میں دینداری اور لٹہیت ہے اسلئے انھوں نے اس اجلاس کی کامیابی کے لئے جو دنیاوی ظاہری اسباب اختیار

کر رکھے تھے وہیں اپنا تعلق اللہ سے بھی جوڑ رکھا تھا، معلوم ہوا کہ انہوں نے اس اجلاس کی کامیابی کے لئے لوگوں کو مساجد میں اعتکاف کیلئے بٹھلایا، لوگوں سے روزے رکھوائے اور بزرگوں سے دعائیں کرائیں، اب ہمیں کہنے میں ذرا بھی تردد نہیں ہے کہ اس اجلاس کی اتنی شاندار کامیابی محض اللہ کی توفیق، اس کے فضل اور اس کی تائید اور ان دعاؤں اور رجوع الی اللہ کا طفیل تھا۔

مولانا محمود دنی کو اللہ نے کام کرنے کی عجیب و غریب صلاحیت دی ہے، نیز نگاہ اتنی دور میں اور دور رس

## شیخ الہند اکسپریس

ہے کہ جہاں ہم لوگوں کی نگاہ نہیں پہنچتی ہے وہاں اس نوجوان قائد ملت کی نگاہ پہنچ جاتی ہے، ادھر ہم تو سمجھ رہے تھے کہ حیدر آباد جیسے دور دراز شہر کا سفر بہت سے لوگوں کے لئے اس کے بارے میں سوچنا بھی دوسرے ہوگا، مگر مولانا محمود کا اندازہ تھا کہ یوپی کے مختلف شہروں سے خصوصاً مغربی یوپی کے شہروں سے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا ناسی قافلہ حیدر آباد جائے گا، اس کیلئے انہوں نے ایک تاریخی فیصلہ اور تاریخی انتظام کیا، اور وزارت ریلوے سے رابطہ قائم کر کے شیخ الہند اکسپریس کے نام سے خاص اس اجلاس عام کے لئے ایک اسپیشل ٹرین چلوائی، یہ کام جو بہت آسان نہیں تھا مولانا محمود دنی کی فعال شخصیت اور حکومت کے لوگوں میں ان کی مقبولیت اور قائدانہ صلاحیت کے اعتراف کی وجہ سے بہت آسانی سے انجام پا گیا، وزارت ریلوے نے نہایت خوبصورت، نہایت آرام دہ اٹھارہ ڈبوں والی ٹرین نہایت ہی قلیل معاوضہ میں ہیا کوادی، ۶ نومبر دہلی کے قریب نعرہ تکبیر اللہ اکبر اور جمعیتہ علماء ہند زندہ آباد، دارالعلوم زندہ آباد کے نعروں کی گونج میں اس ٹرین کو صدر جمعیتہ علماء ہند نے ہری جھنڈی دکھا کر دیوبند سے حیدر آباد کے لئے روانہ کیا۔ دیوبند کے اسٹیشن سے یہ ٹرین حیدر آباد کے لئے روانہ ہو رہی تھی اور ملک نیم بازاں لوگوں کی حرکت و ذہنیت پر سکرا رہا تھا جو اس نوجوان قائد ملت کی قیادت پر انگلیاں اٹھا رہے تھے۔ اس ٹرین کا دیوبند کے اور حیدر آباد کے درمیان صرف تین اسٹاپ تھے، پہلا

میرٹھ، دوسرا دہلی اور تیسرا بھوپال، پورا نظام ٹکٹ سے لے کر کھانے پینے تک جمعیت کے کارکنوں کے ہاتھ میں تھا، الحمد للہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پوری ٹرین میں آدھے سے زیادہ علماء کرام سفر کر رہے تھے جن میں دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ کی ایک بڑی جماعت تھی۔ جن اسٹاپوں پر اس ٹرین کو رکنا تھا استقبال کرنے والے مسلمانوں کا ایک بڑا مجمع ہوتا، میڈیا والے ہوتے اور سیکورٹی کا پورا انتظام ہوتا، کسی فرد کو اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی، ٹرین کے اندر بھی اسلحہ کے ساتھ پولیس موجود ہوتی، اور صوبہ داران کا تبادلہ ہوتا۔ سات نومبر کا دن گذار کر رات کو ۱۲ بجے کے قریب یہ ٹرین حیدرآباد شہر کے نلک نما نامی اسٹیشن پر پہنچی، اس اسٹیشن پر اس ٹرین کے استقبال کے لئے حافرن کی بہت بڑی تعداد تھی، جس نے اس ٹرین کا نعروں کی گونج سے زبردست استقبال کیا۔ اجلاس ختم ہونے کی تاریخ تک یہ ٹرین حیدرآباد ہی میں رہی اور دس نومبر کی شام کو پھر اسی شان کے ساتھ دیوبند کے لئے روانہ ہوئی، آمدورفت کا کرایہ مسافروں سے برائے نام صرف چار سو روپیہ دیا گیا، مخصوصین کیلئے اے، سی ڈیہ نہایت صاف ستھرا اور خوبصورت ریلوے نے لگایا تھا، احقر مدیر مزم کا آپسی کا ٹکٹ اگرچہ دوسری ٹرین سے براہ راست بنارس کیلئے تھا، مگر بعض کرم فرماؤں کے اصرار اور ان کی محبت نے مجھے بھی مجبور کیا کہ میں ان کے ساتھ اسی ٹرین سے دہلی تک چلوں، ان کی پُر لطف صحبتوں کے ساتھ میں نے بھی اس تاریخی ٹرین کے سفر کا لطف اٹھایا، اس ٹرین میں جتنے بھی کوچ تھے ان سب کو کسی نہ کسی اکابر کے نام سے منسوب کیا گیا تھا، جی اے، سی ڈیہ میں ہم لوگ تھے وہ شیخ الاسلام نام کا کوچ تھا۔

بعض وہ موضوعات جو اجلاس میں زیر بحث رہے

## اجلاس کے بعض موضوعات

اور جن پر تجاویز پاس ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کی تدابیر اور متاثرین کو معاوضہ کی ادائیگی کیلئے

قانون سازی پر غور (۲) ملک کے پسماندہ و ناخواندہ علاقوں میں دینی مکاتب کے قیام

کی تحریک پر غور (۳) پسماندہ و ناخواندہ علاقوں میں نادیا نیوں اور عیسائی مشنریوں کی

ارتدادی سرگرمیوں پر غور (۴) دلت مسلم اور اقلیتوں کے اتحاد پر غور (۵) مسلم اذیتوں کے تحفظ پر غور (۶) دہشت گردی کے الزام میں بے جا گرفتاری وغیرہ سے متاثرہ لوگوں کی رہائی پر غور (۷) فلسطین میں مسلسل جارحیت اور انسانیت سوز مظالم پر غور (۸) عالم اسلام کے مسائل خصوصاً بالخصوص افغانستان اور عراق پر امریکی جارحیت پر غور (۹) مناسب آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کے لئے ریزرویشن پر غور (۱۰) حکومت کی طرف سے مجوزہ سروسز بورڈ کے نقائص و مفمرات پر غور۔

ان تمام مسائل پر بحث و مباحثہ کے بعد نہایت جامع تجاویز پاس ہوئیں جن کو پہلے مجالس منتظمہ میں پیش کیا گیا اور اراکین منتظمہ سے اس کی تائید کرائی گئی پھر اجلاس عام میں ان میں سے جو زیادہ اہم تجاویز تھیں انہیں پیش کر کے ملک بھر سے آئے ہوئے مختلف جماعتوں کے ذمہ داروں سے ان کی تائید کرائی گئی۔

## اس اجلاس کی کامیابی پر ایک صاحب بصیرت عالم کا تبصرہ

میرے دوستوں میں سے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ہیں جو اپنی تقانیف کے ذریعہ سے اور فقہ کے موضوع پر اپنی خدمات کے ذریعہ سے ہندو بیرون ہند میں معروف و مشہور شخصیت ہیں، اہل علم کے حلقوں میں ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، وہ طبعاً مزاجاً جمہیتی ذہن کے آدمی نہیں ہیں، مگر ہیں بڑے صاحب بصیرت آدمی، جمعیت کے حالات سے باخبر رہتے ہیں، حیدرآباد میں ایک بڑا دینی ادارہ چلاتے ہیں، اجلاس عام کے بعد جب ان سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا، آپ لوگوں نے تحویل قبلہ کر دیا، یعنی جنوبی ہند کے بارے میں عام تصویر یہ تھا کہ یہاں کے علماء اور جمہیتی حلقہ مولانا ارشد مدنی کی طرف میلان رکھتا ہے، مگر اس اجلاس کی کامیابی نے ثابت کر دیا کہ جنوب کے لوگ بھی مولانا محمود مدنی اور قاری عثمان صاحب کے ساتھ ہیں اور جواب تک نہیں تھے وہ اب ہو گئے، مولانا خالد صاحب نے فرمایا کہ اب مولانا ارشد مدنی کو خاموشی سے بیٹھ جانا چاہیے

اور دارالعلوم دیوبند میں خدمتِ تدریس میں اپنے کو لگا دینا چاہئے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ صرف مولانا خالدی کی بات نہیں ہے بلکہ جماعتِ دیوبند اور خاندانِ مدنی سے وابستہ تمام مخلص لوگوں کی یہی رائے ہے، حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جانشین خاندانِ مدنی میں نظر نہیں آتا، خیال تھا کہ مولانا ارشد مدنی کچھ اس خلا کو دارالعلوم میں رہ کر پورا کریں گے، مگر حضرت مولانا مدظلہ نے تو اب اپنا میدان کچھ اور ہی بنا لیا ہے، سیاست کا مزہ ان کو مل گیا ہے، اب ان کو دارالعلوم میں حدیث پڑھانے سے زیادہ جمیعہ علماء ہند کی صدارت کی چاہت ہے۔ اس کیلئے مولانا وہ سب کچھ کر رہے ہیں جو ایک دنیا دار سیاست کا مارا انسان کرتا ہے، اس وقت مولانا مقدمات پر مقدمات دائر کر رہے ہیں، ایک مقدمہ ہارتے ہیں پھر دوسرا دائر کر دیتے ہیں، اس وقت انھوں نے تمام اراکین مجلس عاملہ پر مقدمہ دائر کر رکھا ہے، دہلی ہائی کورٹ سے دوہن میرے نام آچکا ہے، دارالعلوم کے اساتذہ ملک کی مقدر شخصیتیں مدایس کے شیخ الحدیث حتیٰ کہ حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ و مجاز بزرگ و معمر لوگوں پر بھی مولانا نے مقدمہ دائر کر رکھا ہے اور ان سب کو عدالت میں کھینچ لانے کی ان کی کوشش ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حیدرآباد کے اس اجلاس کے بعد اگر مولانا اپنے رویہ پر نظر ثانی کر لیں تو ہم لوگوں کیلئے خوشی کی بات ہوگی، ان کیلئے دارالعلوم میں رہنا اور پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ اختیار کرنا ہی انکی شایان شان بات ہے۔

اس وقت وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے علماء کی نگاہ میں ان کی قدر و منزلت کافی متاثر ہو رہی ہے، جو لوگ ان کے چاہنے والے تھے، آہستہ آہستہ ان کا ساتھ چھوڑتے چارہ چھوڑ رہے ہیں۔ مقدمات پر پانی کی طرح سے لاکھوں روپے مولانا خرچ کر رہے ہیں، کیا مولانا یہ بھول گئے ہیں کہ ان کو خدا کے یہاں اس کا حساب دینا ہوگا؟ یہ پیسے مولانا کی گاڑی اور خون پسینہ کی کمائی کے نہیں ہیں، یہ زکوٰۃ و صدقات کی وہ رقیں ہیں جن کو بذریعہ چنڈہ مولانا نے بٹور دیا ہے، زکوٰۃ صدقات کی رقیں کہاں خرچ کی جاتی ہیں مولانا نے اس سے غور۔

واقف ہیں۔ مولانا ارشد مدنی سوچیں پھر سوچیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں، جانشین شیخ الاسلام اور صاحبزادہ حضرت مدنی نے اس مقدس اند مخترم خانہ ان کی جس طرح مٹی پلید کر دی ہے اس کا تصور کس کو تھا؟۔

اللهم وفقه للسداد و اعنه على الرجوع الى الصواب۔

(۱) وما كل محتاج الى المجد ماجد ولا كل من يهوى السيادة سيد  
ومن يذرع المنكور يذرا فانه على قدر ما قد قدم البذر يحصل

مشا کا بقیہ۔  
کہہ رہے ہو، تمہاری اس ادا پر اللہ کو کیسا پیارا آتا ہوگا اور وہ کیسی محبت کی نگاہ تم پر ڈالے گا  
میرے بھائیو! تھوڑا سا وقت اللہ کے ذکر کے لئے اپنے اوقات میں سے ضرور فارغ کر دو  
اور صبح کا وقت فجر بعد یا فجر سے پہلے تو اس کام کیلئے بہترین وقت ہے۔  
(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جو نرم طبیعت، اچھے اخلاق اور نرم گفتگو والا ہو تو اللہ اس کے اوپر جہنم کو حرام  
کر دیتا ہے۔ (ریفقا)

نرم طبیعت کا ہونا کہ وہ فوراً طیش میں نہ آجایا کرے، اور اچھے اخلاق سے  
متصف ہونا کہ لوگ اس سے ملنے جلنے میں تکلف نہ کریں، اور گفتگو نرم کرنا کہ اس کے ساتھ  
بات چیت کرنے میں کسی کو وحشت نہ ہو، یہ آدمی کی وہ اعلیٰ و عمدہ صفات ہیں اور اللہ کے  
میں ان صفات کی اتنی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے انسان پر جہنم حرام کر دیتا ہے یعنی ایسا  
شخص سیدہ جنت میں ملے گا۔

(۱) بزرگی کی جو امید لگائے رہتا ہے وہ بزرگ نہیں ہوتا، اور جو سرداری کا خواہشمند ہوتا ہے  
وہ سردار نہیں ہوتا ہے۔ اور جزائی کا بیج بوتا ہے وہ جتنا بوتا ہے اسی کی مقدار برائی کا شہ ہے۔



مجلہ اجماع مفتاحی

مَحَمَّد ابوبکر غازی پوری

## شَبَّوہ دایا

(۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کے پاس اس کے بھائی مسلمان کا ذکر اسکی عدم موجودگی میں برائی سے ہو رہا ہو اور وہ اس کی مدد کر سکتا ہے تو اگر اس نے اپنے بھائی کی مدد نہ کی تو اللہ اس کی دنیا و آخرت میں مدد فرمائے گا۔ (جامع الاحادیث للسیوطی جلد ۶)

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر شریعت کی طرف سے بہت سے حقوق عائد کئے گئے ہیں، انہیں میں سے ایک ہی یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسلمان کا اس کی عدم موجودگی میں برائی سے ذکر ہو رہا ہو اور لوگ اس کی غیبت میں مبتلا ہیں تو اگر وہاں موجود مسلمانوں میں سے کوئی شخص اس کا دفاع کر سکتا ہے تو اس کو خاموش نہیں رہنا چاہئے، اس کی طرف سے دفاع کرنا چاہئے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی جا رہی ہے اس کے اچھے اخلاق اور اچھے اعمال کا اس مجلس میں تذکرہ کیا جائے۔ اس سے اس غیبت کرنے والے کی زبان بند ہوگی، اسی بات کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس غیر موجود مسلمان بھائی کی مدد کی جانی چاہئے، اللہ یہ اتنا بڑا عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کے روز تنگی و پریشانی میں اس کی مدد فرمائے گا۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

کہ جس کو نعمت حاصل ہو اس کو اللہ کی حمد کرنا چاہئے، اور جس کو روزی ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو  
اس کو اللہ سے استغفار کرنا چاہئے اور جس کو کوئی پریشانی لاحق ہو اس کو لا حول ولا قوۃ الا باللہ  
کہنا چاہئے۔ (ایضاً)

اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کیلئے تین ہدایات ارشاد فرمیں  
پہلی یہ کہ اگر اللہ نے کسی کو مال و متاع سے نازل ہے اور اس کی زندگی میں اللہ کی نعمتوں کے آثار ہیں  
یعنی وہ خوش حالی کی زندگی گزار رہا ہے تو اس کو اللہ کی اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور  
اللہ کا شکر یہ ہے کہ وہ اللہ اور اسکے بندوں کا جو حق ہے اس کو ادا کرے، غریبوں اور بے سہارا  
کی مدد کرے، پاس پڑوس کا خیال رکھے، اعزاء و اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرے یعنی وقت  
ضرورت ان کی مدد کرے، کبر و غرور اور نخوت سے بچے، کسی کو حقیر نہ سمجھے، اللہ کیلئے متواضع  
بن کر زندگی گزارے، اور وہ یہ سمجھے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب اللہ کی طرف سے بخشش  
اور اس کی عطا ہے، یہ نعمتیں محض اس کا فضل ہے، اس کی ذات کا اس میں کچھ عمل دخل  
نہیں، اگر اللہ کا فضل و احسان نہ ہوتا تو یہ نعمتیں اسے حاصل نہ ہوتیں۔

دوسری ہدایت اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر کسی کی زندگی روزی و روٹی کے اعتبار  
سے تنگی میں گزر رہی ہے، اس پر فقر کا سایہ ہے، تو اللہ سے استغفار کرے، فقر سے  
نجات پانے کا استغفار بہترین نسخہ ہے۔ قرآن میں بھی ہے۔

استغفروا ربکم انما کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً  
ویمددکم باموالٍ وبنینٍ ویمجعل لکم جناتٍ ویمجعل لکم انهاراً۔  
یعنی تم لوگ اللہ سے استغفار کرو، اللہ بہت بخشنے والا ہے، تمہارے اوپر وہ  
زور کی بارش برسائے گا، وہ تمہیں مال دے گا اور اولاد دے گا تمہاری مدد کرے گا، اور وہ  
تمہارے لئے باغات اور نہریں پیدا کر دے گا۔

یعنی استغفار کرنے والوں کو استغفار کی برکت سے ہر طرح کی خوشحالی حاصل ہو جاتی  
ہے اور ان کا فقر و فاقہ دور ہو جاتا ہے، جن کی زندگی میں فقر ہو تو اس کیلئے ہمارے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے بھی یہی استغفار والا نسخہ تجویز کیا ہے۔

اور تیسری ہدایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک میں یہ ہے کہ اگر کسی کو کوئی مصیبت پیش آئے اور ناگہانی حادثہ میں کوئی مبتلا ہو جائے تو وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد کرے، ان کلمات مبارکہ کی برکت سے اس کی پریشانی رفع ہوگی اور اس کے دل کو قوت حاصل رہے گی۔

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں اگر کسی کو اچھی چیز نظر آئے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے، اور اگر خواب میں ناگوار طبع چیز دیکھے تو اللہ سے پناہ چاہے یعنی اعوذ باللہ پڑھے اور اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے، اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔ (ایضاً)

خواب کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ہے کہ اگر خواب میں خواب دیکھنے والے کو اچھی اور خوش کرنے والی چیز نظر آتی ہے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور الحمد للہ پڑھے، اور اگر ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو اعوذ باللہ پڑھے اور اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے، عام طور پر لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے اور ہر خواب کو ہر ایک سے ذکر کر دیتے ہیں، اچھا خواب بھی اگر ذکر کرنا ہو تو کسی اللہ والے سے اس کا تذکرہ کرے، بُرا خواب تو کسی سے ذکر ہی نہیں کرنا چاہیے، بس اپنے آپ ہی اعوذ باللہ پڑھ لے، کبھی بُرا خواب کسی سے ذکر کرنے میں اگر اس کی تعبیر بتلانے والے نے بتلادیا تو اسی طرح کا واقعہ پیش آ جاتا ہے اور آدمی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے لئے واضح اختیار کی تو اللہ اس کے مرتبہ بلند کرتا ہے، اور جس نے خیر میں میانہ روی اختیار کی تو اللہ اس کو فنی بنا دیتا ہے، اور جو اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے (ایضاً)

اللہ کو متواضع بندہ بہت محبوب ہے اور مستکبر بندہ اتنا ہی مبغوض ہے، تو واضح انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے نیک بندوں کی خصلت ہوتی ہے اور بیکر شیطان کی صفت ہے۔

جو شیطان کی صفت اپنے لئے لگا وہ دنیا و آخرت میں اسی طرح سے رسوا اور ذلیل ہوگا جس طرح سے شیطان ہوا ہے، اس لئے تواضع اختیار کرنے کا حکم ہے اور متکبر بننے سے روکا گیا ہے دنیا میں تمہیں بھی اس کا تجربہ ہوگا کہ تواضع بندہ لوگوں میں محبوب رہتا ہے اور لوگ اس کی عزت و تکریم کرتے ہیں، اور متکبر آدمی کو لوگ بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں، خواہ وہ دنیا میں کتنی ہی شان و شوکت والا ہو۔

دوسری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ جو آدمی خرچ کرنے میں اسراف اور فضول خرچی سے کام نہ لے اور نہ کجی خواہی اختیار کرے کہ ضرورت کے موقع پر بھی وہ خرچ نہ کرے اور اپنی مٹھی بند کئے رہے، بلکہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے، اور اعتدال کو کام میں لائے تو اس کا اجر یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو غنی کرے گا، اور وہ فقر و فاقہ کی مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

اس بات کی سچائی کا اگر تمہیں اندازہ کرنا ہو تم اپنے آس پاس رہنے والوں کو دیکھو جن کے اندر خرچ کرنے میں اعتدال یعنی اعتدال پسندی ہوتی ہے انکی زندگی بڑے آرام چین کی گزرتی ہے، اور جن کے یہاں فضول خرچی و اسراف ہوتا ہے وہ ایک نہ ایک پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جہاں وہ سو خرچ کرتا تھا اس کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ وہاں دس خرچ کرے۔

اور رہا وہ شخص جس کی مٹھی ہر وقت بند رہتی ہے تو اس کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ فقیر ہی رہتا ہے۔

تیسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ آدمی جب اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ کا وہ محبوب ہو جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی اللہ کو یاد کرے گا تو وہ ہر اس کام سے بچے گا جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے، وہ اللہ کی اطاعت میں اپنی زندگی گزارے گا اور ایسا شخص اللہ کا محبوب اور پیارا نہ ہوگا تو کون ہوگا، محبوب کی ذکر کی کثرت آدمی کو اس کا محبوب بنا دیتی ہے، سو چورات کی تنہائی ہو، دنیا محو خواب ہو اور تم اس وقت اللہ اللہ بقیہ ص ۱۲

# مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور

## مولانا مودودی

جاہلیت کے سامنے اسلام کی اس سے بدترین شکست اور کیا ہو سکتی ہے اور ایک دشمن اسلام اسلام کی اس سے بدتر تصویر دوسری کیا پیش کر سکتا ہے؟  
ص ۷۲ پر مولانا، "قانون کی بالائے ترسی کا خاتمہ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:  
"سب سے بڑی مصیبت جو ملوکیت کے دور میں مسلمانوں پر آئی وہ یہ تھی کہ اس دور میں مسلمانوں کی بالائے ترسی کا اصول توڑ دیا گیا حالانکہ وہ اسلامی رسالت کے اہم ترین بنیادی اصولوں میں سے تھا" (ص ۷۲)

ص ۷۳ پر فرماتے ہیں:

لیکن ان بادشاہوں کی سیاست دین کے تابع نہ تھی، اس کے تعاقب میں وہ ہر جائز اور ناجائز طریقے سے پورا کرتے تھے اور اس معاملہ میں حلال و حرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے۔

اور یہ پالیسی کب سے شروع ہوئی، مولانا لکھتے ہیں۔

یہ پالیسی حضرت معاویہ کے عہد سے شروع ہو گئی تھی (ص ۷۳)

اور پھر مولانا نے اس دعویٰ کو کہ یہ پالیسی حضرت معاویہ کے زمانے سے شروع

ہو گئی تھی چند مثالوں سے ثابت کیلئے جس سے اس دور کے جاہلی نظام کا اندازہ لگتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

امام زہری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفاء راشدین کے عہد میں سنت یہ تھی کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے نہ مسلمان کافر کا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ ص ۱۷۲  
گویا اس طرح حضرت معاویہؓ نے آنحضرتؐ اور خلفائے راشدین کی اس سنت کو بدل دیا اور قانون کو اپنی رائے کا تابع بنالیا۔

دوسرا الزام اس سلسلہ کا یہ ہے :  
دیت کے معاملے میں بھی حضرت معاویہؓ نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی کہ معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت معاویہؓ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود یعنی شروع کر دی۔ ص ۱۷۳  
اس سلسلہ کا تیسرا الزام یہ ہے۔

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے زمانے میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوجھار کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبویؐ میں منبر رسول پر عین روضہ نبویؐ کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ ص ۱۷۴

اس پر مولانا حاشیہ ملاحظہ ہو :

کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور سے جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا

تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سب سے گھناؤنا فعل تھا۔ (ایضاً)

اگرچہ یہ سب کچھ مولانا مودودی نے حضرت معاویہ کی شخصیت کو مطعون کرنے کیلئے لکھا ہے لیکن اس الزام سے اس زمانہ کے صحابہ اور حضرت علی کے قریب ترین رشتہ دار نہیں بچ سکتے کہ وہ معاذا اللہ نہایت بے غیرت اور بے حمیت اور بزدل تھے کہ مسجد نبوی کو اور منبر رسول کو اس گندگی سے بچانے کے لئے اور روضہ نبوی کے احترام کی خاطر وہ اس گالی دینے والے کے منہ نہیں نوچ لیا کرتے تھے۔ اگر حضرت معاویہ کا یہ فعل اخلاقی اعتبار سے سخت گھناؤنا تھا تو ان صحابہ کرام اور حضرت علی کے قریب ترین رشتہ داروں کی یہ خاموشی اور اور منبر رسول پر حضرت علی کے خلاف یہ سب شتم کی بوچھاڑ کو انگیز کرنا بھی کسی اچھے اخلاق کی علامت نہ تھی یہ بات تو ایک عام مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ صحابہ کرام اور حضرت علی کے اقرب ترین رشتہ دار اس کو برداشت کر لیں۔

حضرت معاویہ پر جو تھا الزام۔ مولانا لکھتے ہیں۔

۔ مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔

وہ کیا؟

حضرت معاویہ نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کیلئے

الگ نکال لیا جائے۔ ص ۱۷۷

حضرت معاویہ کے معائب و نقائص کا بیان ابھی ختم نہیں ہوا۔ مولانا نے ایک بڑا گھناؤنا الزام حضرت معاویہ پر عائد کیا ہے جس کی نسبت کسی بھی شریف آدمی کی طرف کوئی باحیا آدمی اگر کرے تو اسے پسینہ آجائے لیکن مولانا مودودی نے اس کو بڑی بے تکلفی سے حضرت معاویہ کے سر مڑھ دیا اور یہ سب کچھ ان کے شرف صحابیت کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کیا ہے آپ بھی اپنے احساس کو دبا کر اسے پڑھ لیجئے۔

۔ زیادہ بن سیمہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ کے ان افعال میں سے ہے



جس میں انھوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی، زیادہ طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ کے والد جناب ابوسفیان نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی..... جو ان سو گز یہ شخص اعلیٰ درجہ کا مدبر، منظم، فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔

چونکہ وہ حضرت علی کا زبردست حامی تھا اور اس نے ان کیلئے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں اور انتظامی صلاحیت بھی اس میں غیر معمولی تھی اسلئے۔ حضرت معاویہ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کیلئے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیادہ انھیں کا دل الحرام ہے پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دیا۔ اس پر تبصرہ اب خود مولانا کی زبان سے سن لیجئے۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے وہ تو ظاہر ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا کیونکہ شریعت میں کوئی نسبت زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ (ص ۱۷۵)

مولانا کا یہ بیان آپ پورا پڑھ ڈالئے میں نے نقل کی پوری ذمہ داری کے ساتھ بلا کم و کاست آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے اور آپ خود اندازہ لگالیں کہ مولانا کی اس طرح کی تحریروں سے مقصد کیا ہے اور ان کے دل میں حضرت معاویہ کے بارے میں کس طرح کا جذبہ ہے اور وہ اسلام کے نام پر جو خدمت انجام دے رہے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے وہ مسلمانوں کی روشن تاریخ کو اور اسلام کے دواول کو کس رنگ میں پیش کر رہے ہیں، وہ

صحابہ کرام کے بارے میں کیا تصور رکھتے ہیں اور وہ جس دین کے اقامت کے مدعی تھے اس کی اساس کس طرح کے افکار و تصورات پر ہے۔

مولانا مودودی تو گزر چکے ان کی جماعت کے افراد سے ہماری دردمندانگدازش ہے کہ خدا کیلئے آپ لوگ مولانا مرحوم کی اس طرح کی تحریرات سے تیری فرمائیں حضرت مولانا مودودی کی ذات اور ان کے افکار و خیالات اتنے مقدس اور محترم نہیں جتنا صحابہ کی ذات کا احترام ضروری ہے۔

یہ حضرت معاویہؓ وہ ہیں جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مبارک کا یہ مبارک ارشاد ہے۔

معاویہ کے اونٹ کے نکیل کی مٹی جو اللہ کے رسول کے ساتھ غزوہ میں اس پر لگی وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ بہتر ہے۔

مولانا مودودی کے یہی وہ افکار و خیالات اور اسلاف دشمنی ہے کہ ان کی طرف علماء کا طبقہ متوجہ نہیں ہو سکا اور جو لوگ ابتداءً ہوئے بھی وہ ان سے ایک ایک کر کے کنارہ کش ہوتے چلے گئے اب لے دے کے جماعت اسلامی کے افراد میں بیشتر یہی لوگ ہیں جو کالجوں اور اسکولوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کو ان کے مزاج اور خواہش کے مطابق حضرت مولانا مرحوم کے یہاں غذائیت رہتی ہے۔

مولانا مودودی کے اس کتاب کے یہ دونوں باب ”یعنی خلافت راشدہ سے ملوکیت تک“ اور ”خلافت و ملوکیت کا فرق“ اس طرح کی گندی عبارت ہے جو وہ تحریرات، فاسد خیالات صحابہ کرام کے بارے میں غلط جذبات سے پُر ہیں، اور مولانا مودودی مرحوم کے دماغ و مزاج کو سمجھنے کے لئے اس میں کافی مواد ہے۔

بہر حال یہ ہے صحابہ کرام کی وہ تصویریں جن کو مولانا مودودی نے ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ اب ذرا ایک مرتبہ زحمت اٹھا کر آپ صحابہ کرام کی اس تصویر کو بھی دیکھ لیجئے جو کتاب و سنت نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور جس کو تفصیل سے پچھلے صفحات میں



کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل ہم صحابہ کرام کی زندگی کا صحیح رُخ اور صحیح تصویر عوام کے سامنے لانا چاہتے ہیں تو ہمیں کو سا جاتا ہے گویا ہم کوئی بڑے خطرناک جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ہمارے خلاف تقریر و تحریر کا ایک محرکہ قائم کر دیا جاتا ہے اور قلم کی پوری طاقت سے ہمارے حق کو باطل اور اپنے باطل کو حق ٹھہرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کاش جماعت اسلامی کے حضرات اپنے اس رویہ پر نظر ثانی کرتے اور تقلید اور ذہنی غلامی کے جس قلاذہ کو اپنی گردن سے انھوں نے صحابہ کرام، اسلاف امت، اور ائمہ فقہ و علم کیلئے اتار پھینکا ہے ان کا طرز عمل مولانا مودودی مرحوم کے بارے میں بھی یہی ہوتا۔

بہر حال آپ کے سامنے صحابہ کرام کی یہ دونوں تصویریں ہیں ایک کتاب و سنت کی ایک ہمارے معاصر محققین کی تیار شدہ اب آپ کو اختیار ہے جس کو آپ اپنے دین و ایمان کے تقاضے اور اسلام کے عہد اول اور عہد زریں کے مطابق پائیں اسے قبول کر لیں اور جس کو اس کے خلاف پائیں اسے رد کر دیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا مودودی نے اپنی کتاب کی تیاری میں تاریخ کا بڑی گہری نگاہ سے (اگرچہ ایک خاص زاویہ فکر کے ساتھ) مطالعہ کیا ہے، لیکن ان تاریخی کتابوں کا جو حال ہے اس کی حقیقت اس سے پہلے بتلائی جا چکی ہے۔ اور بتلایا جا چکا ہے کہ تاریخ سے صحیح استفادہ کرنے کیلئے صحیح ذوق اور ایمانی فور کی بھی بڑی سخت ضرورت ہے ورنہ تاریخ کے اس طواریں آدی حیران اور ششدر ہو کر رہ جاتا ہے یا پھر غلط نتائج لے کر نکلے گا۔

اس سلسلہ میں خود مولانا مودودی کی تحریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔ مولانا ایک صاحب کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

پھر لطف یہ ہے کہ مصنف اپنے ان تمام نظریات کی بنا تاریخی استدلال پر رکھتا ہے حالانکہ اگر حدیث کی روایات قابل اعتبار نہیں ہیں تو تاریخ ان سے بھی زیادہ ناقابل اعتبار ہے۔

..... تاریخ کے پاس یا تو کوئی سند ہی نہیں ہے، جن قدیم کتابوں کو آپ تاریخ کا سب سے زیادہ معتبر ذخیرہ سمجھتے ہیں ان کے متعلق آپ کے پاس اس امر کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ جن مصنفین کی طرف وہ منسوب ہیں انھیں کی لکھی ہوئی ہیں اسی طرح جو حالات ان کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں ان کے لئے بھی آپ کوئی ایسی سند نہیں رکھتے ہیں جن کی بنا پر ان کی صحت کا یقین کیا جاسکے۔ (ص ۲۰۳ تغنیات جلد اول)

جس تاریخ کی کتابوں کے بارے میں مولانا مودودی کا یہ نظریہ ہے۔ افسوس ہے کہ اس تاریخ اور انھیں تاریخ کی کتابوں سے مدد لے کر حضرت مولانا ہمارے سامنے صحابہ کرام کی اور اسلام کے عہد اول کی وہ تصویر پیش کر رہے ہیں جس کا بیان ابھی آپ کے سامنے گذرا۔ خدا را ذریعہ العفاف بھی ملاحظہ فرمائیے۔

### مولانا مودودی طہ حسین کے نظریہ متاثر ہیں | مولانا مودودی سے

ایک ملحد اور بے دین مصنف ہے اس نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا اور اس نے اس سلسلہ میں دو کتابیں ”عثمان“ اور ”علی“ لکھی تھیں، اس نے ان دونوں کتابوں میں نہایت حکوہ طریقہ پر اسلام کی تاریخ پیش کی ہے اور میرا خیال ہے کہ مولانا مودودی طہ حسین سے متاثر ہیں انکی یہ کتاب یعنی ”خلافت اور ملوکیت“ اسی تاثر کا نتیجہ ہے، جبکہ کتاب میرے مطالعہ میں آئی اس سے پہلے میں طہ حسین کی یہ دونوں کتابیں میں پڑھ چکا تھا، مولانا مودودی کی اس کتاب کو پڑھ کر میں نے کہہ دیا تھا کہ یہ کتاب طہ حسین کی کتاب کی مدائے باز گشت ہے۔ میں چاہ رہا تھا کہ اس موقع پر طہ حسین کی ان دونوں کتابوں سے کچھ اقتباسات نقل کر کے ناظرین کو یہ دکھلا دوں کہ یہ جو میں نے کہا ہے کہ مولانا مودودی طہ حسین سے متاثر ہیں وہ کہاں تک صحیح ہے، لیکن میری یہ کتاب میرے انداز سے زیادہ ضخامت اختیار کرتی جا رہی ہے اس وجہ سے میں ناظرین سے اس موقع پر یہ گزارش کر دوں گا کہ وہ خود ان دونوں کتابوں کا یعنی علی اور عثمان کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ میری اس بات میں بقیہ پر

محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری

قسط ۱۲

## بریلوی مذہب پر ایک نظر

آدم کو برا علم سکھایا گیا، برا علم سیکھنا برا نہیں، جادو سیکھنا فرض ہے  
کفریہ کلموں کو سیکھنا فرض ہے

مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں۔

مگر حضرت آدم علیہ السلام کو عالم کی ساری اچھی بری چیزوں کا علم دیا، اگر بری چیزوں کا علم برا ہوتا تو حضرت آدم کو یہ علم دے کر استاد نہ بنایا جاتا۔ اسی طرح جادو سیکھنا فرض ہے۔ علم ریا و حسد و حرام اور کفریہ کلموں کا سیکھنا فرض ہے اور اللہ یہ بہت ہی ضروری ہے۔ (رجار الحق ص ۴۶)

فائدہ :- مفتی صاحب کی حضرت آدم کی شان میں یہ بڑی گستاخی ہے کہ وہ فرار ہے ہیں کہ حضرت آدم کو بُری چیزوں کا علم دے کر استاد بنایا گیا اس کلمہ کفریہ کے کہنے کے بعد مفتی تو وہ خیر کیا ہوتے مسلمان بھی نہ رہے، مفتی صاحب کے ان فرمودات عالیہ نے بریلوی لوگوں کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے، اب ہر بریلوی پر فرض ہے کہ وہ جادو سیکھے اور گندگیوں اور برائیوں کا علم حاصل کرے، کافرانہ کلمات سیکھنے کیلئے مدرسہ کاؤنٹر پر بعض گندگیاں سیکھنے کیلئے پکٹس بھی کرنی پڑے گی تب جا کر وہ علم حاصل ہوگا، زنا کیسے کیا جائے گا اس کا تجربہ کرنا ہوگا، چوری کیسے کی جائے گی اس میں ہمارے تجربہ سے ماں بونگ

ڈاکٹر ڈانٹا علی تجربہ سے آئے گا، ناچنا گا تا عمل کرنا ہوگا، گالی سکھنے کیلئے دو مینوں اور چاروں کے یہاں جانا ہوگا، دیکھنا ہے کہ بریلوی حضرات ان چیزوں کو کیونکر سیکھتے ہیں، اور اگر کوتاہی کریں گے تو یہ سب فرض ذمہ میں ہوگا اور گناہ کا پھندا اگر دن میں مفتی جنتا سے تو یہ پوچھنا نہیں ہے کہ ماشاء اللہ آپ تو ان ساری برائیوں کے ماہر ہوں گے، تجربہ والی برائیوں کا تجربہ بھی کیا ہوگا۔ پوچھنا اس لئے نہیں ہے کہ سب سے پہلے تو آپ ہی نے ان فرائض کی ادائیگی میں سبقت کی ہوگی۔ ماشاء اللہ چشم بہ دور

## مسجد میں اذان دینا ثابت نہیں

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں، جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فترا کر رہے ہیں۔ (فادویٰ رضویہ ج ۲۴) فائدہ :- بریلوی حضرات اس فتویٰ پر غور کریں اور اس پر عمل کریں، ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ارشاد گرامی چیخ چیخ کر پکار رہا ہے کہ بات وہی صرف قابل عمل ہوتی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے ثابت ہو ورنہ وہ بدعت ہوگی، مسجد میں اذان دینے کو اعلیٰ حضرت بدعت بتلاتے ہیں۔

## بریلویوں کو سب کچھ احمد رضا خان دیتے ہیں

حافظ کلیم نور محمد رضوی کہتے ہیں :-

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا جو دیا تم نے دیا احمد رضا

فائدہ :- بریلوی حضرات کے عقیدہ میں ادیب اللہ مالک الکمل ہیں، گویا خدائی ان کے ہاتھ میں ہے، احمد رضا بھی بریلوی عقیدہ کے مطابق پڑھے ولی ہیں اس لئے بریلویوں کو



جو کچھ ملتے ہیں اسی خدائی دربار سے ملتے ہیں۔

## احمد رضا خاں داتا ہیں

حافظ حکیم نور محمد صاحب لکھتے ہیں :

تو ہے داتا اور میں سنگنا تیرا میں تیرا ہوں تو مرا احمد رضا (نور محمد)

فائدہ :- یعنی بریلوی حضرات کے داتا، مالک، رزاق، احمد رضا ہیں۔

اور ان کے در کے سوالی ہیں۔

عبد الستار اسماعیل کہتے ہیں

لاج رکھ لے میرے پھیلے ہاتھ کی اے مرے حاجت روا احمد رضا

جھولیاں بھر دے مرے داتا مرے ہوں تیرے در کا گدا احمد رضا

میرے جگ داتا صدا سن لے مری کو بھلا ہو گا بھلا احمد رضا

فائدہ :- یہ خالص شریک اور کفر یہ عقیدہ کس کا ہو سکتا ہے، اللہ

کی وحدانیت پر جس کا ایمان ہو اور تو حید خالص جس کا زیور ہو۔

## بریلوی حضرات کا دین و دنیا احمد رضا سے متعلق ہے

دین و دنیا میں مرے بس آپ ہیں میں ہوں کس کا آپ کا احمد رضا

فائدہ :- ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہی کی ذات پر اعتماد و بھروسہ

ہونا چاہئے، دین و دنیا کا بنانے والا صرف اللہ ہے، اسی کی فرماں روائی پورے عالم

پر ہے۔ مسلمان ہر آن اپنے کو اللہ ہی کا محتاج اور اسی کا دست نگر سمجھتا ہے۔ مگر یہ تو حید

خالص کا جام خالص ان کی قسمت میں کہاں جو کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کی نجاست

سے آلودہ ہوں۔

## بریلویوں کے مشکل کشا احمد رضا ہیں

عبدالستار اسمعیل لکھتے ہیں -  
 دین و دنیا میں نہ کچھ مشکل پڑے اے مرے مشکل کشا احمد رضا (نغمہ)  
 فائدہ :- مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مشکل کشائی صرف اللہ کرتا ہے  
 اللہ کے سوا کسی کو مشکل کشا سمجھنا شرک ہے۔

## غم و خوشی کا گھٹانا بڑھانا بھی احمد رضا کا کام ہے

عبدالستار اسمعیل صاحب لکھتے ہیں  
 چار جانب شکلیں ہیں اور میں اے مرے مشکل کشا احمد رضا  
 چار جانب سے گھٹانا غم کی بڑھی غم گھٹانا خوشیاں بڑھا احمد رضا  
 فائدہ :- مشکل کشائی کرنا غم کا گھٹانا بڑھانا بریلوی حضرات کے  
 یہاں احمد رضا خاں کیا کرتے ہیں اور مسلمانوں کے مذہب و عقیدہ میں یہ کام اللہ کا ہے۔

## احمد رضا خاں ہی سے دونوں عالم کی بھلائی ہے

عبدالستار اسمعیل لکھتے ہیں :-  
 دونوں عالم میں بھلا ہے آپ سے ہیں مرے حاجت روا احمد رضا  
 فائدہ :- ذرا غور کریں دونوں عالم کی بھلائی اللہ سے ہے یا اعلیٰ حضرت  
 احمد رضا سے۔ اس شرکیہ عقیدہ کے باوجود اہلسنت و الجماعت بریلوی ہی حضرات ہیں۔

## وہابی دیوبندی وغیرہ کو کافر کہنا فقہاً واجب ہے

اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ فرماتے ہیں :-

ایک کفریہ عامہ قدیم سن لیجئے کہ انھیں کافر کہنا فقہاً واجب ہے، واضح ہو کہ  
 ”وہابیہ“ منسوب عبدالوہاب نجدی ہے۔ ”الکوکبۃ الشہابیہ منہ مطبوعہ مضابک  
 فائدہ ۴ :- اعلیٰ حضرت کے باپ لکھتے ہیں کہ کسی کافر کو بھی برا بھلا مت کہو  
 اور اعلیٰ حضرت مسلمانوں کو کافر کہنا فقہاً واجب سمجھتے ہیں۔  
 جب تک فی گرسنگی بھوک کی حالت کو نہ پہنچے نہ اسے سوال جائز نہ اسے کچھ دینا جائز

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

قبل اس کے کہ احتیاج تا بعد منحصہ پہنچے تو اسے سوال حلال نہیں نہ اسے دینا  
 جائز۔ (خیر الامال ص ۲۲)

فائدہ ۴ :- اعلیٰ حضرت کا گھڑا سوال مسئلہ ہے۔ حدیث میں تو یہ ہے کہ اگر  
 سائل گھوڑے پر سوار ہو کر بھی آئے تو اسے واپس نہ کرو۔ آنحضرتؐ کسی سائل کو واپس نہیں  
 کیا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت کا فتویٰ یہ ہے کہ جب تک احتیاج حالت منحصہ (بھوک) کو نہ  
 پہنچے سائل کو دینا جائز نہیں۔

## سوم، برسی، چہلم سب جائز ہے

مفتی نظام الدین مفتی رسالہ پاسبان سے سوال ہوا  
 ”ہمارے یہاں میت کا سوم، چہلم، برسی کا رواج ہے از روئے شریعت یہ درست  
 ہے یا نہیں۔“ مفتی صاحب نے فتویٰ صادر کیا۔  
 یہ سب ایصالِ ثواب ہے، شرعی قانون کے مطابق ہے اسلئے درست ہے۔

پاسبان اگست ۱۹۵۵ء

فائدہ ۴ :- مفتی صاحب سے کوئی پوچھے کہ صرف کسی چیز کا ایصالِ ثواب ہونا  
 اس کے جائز ہونے کیلئے کافی ہے یا یہ بھی دیکھا جائے گا کہ وہ شرعی طریقہ کے مطابق بھی ہے

یا نہیں، کیا سوم، برسی، چہلم کا رواج حمد خیر القرون میں تھا، اگر ان زمانوں میں ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ نہ تھا تو اسے بدعت کہے بغیر چاہہ نہیں۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرشِ عظم کے مقیم اور مکین لامکاں ہیں

صدر الانا فاضل مولانا امجد علی صاحب آنحضرت کی نعت میں فرماتے ہیں۔

مقیم عرشِ اعلیٰ ہو مکین لامکاں تم ہو (پاسیان مجد دملت نمبر نومبر، دسمبر ۱۹۵۵ء)  
فنا عدد ۱۔ قرآن تو اللہ کے بارے میں ”استویٰ علی العرش“ فرماتا

ہے۔ نیز مکین لامکاں ہونا تو صرف اللہ کی صفت ہے مگر صدر الانا فاضل کے نزدیک عرشِ اعلیٰ پر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقیم اور مکین لامکاں بھی آپ ہی ہیں، کیا یہ کفرِ خالص نہیں۔ قرآن و حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ عرش پر آنحضور مقیم ہیں یا آپ مکین لامکاں ہیں۔

## سجدہ اللہ کے سوا کسی کیلئے نہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

مسلمان! اے مسلمان! شریعتِ مصطفویٰ کے تابع فرمانِ جان اور یقینِ جان  
کہ سجدہ حضرت عزتِ عزجلالہ کے سوا کسی کیلئے نہیں (الزبدۃ الزکیہ ص ۵)

فنا عدد ۱۔ بریلوی حضرات اولیاء کی قبروں پر بلا تکلف سجدہ کرتے ہیں  
اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد پر غور کریں۔

## غیر اللہ کو سجدہ کفر ہے

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً شرک نہیں وہ کفرِ مبین اور سجدہ تحیۃ حرام

وگناہ بالیقین۔ (ایضاً)

فائدہ :- اس امر حرام کا ارتکاب بریلوی مذہب کا اب جزو بن گیا ہے جو اس امر حرام کا ارتکاب نہ کرے اسے بریلوی مسلک کے لوگ دہائی کہتے ہیں۔

## نصرانیت یہودیت سے بدتر ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

لہذا علماء نے فرمایا کہ یہودیت سے نصرانیت بدتر ہے کہ نصاریٰ کا خلاف توحید میں اور یہود کا صرف رسالت میں۔ (ایضاً ص ۲۵)

فائدہ :- اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد قرآن کے خلاف ہے، قرآن کہتا ہے  
لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً  
لِّلَّذِينَ آمَنُوا إِلَهُودَ وَالَّذِينَ اشْرَكُوا  
وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ  
آمَنُوا وَالَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى  
ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یہودیوں  
اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی  
دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے  
جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں۔ (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

اور خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ یہود کا خلاف صرف رسالت میں ہے یہ بھی صحیح نہیں۔

قرآن کہتا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيُّ بْنُ اللَّهِ  
یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔  
یہود نے بھی عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا اور نصاریٰ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا  
بیٹا کہا۔

## غیر کو سجدہ کرے تو کافر ہے

خاں صاحب لکھتے ہیں۔

غیر کو سجدہ کرے تو کافر ہے کہ زمین پر پیشانی رکھنا دوسرے کیلئے جائز نہیں۔

(ایضاً ص ۲۵)

فائدہ :- قبروں پر سجدہ کرنے والے خاں صاحب کا یہ ارشاد یاد رکھیں۔

## مزارات کو سجدہ کرنا یا ان کے سامنے کی زمین چومنا حرام

خاں صاحب لکھتے ہیں ۔

غیر کو سجدہ کرنا یا اس کے سامنے کی زمین چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا

(ایضاً ص ۳۵)

منوع ہے ۔

فائدہ :- بریلوی حضرات غور فرمائیں ۔ یہ خاں صاحب کا فتویٰ ہے کسی

دیوبندی وہابی کا نہیں ۔

## دسپہرہ، جہنم اسٹمی، درگاپو جا وغیرہ میلوں میں جانا کفر ہے

محمد مصطفیٰ رضا خاں مفتی بریلوی پسر احمد رضا خاں صاحب سے مندرجہ بالا میلوں

کی شرکت کے بارے میں سوال ہوا ۔ محمد مصطفیٰ صاحب نے جواب دیا ۔

” ان لوگوں پر توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ” فتاویٰ مصطفویہ ص ۳۱۱

فائدہ :- ان میلوں میں بلاشبہ شرکت ناجائز و حرام مگر اس سے نکاح

ختم ہو جانا اور شرکت کرنے والے کا ایمان ختم ہو کر کافر ہو جانا یہ شریعت پر افترا ہے ۔

## آنحضور اللہ جل جلالہ کی ہر صفت کے منظر اتم ہیں

محمد مصطفیٰ صاحب رضوی لکھتے ہیں ۔

بے شک بلاشبہ حضور پر نور، شافع یوم النشور، محبوب اعظم، رب غفور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چاہنے والے رب کریم کی عطا سے مطلع علی الغیب ہیں اور اس قیوم غرلاً

(فتاویٰ مصطفویہ ج ۱ ص ۱۲۱)

کی ہر صفت کا منظر اتم ۔

فائدہ :- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہ کی ہر صفت کا منظر اتم

کتاب بہت بڑی حماقت ہے۔ اللہ قدیم اور واجب ہے کیا آنحضرت بھی قدیم اور واجب ہیں۔  
دہ درہ سے کم پانی میں بلا ضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائیگا

اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے محمد مصطفیٰ لکھتے ہیں۔

بے ضرورت دہ درہ سے کم گھرے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈالے گا تو مستعمل  
 ہو جائے گا۔ (ایضاً ص ۲ ج ۳ ص ۳)

فائدہ :- اگر ہاتھ میں نجاست نہ ہو تو کسی بھی پانی میں ہاتھ ڈالنے  
 سے پانی کا حکم نہیں بدلے گا، نیز اسی طرح اگر اس نے طہارت کی نیت سے پانی  
 میں ہاتھ نہیں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ معلوم نہیں مفتی اعظم بریلی نے یہ مسئلہ  
 کہاں سے گرٹھا۔

## قارئین زمرم سے گزارش

قارئین زمرم کو معلوم ہو کہ زمرم اس وقت سخت مالی دشواریوں میں  
 مبتلا ہے، اگر قارئین نے توجہ نہیں فرمائی اور زمرم کا بقایا ادا نہیں کیا  
 اور نئے خریدار بننے کی کوشش نہیں فرمائی تو اب زمرم کا سفر  
 باقی رہنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

مدیر



جلد ۱۔ جمل مفتاحی  
قسط ۲

محمد ابو بکر غازی پوری

## ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے

صلوٰۃ الرسول کتاب اور اس کے بارے میں دو محققین کا اظہار خیال

(۱۱) مؤلف کتاب مولانا حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں :  
گر دن کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں آیا ہے ، اس پر پاکستانی محقق  
لکھتا ہے ۔

” مؤلف نے یہاں مطلق طور پر نفی کر دی ہے جو صحیح نہیں ہے ، کیونکہ اس  
بارے میں بعض ضعیف اور من گھڑت روایات وارد ہیں ” ص ۱۱۲  
اور لقمان سلفی صاحب فرماتے ہیں ، بلکہ مؤلف کی بات بنتا ہے اس لئے کہ  
مؤلف نے کہا ہے کہ گر دن کے مسح کے بارے میں احادیث میں ذکر نہیں ہے ، یعنی نہ صحیح میں  
نہ ضعیف احادیث میں ، تو مؤلف کی اس جہالت پر پردہ ڈالتے ہوئے لقمان صاحب  
فرماتے ہیں :

” یعنی صحیح احادیث میں گر دن کے مسح کا کوئی تذکرہ نہیں ہے البتہ اس بارے  
میں بعض ضعیف و من گھڑت روایات ہیں ” ص ۱۱۳

دیکھئے لفظ ” یعنی ” لاکر مؤلف کی جہالت پر کس طرح پردہ ڈالا جا رہا ہے ۔

سوال یہ ہے کہ جب دونوں محققین کی تحقیق میں گر دن کے بارے میں ضعیف روایات موجود  
ہیں تو ان روایتوں میں سے کسی کو مصنف نے کیوں ذکر نہیں کیا جس طرح دوسرے مسائل

میں پچاسوں ضعیف روایتوں کو انہوں نے اپنی اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔  
 مؤلف موصوف کی الٹ پلٹ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ یہاں تو یہ کہہ رہے ہیں کہ گردن  
 کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں ہے اور پھر یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اوپر آپ پڑھ چکے  
 ہیں کہ سر کا مسح کرتے وقت حضورؐ اپنے ہاتھوں کو گدی تک پہنچاتے تھے اور گدی سر  
 کا پچھلا حصہ ہوتا ہے جس میں کچھ گردن بھی آجاتی ہے۔

دیکھئے مؤلف مذکور نے خود ہی گردن کے مسح کا ثبوت فراہم کر دیا، جب کہ موصوف  
 کے بیان کے مطابق گدی کے مسح کا ذکر صحیح حدیث میں ہے اور وہ بھی مسلم شریف کی حدیث  
 میں اور گدی کے مسح میں گردن کا کچھ بھی شامل ہوتا ہے تو صحیح حدیث سے گردن کے مسح کا  
 ثبوت فراہم ہو گیا، یعنی اب بات یہ ہوئی کہ پوری گردن کا مسح کا ثبوت ضعیف احادیث  
 سے ہوتا ہے اور گردن کچھ حصہ کا مسح کا ذکر مسلم شریف کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے تو  
 یہ کہنا کہ گردن کے مسح کا ذکر احادیث میں نہیں ہے اور ہے بھی تو صرف ضعیف احادیث میں  
 کیسی دھاندلی والی بات ہے۔ چونکہ غیر مقلدین کو گردن کا مسح نہیں کرنا ہے اس وجہ سے  
 وہ گردن کے مسح کا ذکر تسخرانہ انداز میں کر رہے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ احادیث کا انکار  
 خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو لعنت خداوندی کو دعوت دیتا ہے اور کبھی انسان اس  
 کی وجہ سے عذاب خداوندی میں گرفتار ہو جاتا ہے، اس پرچہ میں آپ اس بارے میں امام  
 بخاری کے استاد علی بن مدینی کی زبان سے یہ قصہ آپ پڑھیں گے کہ ضعیف احادیث کا  
 انکار بعض اوقات آدمی پر مصیبت کے کیسے پہاڑ توڑتا ہے۔

(۱۲) مؤلف حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں۔

بخاری شریف کی روایات میں وضو کے اعضاء کا دوبار اور ایک بار بھی دھونا  
 آیا ہے، واضح ہو کہ اعضاء کا تین تین بار دھونا افضل ہے اور تین بار دھونا ہی سے  
 وضو کامل ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جب بخاری شریف کی روایت سے ایک بار اور دوبار بھی

اعضار وضو کا دھونا ثابت ہے تو پھر حکیم صاحب کی جرأت کی داد دینی چاہیے کہ جو عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس عمل کو آپ ناقص بتلا رہے ہیں، خدا اس جہالت سے بچائے، اور تعجب یہ ہے کہ ان کی کتاب کے دونوں محققین اس پر خاموش ہیں، البتہ پاکستانی محقق ہندوستانی محقق سے کچھ زیادہ انصاف پسند معلوم ہوتا ہے وہ حکیم صاحب کی اس بات پر لکھتا ہے۔

ابن خزم فرماتے ہیں کہ سب علماء کا اتفاق ہے کہ اعضا کا ایک ایک بار دھونا کفایت کرتا ہے۔ ص ۱۱۷

اور ہندوستانی محقق بالکل خاموشی سے گزر جاتا ہے، حکیم صاحب کے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا۔

(۱۳) مؤلف نے حضور کا یہ عمل نقل کیا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے وضو کیا اور دھوئے اعضا کو تین تین بار اور فرمایا یہ ہے وضو میرا اور وضو پہلے انبیاء کا اور وضو براہیم کا۔

اس حدیث کے بارے میں پاکستانی محقق لکھتا ہے کہ یہ ضعیف حدیث ہے، اور ابو بکر حازی سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث کئی طریق سے مروی ہے اور اس کے سب طریق ضعیف ہیں اور حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس سے حجت پکڑنا درست نہیں ہے، نووی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے، غرض متقدمین میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو حسن یا صحیح نہیں کہا ہے، ہاں ابانی اور صنعانی بقول پاکستانی محقق اس کو کثرت طرق کی بنا پر حسن کہا ہے، مگر متقدمین کے مقابلہ میں صنعانی اور ابانی کی کون سناتا ہے، یہ شرف صرف غیر مقلدوں کو حاصل ہے کہ وہ ابانی اور صنعانی جیسے متأخرین کی تقلید کرتے ہیں۔

بہر حال پاکستانی محقق نے اس حدیث پر بہت تفصیلی کلام کر کے بتلایا ہے کہ یہ حدیث متقدمین کے نزدیک نہ صحیح ہے اور نہ حسن، جب کہ ہندوستان کا محقق صرف یہ کہتا ہے۔

”حسن“ یعنی یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور حوالہ دیا ہے البانی کی کتاب الصحیح کا۔ یعنی اس محقق کے پاس متقدین کا کوئی حوالہ نہیں ہے، حوالہ ہے تو صرف البانی کا۔

ادھر صفائی کا ذکر آیا ہے یہ بھی غیر مقلد عالم ہیں اور ان کی کتاب سبیل السلام مشہور کتاب ہے، چونکہ صفائی غیر مقلد ہیں اس وجہ سے ان کے اندر غیر مقلدیت شان کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی احادیث میں کمی زیادتی کرنا، بات کا کچھ کا بننا دینا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی طرف سے بات گرٹھ کے منسوب کر دینا یہ سب غیر مقلدیت کا خاصہ ہے، چنانچہ اسی خاصہ کا اظہار انہوں نے اس حدیث میں بھی کیا ہے کہ اپنی طرف سے توضاً علی الولاء (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے پے وضو کیا) کی زیادتی کر دی ہے، جب کہ اس کا ذکر اس حدیث کے کسی طریق میں نہیں ہے، پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

صفائی نے اس حدیث میں توضاً علی الولاء کی زیادتی ذکر کی ہے مگر یہ کسی

طریق میں نہیں ہے۔ ص ۱۱۹

(۱۱۴) مؤلف نے اپنی کتاب میں ایک عنوان یہ قائم کیا ہے۔

”قے نکسیر وغیرہ سے وضو“

اور اس سلسلہ میں یہ حدیث بلوغ المرام سے ذکر کی ہے۔

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کو قے آئے یا نکسیر پھوٹے یا کچھ کھانا پیٹ سے منہ میں آئے یا مذی نکلے تو وہ شخص پھر جائے (وضو کرنے کے لئے)

یہ حدیث ضعیف ہے، اور بلوغ المرام کتاب جس سے مؤلف نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اس میں اس کے ضعیف ہونے کی وضاحت بھی موجود ہے، مگر حکیم صفائی اس حدیث کو اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ گویا یہ حدیث ضعیف ہے۔  
پاکستانی محقق حکیم صادق کی اس پر گرفت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

” مؤلف اس حدیث کو بلوغ المرام سے نقل کیا ہے۔ بلوغ المرام (۲۲) میں حافظ (ابن حجر) صاحب نے صراحت کی ہے کہ احمد وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ص ۱۳۱۔  
اور ہندوستانی لقمان سلفی کا کمال یہ ہے کہ حافظ صاحب کے اس فریب پر کوئی روشنی نہیں ڈالتے، اور صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔

ناظرین یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ حکیم صادق صاحب کا مذہب یہ ہے کہ قے نکسیر اور پیٹ سے کچھ کھانا منہ میں آ جانے سے اس حدیث کی روشنی میں وضو ٹوٹ جاتا ہے جب کہ پاکستانی اور ہندوستانی دونوں محققین کے نزدیک اس سے وضو واجب نہیں ہوتا ہے اور چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے اس سے استدلال درست نہیں۔  
(۱۵) مؤلف حکیم صادق نے اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول میں ایک عنوان یہ قائم کیا ہے۔

سکر و جنابت و بول و براز سے وضو

اور ان چیزوں کے نواقض وضو ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا ہے۔  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ إِذَا كُنْتُمْ سكاراٰ  
پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

” مؤلف علیہ الرحمۃ کا اپنا یہ اجتہاد ہے، یہ اشیاء ناقض وضو ضرور ہیں مگر کسی نے بھی (کہا اعلیٰ) ان اشیاء کو ناقض وضو قرار دیتے ہوئے اس آیت سے دلیل نہیں لی اور نہ ہی اس آیت سے دلیل لی جاسکتی ہے۔ ص ۱۳۳

جب کہ لقمان سلفی صاحب نے صرف یہ کہہ کر خاموشی اختیار کر لی کہ یہ مؤلف کا اپنا اجتہاد ہے۔ ص ۵۴

(۱۶) مؤلف کتاب نے موزوں پر سچ کہنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔  
”پانچوں انگلیاں دائیں اور بائیں ہاتھ ترک کر کے دونوں پاؤں کے پنجوں سے شروع کر کے ٹخنوں کے اوپر تک کھینچ لی جائیں“

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مسح کی کیفیت کے بارے میں بعض روایات وارد ہیں مگر سخت ضعیف ہیں،

اسد مسح کرتے وقت جس طرح سے ہاتھ پھیر لیا جائے تو مسح درست ہوگا۔“ ص ۱۳۷  
لیکن ہندوستانی محقق مؤلف کے بیان کردہ طریقہ مسح پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا۔

( دیکھو صفحہ ۵۵ )

(۱۷) جہاں پر مسح کرنے کے بیان میں مؤلف نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کے موزوں اور جہاں پر مسح کرتے تھے۔

پاکستانی محقق نے اس حدیث کو ضعیف بتلایا ہے ص ۱۳۸ اور ہندوستانی

محقق نے اس کو صحیح بتلایا ہے۔ ص ۵۶

(لطیفہ) مؤلف صاحب ”مسح نعلین کی تقسیم“ کا عنوان قائم کر کے

ابن قدامہ کی کتاب المغنی سے یہ عبارت ذکر کی ہے۔

والظاہران النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہما مسح علی سیور

النعل التي علی ظاہر القدم فعلى هذا المراد مسح علی سیور نعلیہ

وظاہر الجوربین اللتین فیما قد ما۔

جب کہ پاکستانی و ہندوستانی دونوں محقق کہتے ہیں کہ ابن قدامہ کی عبارت

المغنی میں اس طرح ہے۔

والظاہران النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہما مسح علی سیور

النعل التي علی ظاہر القدم فاما اسفلہ و عقبہ فلا یسن مسحہ

من الخف فكذا لا النعل۔

دونوں خط کشیدہ عبارتوں کا فرق ملاحظہ فرمائیے، اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ صلوة الرسول کا مصنف ادھر ادھر سے عبارت نقل کرتا تھا، اصل کتاب دیکھنے

کی اس کو توفیق نہیں ہوتی تھی۔

(۱۸) مؤلف نے سند احمد ابوداؤد سے تراویح پر مسح کرنے والی حدیث نقل کی ہے، اور اس سے ثابت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جس سے پاؤں کو گرم رکھا جائے اس پر مسح کرنا جائز ہے خواہ چمڑے کا موزہ ہو یا سوتی موزہ ہو اس حدیث کو پاکستانی محقق منقطع بتلاتا ہے یعنی یہ حدیث اس کی تحقیق میں ضعیف ہے۔ (ص ۱۲۲) اور لقمان سلفی صاحب البانی کی تقلید میں اس کو صحیح بتلاتے ہیں یعنی ان کی اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے، ان کا سارا اعتماد البانی پر ہے۔ (ص ۵)

(۱۹) مؤلف کتاب نے حضرت عمرؓ کا جرابوں پر مسح کرنا، کاغذ ان قائم کر کے یہ لکھا ہے۔ ”تہذیب السنن لابن قیم میں روایت ہے“ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مؤلف تہذیب السنن میں روایت ہے کہ بجائے یہ کہنے کے کہ ابن قیم نے تہذیب السنن میں نقل یا ذکر کیا ہے تو مناسب تھا کیونکہ عرفاً روایت کا معنی اور ہوتا ہے۔<sup>۱۴۱</sup> یعنی حضرت مؤلف کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ عرفاً روایت کا معنی کیا ہوتا ہے بلکہ محقق لقمان سلفی نے محقق کی اس جہالت اور بے علمی پر پردہ ڈالا ہے، اور صرف یہ کہا ہے کہ یہ بات تہذیب السنن میں بلا حوالہ ہے، اور یہ اثر ضعیف ہے۔ (ص ۶)

(۲۰) حلاۃ الرسول کے مصنف نے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں تین حدیثیں ذکر کی ہیں، اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مؤلف علیہ الرحمۃ نے غسل کے بارے میں تین احادیث ذکر کی ہیں، جو سب کی سب وجوب پر دال ہیں اور آخر میں جمعہ کو مستحب تاکید کیہ دیا ہے، اگر یہ تاویل مقصود تھی تو کم از کم ان روایات میں سے جو عدم وجوب پر دلالت کرتی ہیں، ایک ہی ردایہ بیان کر دیتے۔ تاکہ تاویل کی معقول وجہ نکل آتی۔

دیگر واجب کی تاویل۔ تاکید وغیرہ سے کہنا سخت ضعیف ہے<sup>۱۵</sup>

پاکستان محقق کی اس سخت گرفت پر شاید ہندوستانی محقق کو کچھ شرم آئی اور

اس نے ایک مستحب والی حدیث ذکر کر دی، مگر مؤلف کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ ۶۵  
 لقمان سلفی کے مقابلہ میں پاکستان کے عبدالرؤف صاحب زیادہ انصاف پسند  
 معلوم ہوئے کہ جو بات حق ہوتی ہے اس کے اظہار سے ذرا نہیں چوکتے، جبکہ لقمان سلفی  
 صاحب پوری کوشش کرتے ہیں کہ مؤلف کی کوتاہیوں اور ان کی جہالت پر پردہ ڈالیں۔  
 (۲۱) مؤلف لکھتا ہے کہ تارک صلوٰۃ اہل ظاہر کے نزدیک کافر ہے، اس پر  
 دونوں محقق لکھتے ہیں کہ حکیم مہادق صاحب کا یہ قول محل نظر ہے، ظاہر یہ کہ کتابوں میں  
 نہ لکھا ہے نہ اور کسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اہل ظاہر کے نزدیک تارک صلوٰۃ کافر ہے۔  
 تعجب ہے کہ حکیم مہادق صاحب نے اتنی بڑی بات فرمائی اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا  
 بس سنی سنائی بات پر اہل ظاہر کی طرف یہ غلط بات منسوب کر دی، غیر مقلدین ایسی  
 ہی کتابوں پر بھروسہ کر کے نماز سیکھتے ہیں۔

(۲۲) مصنف نے عبداللہ بن عمرو بن عامر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل  
 کی ہے کہ جو نماز کی پابندی نہیں کرتا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا، اور حوالہ دیا ہے  
 بیہقی کا، اس پر پاکستانی محقق گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”مؤلف نے اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے، اور یہ شعب الایمان  
 بیہقی میں ہے، جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے ذکر کیا ہے، لہذا اسے مطلق بیہقی کی طرف منسوخ  
 کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اطلاق کی صورت سنن کبریٰ بیہقی مراد ہوگی۔“ ص ۱۶۱

یہ ایک زبردست گرفت ہے، اس سے مصنف کی علمی خیانت کا پتہ چلتا ہے  
 کہ وہ حدیث تو نقل کرتا ہے مشکوٰۃ شریف سے اور علمی رعب جملانے کیلئے کہ اس کی  
 پہونچ اس سے دور تک ہے حوالہ دیتا ہے بیہقی کا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

چونکہ یہ گرفت بہت سخت تھی اسلئے ہندوستانی محقق یہاں چپکے سے گزر گیا۔  
 اور اس نے کوئی تنبیہ نہیں کی۔

(۲۳) مؤلف نے ”نمازی اور شہید کا داخلہ بہشت پر کا عنوان قائم کر کے جو حدیث



نقل کی ہے اس کے حوالہ میں اس نے احمد و ابن حبان دونوں کا نام لیا ہے، اس پر پاکستانی محقق گرفت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

.. مؤلف نے اسے ابن حبان کی طرف بھی منسوب کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے، ابن حبان میں آنے والی روایت ہے یہ نہیں ہے، ص ۱۶۸

ہندوستانی محقق یہاں بھی خاموش ہے کچھ نہیں کہتا۔ تاکہ حکیم صادق کے علمی بھرم کا پردہ فاش نہ ہو۔

(۲۴) مصنف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نماز مومن کا نور ہے، اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔ .. سخت ضعیف حدیث ہے ص ۱۶۸ اور ہندوستان کا محقق اس کو صرف ضعیف کہتا ہے۔ ص ۷۸

(۲۵) مصنف نے یہ حدیث ذکر کی ہے .. نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے، اسکو دونوں محققین سخت ضعیف کہتے ہیں۔

(۲۶) مصنف نے یہ حدیث لکھی ہے، جب کوئی آفت آتی ہے تو مسجد کو آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے، دونوں محققین اس حدیث کو ضعیف بتلاتے ہیں۔ (۲۷) مصنف نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔

.. نماز کے لامثال محاسن ..

اور اس کے تحت پچیس حدیثیں ذکر کی ہیں، جن میں زیادہ تر روایت ضعیف ہے، اور بعض سخت ضعیف اور بعض من گھڑت ہیں، جس کا اعتراف دونوں محققین کو ہے، اور اس سے سخت اور غیر علمی بات یہ ہے کہ ان میں سے بہت سی حدیثوں کو صحاح ستہ کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ ان میں ان احادیث کا نام و نشان بھی نہیں ہے، اس پر گرفت کرتے ہوئے پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

(تنبیہ) مؤلف علیہ الرحمہ نے نماز کے لامثال محاسن کے عنوان کے تحت پچیس احادیث نقل کی ہیں اور ان کو نقل کرنے سے قبل و بعد صحاح ستہ کا حوالہ دیا ہے

جب کہ ان میں سے دس حدیثیں ایسی ہیں جو کتب ستہ میں نہیں بلکہ دوسری کتابوں میں ہیں اور کس قدر افسوس کن امر ہے ان میں سے پہلی ہی حدیث صحاح ستہ کی نہیں بلکہ مسند ابویعلیٰ کی ہے اور دس کے علاوہ مزید چار احادیث بھی ہیں جن کے مخرج کا حال مجھے علم نہیں ہو سکا، مگر صحاح ستہ میں نہیں ہیں، لہذا مذکورہ بالا سب احادیث (یعنی پچیس میں سے چودہ احادیث) کے لئے صحاح ستہ کا حوالہ دینا قطعاً صحیح نہیں ہے، اور یہ مؤلف کی طرف سے نہایت تساہل ہے۔ (مٹا)

حکیم صادق صاحب کے اس کارنامہ پر ہندوستانی محقق بالکل خاموش ہے، مصنف کے اس تساہل پر وہ کوئی تبصرہ نہیں کرتا، یہ ہے لقمان سلفی کی دیانت و امانت اور انکی سلفیت و الحمد للہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

### حکیم صادق صاحب کی چوری پکڑی گئی

پاکستانی محقق عبدالرؤف عبدالمنان صاحب مزید تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ یہ کہ مؤلف نے ان سب احادیث کو تبلیغی نقاب سے نقل کیا ہے، کیونکہ یہ سب احادیث اس کتاب میں موجود ہیں، مگر واضح رہے کہ مولانا ذکر کیا نے ان احادیث کیلئے صحاح ستہ کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ مطلق حدیث کی کتابوں کا ذکر کیا ہے مولانا لکھتے ہیں : ”حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے، تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے، اس کے بعد مولانا نے فضائل نماز کے بارے میں چالیس احادیث ذکر کی ہیں جن میں سے مؤلف علیہ الرحمہ نے بعض کو حذف کر دیا ہے اور بعض کی ترتیب میں تبدیلی کی ہے۔“ یہ ہے صلوٰۃ الرسول کتاب کی حقیقت اور اس کے مؤلف حکیم صادق سیالکوٹی کی دیانت و امانت کا حال۔

اور افسوس ہے لقمان سلفی پر کہ انھوں نے ان تمام حقیقتوں سے آنکھیں چرالی ہیں، اور حکیم صادق کی اس چوری کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں کیا۔

(۲۸) مؤلف نے ” فجر اندھیرے میں “ کا عنوان قائم کر کے اندھیرے میں فجر پڑھنے کی حدیث نقل کی ہے، اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے ۔

” فائدہ اندھیرے میں نماز فجر سے فراغت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ معمول نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف احوال تھے، کبھی اندھیرے میں فراغت اور کبھی اس وقت جب کہ چہرے پھیلنے جلتے تھے ۔ (ص ۱۸۱)

اور ہندوستانی محقق کچھ نہیں کہتا، خاموشی سے گزر جاتا ہے ۔

(۲۹) حکیم صاحب نے اول وقت نماز پڑھنے کے بیان میں یہ حدیث ذکر کی ہے ۔

افضل الاحمال المتکونہ فی اول وقتہا ۔ اور حوالہ دیا ہے ترمذی اور

حاکم کا، جب کہ ترمذی میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نہیں ہے، اصل میں حکیم صادق نے اس حدیث کو نقل تو کیا ہے بلوغ المرام سے مگر حافظ ابن حجر کی تقلید بغیر ترمذی دیکھے ہوئے ترمذی کا حوالہ دے دیا ہے ۔

اس پر گرفت کرتے ہوئے پاکستانی محقق لکھتا ہے ۔

تنبیہ ۔ یہ حدیث ان الفاظ سے ترمذی میں نہیں ہے، مؤلف علیہ الرحمۃ نے

حدیث نقل کرنے کے بعد ترمذی کا حوالہ دیا ہے، یہ حدیث بلوغ المرام میں ہے اور حافظ

نے ترمذی و حاکم کا حوالہ دیا ہے ۔ (ص ۱۸۲)

اور ہندوستانی محقق لقمان سلفی صاحب مصنف کی اس غیر علمی حرکت پر

کوئی تبصرہ نہیں کرتے بلکہ مصنف نے حدیث کے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ اس کی نفی

کرتے ہوئے وہ بھی ترمذی کا حوالہ دیتے ہیں اور انہوں نے بھی ترمذی کی مراجعت نہیں کی ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ پاکستانی محقق کی گرفت بالکل صحیح ہے ۔

(۳۰) مصنف اوپر والی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں ” اسی معنیوں کی ایک حدیث

امام فروہ سے بھی منقول ہے اور حوالہ دیا ہے احمد ترمذی اور نسائی کا اس پر پاکستانی محقق

لکھتا ہے ۔

” مصنف نے اس حدیث کو نسائی کی طرف بھی منسوب کیا ہے مگر یہ نسائی میں نہیں ہے ۱۸۳  
مگر ہندوستانی محقق مؤلف کی ایک غلطی پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا جگہ جگہ مؤلف کی  
جہالت اور بددیانتی کو چھپانا ہندوستانی محقق کا موقف ہے۔ اس جگہ محقق کی بددیانتی یہ ہے  
کہ حدیثیں کہیں اور سے نقل کر کے حوالہ اصل کتاب کا بلا اس کتاب کی مراجعت کئے دیتا ہے  
جو کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی غلط۔

(۳۱) مؤلف نے ”نہد سے سورج نکل آیا پھر فجر پڑھی“ کے عنوان کے تحت  
نسائی کے حوالہ سے نافع بن زبیر کا نام لے کر ایک روایت نقل کی ہے مگر چونکہ خود اس نے  
نسائی کا مراجعہ نہیں کیا ہے، اس وجہ سے نام غلط لے رہا ہے نافع بن زبیر نہیں بلکہ  
نافع بن جبیر ہے۔

پاکستانی محقق لکھتا ہے، مؤلف کے یہاں نافع بن زبیر ہے جو صحیح نہیں ہے ۱۸۴  
لقمان سلفی ہندوستانی محقق نے اس پر کچھ نہیں کہا البتہ مصنف کی اصل عبارت  
نافع بن زبیر کو نافع بن جبیر سے بدل دیا، اس طرح مصنف کی جہالت پر پردہ ڈالا ہے۔

### ۴۹ کا بقیہ

ہوتی تو ان ضعیف احادیث پر عمل نہ کرنے کی معقول وجہ تھی، مگر پورے ذخیرہ حدیث میں ایک  
حدیث بھی گردن پر سج کرنے کے بارے میں منع کی نہیں ہے، تو جن احادیث میں اس کا ثبوت  
ہے اس کا انکار کرنا یہ کم فہمی اور بد فہمی کی بات ہوگی۔

آپ اپنے سلفی دوستوں سے گردن پر سج نہ کرنے کی کوئی صحیح یا ضعیف حدیث  
کا مطالبہ کریں دیکھئے ان کے چہرے کا رنگ اڑ جائے گا۔

امید ہے میری اس تحریر سے آپ کو کچھ تسفی ہوئی ہوگی، میں نے طوالت سے  
بچنے کیلئے احادیث کی کتابوں سے مزید احادیث کا ذکر نہیں کیا۔ والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

خط اور اس کا جواب

محمد ابو بکر غازی پوری

## وضو میں گردن پر مسح کے بارے میں

مکرمی حضرت مولانا غازی پوری صاحب دام مجده  
سلام کنون ! امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

زمر میں سوالات و جوابات کا جو سلسلہ ہے وہ بہت مفید ہے، یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے سوالات کے جوابات کا جو سلیقہ آپ کو دیا ہے۔ وہ ”تانا بخشد خدائے بخشنده“ والی سعادت ہے۔

محترم، وضو میں گردن پر مسح کے بارے میں اپنی معلومات سے مستفید فرمائیں  
ایک سلفی دوست اس کا بڑی شدت سے انکار کرتے ہیں۔ والسلام  
رئیس احمد جوگیشوری ممبئی

سزا حرم ! وضو میں گردن پر مسح کے بارے میں میرا ایک مضمون جواب کی  
شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ اور جو میری کتاب ارمغان میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔  
جو سلفی صاحب اس کا شدت سے انکار کرتے ہیں، وہ غلطی ہیں اور ان کا  
حدیث کا مطالعہ کمزور ہے، وہ اپنے علماء کی کتابوں سے بھی ناواقف ہیں، اور کبار  
محدثین کا اس بارے میں نقطہ نظر کیا ہے، اس کا بھی ان کو علم نہیں ہے۔

غیر مقلدین علماء میں علامہ شوکانی اور ذاب صدیق حسن خاں صاحب کا بہت  
بلند مقام ہے، یہ دونوں حضرات گردن پر مسح کے قائل ہیں، محدثین میں سے امام بغوی جو

کبار ائمہ حدیث میں سے ہیں، وہ بھی گردن پر مسح کو مستحب قرار دیتے ہیں، محدث ابن سید الناس بھی گردن پر مسح کے قائل ہیں، اور سید سے بڑی بات یہ ہے کہ خود بخاری شریف کی حدیث سے گردن پر مسح ثابت ہے، تو گردن پر مسح کا انکار کیسے درست ہوگا۔ احناف تو گردن پر مسح کو مستحب کہتے ہیں مگر شوافع میں سے بعض حضرات تو اس کو سنت بتلاتے ہیں۔

آپ بتلائیے کہ ہم آج کے سلفی حضرات کی بات سنیں جن کا علمی سرمایہ صرف شیخ البانی کی تحقیقات ہیں یا مذکورہ بزرگوں کی سنیں جن کا علمی پایہ اہل علم میں مسلم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ گردن پر مسح تو بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہے، شاید اس پر آپ چونکیں، مگر چونکنے کی ضرورت نہیں ہے، میں بخاری شریف کی روایت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اسے ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف، باب مسح الرأس کہ میں عبد اللہ بن یوسف سے امام بخاری نقل کرتے ہیں، اور وہ امام مالک سے اور وہ عمر ابن یحییٰ المازنی سے اور وہ اپنے باپ سے کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن زید سے (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے) فرمایا کہ کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے دکھلا سکتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ ہاں میں دکھلا سکتا ہوں، پھر انھوں نے وضو کر کے اس سائل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دکھلایا، تو سر پر مسح کی جو کیفیت اس حدیث پاک میں اس کو راوی نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

ثم مسح رأسه بیدیه فاقبل بهما وادبر، بدأ بمقدم رأسه حتى ذهب بهما الى قفاه ثم رد هما الى المكان الذي بدأ منه۔

یعنی پھر انھوں نے سر کا دونوں ہاتھ سے مسح کیا، شروع سر سے ابتدا کی اور دونوں ہاتھوں کو گردن کی گدی تک لے گئے، پھر اس جگہ سے اپنے ہاتھوں کو وہاں واپس واپس جہاں سے مسح کی ابتدا کی تھی۔

اس روایت میں قفاه کا لفظ ہے، اور بعض روایات میں قذال کا لفظ ہے، قذال

اور قفا کا معنی ایک ہی ہے یعنی سر کے پیچھے گردن کا حصہ جس کو اردو میں ہم ”گدی“ کہتے ہیں۔ اب آئیے ان تینوں لغتوں کی ہم بغوی تحقیق کریں۔ منجد میں ہے۔ القفاء مؤخر العنق یعنی قفا گردن کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں۔ القذال کے بارے میں لکھا ہے ما بین الاذنین من مؤخر الراس۔ یعنی قذال کہتے ہیں اس جگہ کو جو دونوں کانوں کے درمیان گردن کا پچھلا حصہ ہے، اسی کو ہم اردو میں گدی کہتے ہیں، گدی کے بارے میں فیروز اللغات میں لکھا ہے۔ سر کا پچھلا حصہ گردن کا پچھلا حصہ۔

اب جب بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کے پچھلے حصہ پر یا دونوں کانوں کے درمیان جو گردن کا حصہ ہے اس پر مسح کیا تو یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کا مسح نہیں کیا ہے یا گردن کا مسح کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، کس قدر غلط بات ہے، اور یہی وجہ ہے کہ بعض شوافع علماء نے گردن کے مسح کو سنت بتلایا ہے۔

روایانی مشہور شافعی امام فقہ و حدیث ہیں، ان کی کتاب ”بکر“ ہے، اس میں وہ فرماتے ہیں۔ قال اصحابنا ہوسنتہ، یعنی ہمارے فقہاء کا قول ہے کہ گردن پر مسح کرنا سنت ہے، شوافع میں سے امام بغوی مشہور محدث اور امام سنت ہیں، وہ گردن کا مسح مستحب بتلاتے ہیں، ابن الرفقہ سے شوکانی نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ امام بغوی گردن پر مسح کرنے کو مستحب کہتے ہیں، پھر ابن الرفقہ فرماتے ہیں۔

ولا ماخذ للاستحباب الا خبر ادا اثر لان هذا الاجمال للقياس فيه۔ یعنی امام بغوی نے گردن کے مسح کو جو مستحب بتلایا ہے تو اس کا ماخذ کوئی نہ کوئی حدیث یا اثر ہوگا۔ اس لیے کہ اس طرح کی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔

اور یہی بات حافظ ابن حجر بھی فرماتے ہیں، انھوں نے موسیٰ بن ابی طلحہ کی اپنی کتاب تلخیص الجیر میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضرت موسیٰ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جس نے اپنی گردن کی گدی کا مسح کیا

وہ قیامت کے روز گردن میں طوق پہنائے جانے سے بچایا جائے گا۔

حافظ نے اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا ہے، کہ اگرچہ یہ حدیث صحابی کا قول ہے مگر اس کا حکم مرفوع حدیث کا ہے، اس لئے کہ اس طرح کی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ جن لوگوں نے سر کے مسح کو بدعت قرار دیا ہے ان کا رد کرتے ہوئے علامہ شوکانی

فرماتے ہیں۔ وبجميع هذا تعلم ان قول النودى مسح الرقبة بدعة وان حديثه موضوع هجاء فتنه۔ یعنی ہماری ان تمام بحثوں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے گردن کے مسح کو بدعت اور اس کی حدیث کو جو موضوع

بتلایا ہے وہ حق و صواب سے دور بات ہے۔ (نیل الاوطار ص ۱۸۲)

حکیم صادق صاحب اپنی نماز کی کتاب صلوٰۃ الرسول میں لکھتے ہیں۔

.. اوپر آپ ٹپھ چکے ہیں کہ سر کا مسح کرتے وقت حضورؐ اپنے ہاتھوں کو گدی تک بیٹاتے تھے اور گدی سر کا پچھلا حصہ ہوتا ہے جس میں کچھ گردن بھی آجاتی ہے، اور حوالہ دیا ہے سلم شریف کا۔

سوال یہ ہے کہ جب سر کے مسح کے ساتھ گردن کا بھی کچھ حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک سے ثابت ہے تو گردن کے مسح کا مطلق انکار کرنا حکیم صاحب کی انتہائی جرات کی بات ہے، حکیم صاحب کا اقرار اور انکار ساتھ ساتھ چل رہا ہے، عموماً غیر مقلدین اسی طرح چلتے ہیں۔

علامہ شوکانی نے مسند احمد بن احمد سے گردن کے مسح کے سلسلہ کی یہ روایت نقل

کی ہے۔ عن لیث عن طلحة بن مصرف عن ابیہ عن جلالہ انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح راسہ حتی بلغ القذال وما یلیہ من مقدم العنق۔

یعنی لیث طلحہ بن مصرف اور طلحہ اپنے باپ اور ان کے باپ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سر کا مسح کیا



یہاں تک آپ کا ہاتھ گردن کے پچھلے حصہ تک اور گردن سے ملے ہوئے حصہ تک پہنچا۔  
 اس حدیث کو ضعیف بتلایا گیا ہے، اس کے راوی لیث بن ابی سلیم پر لوگوں نے  
 کلام کیا ہے، سوال یہ ہے کہ لیث قابل اعتبار ہے یا نہیں، اگر بالکل قابل اعتبار نہیں ہے  
 تو امام مسلم جیسا امام اس کی حدیث اپنی کتاب میں کیوں لایا ہے۔ (دیکھو نیل الادوار ص ۱۸۵)  
 اس روایت کو لیث راوی کی وجہ سے مجروح قرار دینے کا مطلب ہے کہ امام مسلم کی ہر وہ  
 روایت ضعیف ہے جس کی سند میں یہ راوی ہے، حالانکہ روایت میں وہی بات کہی گئی ہے  
 جس کا ثبوت امام بخاری کی روایت سے ہو رہا ہے، البتہ وہاں یلیہ من مقدم العنق  
 کی اس میں زیادتی ہے، مگر یہ زیادتی بھی حسن درجہ کی ہے۔ نیل الادوار میں ابن سید الناس  
 نقل کیا گیا ہے۔ وفیہ زیادة حسنة وهي مسح العنق یعنی اس میں ایک زیادتی ہے وہ  
 گردن کا مسح ہے، امام شوکانی فرماتے ہیں۔

فانظر كيف صح هذا المحفوظ بان هذا الزيادة المتضمنة لمسح  
 العنق حسنة۔ یعنی دیکھو اس محفوظ حدیث نے کیسی صراحت سے بیان کر دیا کہ گردن  
 پر مسح والی اس حدیث میں جو زیادتی ہے وہ حسن درجہ کی ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی انصاف پسند ہماری اب تک کی گفتگو سننے کے بعد  
 گردن کے مسح کا انکار کرے گا۔

ایک بات اور یاد رکھیں اگر ضعیف حدیث بالکل ہی ناقابل اعتبار ہوتی اور اس کا  
 درجہ من گھڑت روایت کا ہوتا تو محدثین اور فضلاء صحاح ستہ کے محدثین ضعیف روایات  
 کو اپنی کتابوں میں ہرگز ذکر نہ کرتے، مگر پچہ پچہ جانتا ہے کہ حدیث کی دوسری کتابوں کو تو  
 چھوڑے صحاح ستہ میں ضعیف احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، محدثین کا ان احادیث  
 کا اپنی کتابوں میں ذکر کرنا یہی سب سے بڑا قرینہ ہے کہ ضعیف حدیثیں موضوع احادیث کے  
 درجہ کی نہیں ہوتی ہیں کہ اس پر عمل کرنا اور اس سے حجت پکڑنا حرام ہو، ہاں اگر ان ضعیف حدیثوں  
 کے مقابلہ میں گردن پر مسح نہ کرنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث منقول  
 بقیہ ص ۴۲ پر

مجلہ اہل مفتاح

## امام ذہبی کے کچھ سنہرے ملفوظات

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ساتویں صدی کے فخر زمانہ محدث تھے، آپ کی پیدائش ۶۷۲ھ میں ہوئی اور وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی، اپنے زمانہ میں دنیا کے علم و فضل میں کیلتا تھے۔ آپ کی تصانیف کے صفحات کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، ایک ایک تصنیف کئی کئی ہزار صفحات پر مشتمل تھی، آپ کی بہت سی وہ کتابیں جن کا ذکر صرف اہل علم کی کتابوں میں ملتا تھا اور جو زمانہ کی نگاہوں سے اوجھل تھیں ان میں سے بہت سی کتابیں اس زمانہ میں منظر عام پر آگئی ہیں، انہیں تصانیف میں آپ کی یادگار زمانہ کتاب سیر اعلام النبلاء ہے، جو اٹھارہ جلدوں میں استاد محمد امین مصری کی تحقیق سے قاہرہ کے شائع ہوئی ہے، استاد محمد امین مصری نے اس کتاب پر ایک طویل مقدمہ لکھا ہے، اسی مقدمہ سے حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اقوال اہل علم کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد

ہر طرح کے گناہوں سے معصوم تھے

امام ذہبی فرماتے ہیں :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ تھے۔ فرماتے ہیں۔ ما زال المصطفیٰ محفوظاً قبل الوحی وبعده، اگر کوئی

یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کا ذبیحہ نبوت سے پہلے کھاتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قریش کا ذبیحہ کھانا اس وقت جائز تھا، ان کے ذبیحہ کی حرمت کا تعلق نبوت کے بعد سے ہے جیسے شراب اسلام سے پہلے جائز تھی، اسلام نے اس کو حرام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ نبوت سے پہلے زنا سے معصوم تھے، آپ نے کبھی بتول کو سجدہ نہیں کیا، خیانت، بد عہدی، جھوٹ، شراب نوشی اور ہر طرح کے رذائل اور یہودہ کاموں سے آپ نبوت سے پہلے بھی اسی طرح معصوم تھے جس طرح نبوت کے بعد، آپ کی زبان سے کبھی گندہ کلمہ نہیں نکلا، آپ نے کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں کھولا، آپ نے کبھی ننگے ہو کر مشرکین عرب کی طرح طواف نہیں کیا، نہ آپ نے مشرکین کی طرح یومِ عزدہ کو مزدلفہ میں وقوف کیا، غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے پہلے بھی پوری زندگی جاہلانہ رسوم و عبادات اور شرکانہ افعال سے پاک تھی۔ (صفحہ ۸۳)

## (۲) رافضیت وہ مرض ہے جس سے چھٹکارا مشکل ہوتا ہے

امام عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی سیرت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں، کہ عشرہ مبشرہ امت محمدیہ میں سب سے افضل ہیں، مہاجرین سابقین میں ان کا مقام سب سے بلند ہے، بدری صحابہ میں سے یہ افضل ترین لوگ ہیں، اصحابِ شجرہ پر ان عشرہ مبشرہ کو فضیلت حاصل ہے، یہ دنیا اور آخرت میں زمین والوں کے سردار ہیں، پس اللہ رافضیوں کو اپنی رحمت سے دور کرے انکی گمراہی کا کوئی ٹھکانا نہیں، انھوں نے کیسے ان دس صحابہ کرام میں صرف ایک یعنی حضرت علی کی فضیلت کا اعتراف کیا بقیہ نو صحابہ کرام کا حق مارا، اور رافضیہ نے ان پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے حضرت علی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور وصیت کو چھپایا کہ خلافت حضرت علی کا حق ہے، اور اس حق کو صحابہ کرام نے ان سے چھین لیا۔ کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ صحابہ کرام جو اس کے افضل ترین لوگ تھے اور اپنے نبی کے عاشق اور ان پر خدا تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی نافرمانی کریں گے؟ لیکن رافضیت وہ بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے، اور ہدایت اللہ کا نور ہے، جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے

دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے۔ (ص ۹۲ ج ۳)

### (۳) مسلمان کے حق میں بہتر ہے کہ تجارت اور عبادت دونوں کو اختیار کرے

امام ذہبی فرماتے ہیں :

آدمی کے لئے بہتر بات یہ ہے کہ وہ تجارت اور عبادت دونوں کو اختیار کرے، تجارت کو چھوڑ کر صرف عبادت میں لگے رہنا بعض سلف اور صوفیہ کا طریقہ رہا ہے، بلاشبہ لوگوں کا مزاج اس بارے میں الگ الگ ہوتا ہے، بعض لوگ دونوں کام کر سکتے ہیں، صحابہ کرام میں سے جیسے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عبدالرحمن بن عوف، اور محدثین میں جیسے حضرت عبداللہ بن مبارک (رضی اللہ عنہم) وغیرہ تھے کہ یہ حضرات تاجر بھی تھے اور عابد بھی تھے، اور بعض لوگ تجارت نہیں کر پاتے ہیں وہ صرف عبادت میں لگے رہتے ہیں، بعض کچھ مدت دونوں کام کرتا ہے، اور پھر ایک کو چھوڑ دیتا ہے، یہ سب جائز ہے، مگر ہر حال میں بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی فرض ہے۔ (ص ۱۵ ج ۴)

### (۴) ان احادیث کا بیان نہ کرنا جائز ہے جن سے عقیدہ و عمل میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو

امام ذہبی فرماتے ہیں :

يجوز ان كتمان بعض الحديث التي تحول فتنة في الاصول والفروع  
او الملاح والزم اما حديث يتعلق بحل او حرام فلا يحل كتمانها بوجه  
فانه من البينات والهدى۔ (ص ۱۶۸ ج ۴)

یعنی جن احادیث کے عقیدہ و عمل میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اس کا بیان نہ کرنا جائز ہے  
ابنہ جن احادیث کا تعلق حلال و حرام سے ہو اس کا چھپانا جائز نہیں ہے، اس لئے یہ احادیث  
شرعی احکام کے دلائل ہوتی ہیں، اور ان پر ہدایت کا مدار ہے۔

## (۵) حدیث کا زیادہ بیان کرنا پسندیدہ عمل نہیں ہے

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم تھا کہ حدیثیں کم بیان کرو، اور انھوں نے بہت سے صحابہ کرام کو زیادہ حدیث بیان کرنے پر زبرد تو بیچ کیا تھا، اس کے بعد امام ذہبی فرماتے ہیں :

اے لوگو تم پر اللہ کی قسم ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کو احادیث زیادہ روایت کرنے سے روکا جاتا تھا حالانکہ وہ زمانہ صدق و عدالت سے متصف لوگوں کا زمانہ تھا تو بتلاؤ کہ ہمارے اس زمانہ کے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے، اس دور میں منکر اور غریب احادیث کی روایت کرنا جائز ہوگا، جب کہ اس زمانہ میں احادیث کے متنوں کی سندیں بہت زیادہ طویل ہو گئی ہیں، اور وہم اور غلطی کی کثرت ہے، اسلئے ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم لوگوں کو اس سے روکیں، حدیث کی کثرت سے روایت کرنے پر پابندی لگائیں، اور ان محدثین کا تو عجیب حال ہے کہ وہ صرف غریب اور ضعیف احادیث کی روایت کرنے اور نقل کرنے پر اکتفا نہیں کرتے ہیں بلکہ اب تو سلسلہ یہ چل پڑا ہے کہ موضوع اور باطل حدیثوں کو روایت کرنے لگے ہیں اور وہ ایسی حدیثوں کو روایت کرتے ہیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام، غزوات اور زہد سے ہوتا ہے حالانکہ ان کا وقوع محالات میں سے ہے۔

پھر فرماتے ہیں :

پس جو محدث اس طرح کی حدیثیں روایت کرتا ہے مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے، وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے، سنتوں کے ساتھ زیادتی کرنے والا ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہیگی، اگر وہ باز نہ رہا تو وہ ناسق ہے، اور انسان کے گناہ گار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ بھابت وہ سننے اس کو بیان کرنے لگے، آج یہ بلا محدثین میں عام ہو گئی ہے اور محدث بن کر بہت سے لوگ محدثین کی جماعت میں شمار ہونے والے بن گئے ہیں، اور مسلمان ان پر بھروسہ کرنے لگے ہیں، جب محدثین کا یہ حال ہو گیا ہے تو پھر فقہاء اور متکلمین پر انہماک زار افنگی سے کیا فائدہ۔ (فتاویٰ ۱۴۱-۱۴۲)

(۶) تمام صحابہ کرام سے محبت کرنا اور ان کے درمیان جو اختلاف رونما ہوئے ہیں ان سے زبان بند رکھنا اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے

امام ذہبی فرماتے ہیں :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے شہید کو رضی اللہ عنہ کہنے سے خاموشی اختیار کرنے والے میں شیعیت کا اثر ہوتا ہے، اور جو ان کی تفتیش کرے اور ان سے بغض رکھے وہ بکے نمبر کا شیعہ ہے اس کو سزا دی جائے گی اور اگر وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تفتیش کرتا ہے تو یہ شخص خبیث رافضی ہے، اسی طرح سے وہ بھی خبیث قسم کا خارجی ہے جو حضرت علی کی مذمت کرے ایسے شخصوں کو سزا دی جائے گی، اور اگر حضرت علی کی کوئی تکفیر کرتا ہے تو وہ خارجی ہے اہل سنت سے باہر ہے، ہم اہل سنت کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کیلئے استغفار کرتے ہیں اور سب سے محبت کرتے ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلاف اور لڑائی واقع ہوئی اس کے ذکر سے اپنی زبان کو روکتے ہیں۔ (۷۰ ص ۵۷-۵۸)

(۷) ذکر اللہ کی سعادت وہی حاصل کرتا ہے جس کو اللہ توفیق دے

حضرت امام ذہبی نے حضرت ابن عون کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ذکر الناس داع و ذکر اللہ دواع یعنی لوگوں کا ذکر کا مرض ہے، اور اللہ کا ذکر کرنا دوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں ای واللہ فالعجب مناد من جہلنا کیف ندع الدواع ونقتحم الداء، قال اللہ تعالیٰ : فاذا کرونی اذکرکم، و ذکر اللہ اکبر، وقال : الذین امنوا و نظمئنا قلوبہم الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، ولكن لا یتھیا ذلک الا بتوفیق اللہ ومن ادمن الدعاء، ولا نرہم قراع الباب فتح له۔ (ص ۲۳۷-۲۳۸ ج ۶)

یعنی ہاں اللہ کی قسم بات یہی ہے، پس ہم پر اور ہمارے جہل پر تعجب ہوتا ہے کہ ہم کیسے دور کو چھوڑ دیتے ہیں اور مرض میں پڑ جاتے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے، تم لوگ مجھے یاد کرو، میں تم لوگوں

گویا کروں گا، اور اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے کہا جو ایمان لائے اور ان کا دل مطمئن ہے، خوب جان لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، لیکن یہ سعادت انہیں کو ملتی ہے، اللہ کی توفیق جن کے شامل حال ہوتی ہے، اور خوب سمجھ لو کہ جو اللہ سے دعا کرتے رہیں، اللہ کا دروازہ ہمیشہ کھٹکتا رہتا ہے، اس کے لئے اللہ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

## (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے

حافظ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

النبي صلى الله عليه وسلم لا يبلى ولا تاكل الارض جسدا ولا يتغير ريحدا، بل هو الآن - ما زال - اطيب ريحا من الملك وهو حي في لحدہ  
حياة مثله في البرنخ التي هي اكمل من حياة سائر النبين - ميتہ  
یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوسیدہ نہیں ہوں گے، نزمین آپ کے بدن کو کھائے گی نہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو میں کچھ تغیر ہوگا۔ بلکہ آپ اس وقت مشک سے زیادہ خوشبو  
والے ہیں اور آپ کا ہمیشہ یہی حال رہا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح  
سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حیات برزخی حاصل ہے۔ آپ کی حیات قبر شریف میں اس  
سے بھی کامل اور اکمل ہے۔

مکمل و جمل مفتاحی

## الدوالے

# حفص بن غیاث النخعی

بغداد اور پھر کوفہ کے قاضی تھے، حافظ حدیث تھے، حافظ ذہبی ان کو الامام الحافظ کے نام سے یاد کرتے ہیں، کبار محدثین اور ائمہ حدیث نے ان سے احادیث کا سماع کیا تھا، ابن مدینی اور امام دکیع جیسے اجلہ محدثین ان کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، زبانی احادیث بیان کرتے تھے، محدثین نے تین چار ہزار حدیثیں ان سے لکھی تھیں اور یہ سب انھوں نے اپنے حافظہ سے لکھوائی تھیں، عہدہ قضا کی شان کو انھوں نے حق گوئی اور دیانت داری سے دو بالا کیا تھا، قضا کا عہدہ بھی انتہائی درجہ مجبوری میں قبول کیا تھا، فرماتے تھے کہ جب میرا افلاس اس حد تک پہنچ گیا کہ میرے لئے مردہ کھانا حلال ہو گیا تو میں نے مجبور ہو کر قاضی بننا قبول کیا، یہ کس شان کے قاضی تھے، اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔

ابو ہشام کہتے ہیں کہ وہ مقدمات کے فیصل کرنے کیلئے بیٹھ چکے تھے کہ خلیفہ کا قاصد انکو بلانے کیلئے آیا، تو انھوں نے خلیفہ کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب میں ان لوگوں کے مقدمات کا نمٹاؤں گا تو آؤں گا۔

علیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ پندرہ روز بیمار رہے، اور مقدمات فیصل کرنے کا کام انجام نہ دے سکے تو اپنے لڑکے کو بلایا اور ڈیڑھ سو درہم پندرہ روز کی تنخواہ انکو دے کر کہا کہ شہر کے گورنر کے پاس جاؤ اور اس کو واپس کر دو اور کہو کہ چونکہ میں نے پندرہ روز کام نہیں کیا اسلئے اس کا لینا میرے لئے جائز نہیں ہے یہ مسلمانوں کا مال ہے اور انھیں کا حق ہے۔



حفص بن غیاث کی اس قسم کی تربیت حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے زیر سایہ رہ کر ہوئی تھی، وہ امام کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ جو اہل حنیفہ میں امام قرشی فرماتے ہیں کہ یہ امام کے ان تلامذہ میں سے تھے جن کے بارے میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ انتم مسارقہ دجلہ و حزنی، یعنی تم لوگوں کو دیکھ کر میرا جی خوش ہوتا ہے اور میرا غم جاتا رہتا ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حفص بن غیاث حضرت امام اعظم کے ان دس اصحاب میں سے ایک تھے جنہوں نے حضرت امام کی کتابوں کو جمع کیا تھا اور ان کے مسائل کا اظہار کیا تھا۔  
( از ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون )

۲۲ سابقہ

کہاں تک صداقت ہے۔

البتہ مولانا مودودی اور علامہ حسین میں فرق یہ ہے کہ علامہ حسین واقعات کے بیان میں کتابوں کے حوالے نہیں دیتا مگر مولانا مودودی اس کا التزام کرتے ہیں کہ جوابات کہیں اس کے کئی کئی حوالے پیش کریں، اس طرح انہوں نے اپنی کتاب کو زیادہ محقق اور زیادہ جاندار بنا دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں غلطالت و گمراہی کا پہلو علامہ حسین کی کتابوں سے زیادہ پیدا ہو گیا ہے۔

مجلہ مفتاحی

## مرسل روایت کو رد کرنے والے برص (کوڑھ) کے مرض میں گرفتار ہو گئے

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے جلیل القدر استاذ مشہور محدث حضرت علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کیلئے مناسب نہیں ہے کہ جب اس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچے تو وہ اس کو جھٹلائے اگرچہ وہ حدیث مرسل ہی کیوں نہ ہو، اسلئے کہ ایک جماعت نے حضرت امام زہری کی مرسل روایت ” قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْتَجِمَ فِي يَوْمِ السَّبْتِ أَوْ الْأَرْبَعَاءِ فَاصَابَهُ وَضَحٌ (ای برص) فَلَا يُلَوِّنُ إِلَّا نَفْسَهُ “ یعنی حضرت امام زہری نے کہا کہ حضور کا ارشاد تھا کہ جس نے سینچر یا بدھ کے روز فصد کھلوائی اور اسے کوڑھ کا مرض پیدا ہو گیا تو وہ اپنے ہی کو طاعت کرے ” کہ جھٹلایا تو انھیں یہ مرض لاحق ہو گیا، مثلاً مشہور محدث حضرت عثمان بنی اس حدیث کو رد کرتے تھے اور ان دونوں دنوں میں فصد کھلواتے تھے تو ان کو یہ مرض پیدا ہو گیا، اسی طرح اس مرسل روایت کو رد کرنے والے اور ان دنوں میں فصد کھلوانے کا عمل کرنے والے میں عید الوارث ابن سعید القفوی تھے تو ان کو بھی یہ مرض لاحق ہوا، اور اس مرسل روایت کو رد کرنے والے اور ان دنوں میں فصد کھلوانے کا عمل کرنے والے ابو داؤد تھے، انکو بھی یہ مرض پیدا ہوا اور ایسا عمل کرنے والے عبد الرحمن بھی تھے تو وہ بڑی سخت معیبت میں گرفتار ہوئے۔

(حوالہ کیلئے دیکھئے التعریف بادھام من قسم السنن الی الصحیح والضعیف ص ۱۱۱)  
 آج بھی ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو ضعیف حدیث کا سرے سے منکر  
 ہے اور ضعیف حدیث کو موضوع اور من گھڑت حدیث قرار دیتا ہے، جبکہ متقدمین  
 کا یہ عمل ہرگز نہیں رہا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ تمام بڑے بڑے محدثین نے ضعیف  
 حدیث کو اگر انکی تحقیق میں وہ من گھڑت اور موضوع نہیں ہے، اپنی کتابوں میں  
 درج کیا ہے کہ محض سند کے ضعف سے یا راوی کے مجروح اور متکلم فیہ ہونے سے  
 اصل حدیث کا بطلان لازم نہیں آتا۔

آپ نے اوپر مرسل روایت کے رد کرنے والوں کا حال ملاحظہ فرمایا کہ وہ  
 کیسے عذاب میں مبتلا ہو گئے، اب آپ دیکھیں کہ آج کے محققین کا اعلان کیا ہے۔  
 پاکستان کا حاکم السلوۃ الرسول پر تحقیق کرنے والا غیر مقلد عالم انی کتاب  
 میں لکھتا ہے۔ ”جب یہ ثابت ہوا کہ محدثین کے نزدیک یہ روایت (یعنی آنحضرتؐ  
 کا یہ ارشاد کہ جسے قے آئے یا نکیر بھوٹے یا کچھ کھا ناپیٹ سے منہ میں آئے تو  
 نماز سے نمازی پھر جائے) مرسل صحیح ہے، اور مرفوعاً غیر صحیح ہے، لہذا اس سے  
 حجت لینا درست نہیں کیونکہ مرسل روایت قابل حجت نہیں۔“  
 (مسکوٰۃ الرسول محقق ص ۱۴)

نمبر ۱۔ جمل مفتاحی

طناشیرانی

## خمار سلفیت

شیخ جگنو نے اپنا ادھاسر منڈایا، پوراسر منڈا ناسنت ثابت نہیں

بیٹا - اباجی -

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی آپ کو کچھ معلوم ہے، شیخ جگنو حفظہ اللہ اپنا سر آدھا منڈا کر شہر میں گھوم رہے ہیں، اور ان کے ہاتھ میں نواب صاحب بھوپالی کی کوئی کتاب ہے۔

باپ - بیٹا - ہماری جماعت میں ہر روز ایک نیا تماشہ ہوتا ہے اور ہم لوگ ہر دن ایک نئے سرے سے اہلحدیث بنتے ہیں، پہلے والی اہلحدیثیت منسوخ ہو جاتی ہے اور دوسری ناسخ اہلحدیثیت جلوہ افروز ہو جاتی ہے عجیب تماشے کے ہمارے لوگ ہیں۔

بیٹا - اباجی آپ بہت خفا معلوم ہوتے ہیں کیا شیخ جگنو کے قلعہ کا آپ کو علم ہے۔  
باپ - آج صبح ہی صبح شیخ جگنو حفظہ اللہ نے آکر یہ خبر سنائی تھی اسی وقت سے طبیعت بے کیف سی ہے۔

بیٹا - آخر شیخ جگنو حفظہ اللہ پر آدھے سر منڈانے کا دورہ کیسے پڑا اور ان کے ہاتھ میں وہ کون سی کتاب ہے؟

## شیخ کلہ حفظہ اللہ نے تنہا عید کی نماز پڑھی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اب کی دفعہ عید کی نماز شیخ کلہ نے لوٹا بابا کی مسجد میں پڑھی

باپ - بیٹا وہ مسجد تو غیر آباد جگہ ہے وہاں انہوں نے کس کے ساتھ نماز پڑھی؟

بیٹا - اباجی شیخ کلہ حفظہ اللہ نے وہاں تنہا ہی نماز گزاری، خود ہی تقریر کی، خود ہی تقریر کو سنا، خود ہی نماز ادا کی اور خود ہی خطبہ پڑھا، اور خود ہی خطبہ سنا، خطبہ پڑھتے جا رہے تھے اور سنتے جا رہے تھے۔

باپ - آخر شیخ کلہ حفظہ اللہ نے یہ ڈھنگ کیوں اختیار کیا؟

بیٹا - اباجی وہ کہتے ہیں کہ بہت سے شرعی مسائل پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، جس کی وجہ سے وہ مسائل یتیمی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، ان مسائل کی سرپرستی عال بالشریعت کو ضروری ہے۔

باپ - تو عید کی نماز کا تنہا ادا کرنا انہیں مسائل میں سے ہے؟

بیٹا - جی اباجی، عید کی نماز تنہا پڑھنا بھی شرعی مسئلہ ہے اور ہماری جماعت نے آج تک اس مسئلہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور اسے یتیمی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا ہے۔

باپ - یہ کہاں لکھا ہے کہ عید کی تنہا نماز پڑھنا بھی درست ہے؟

بیٹا - اباجی یہ مسئلہ ذاب صاحب کی مشہور مسئلے مسائل والی کتاب بند و رالاحلہ میں لکھا ہے۔ ذاب صاحب فرماتے ہیں

• و نماز عید نمازے از نماز ہا است پس تنہا و با جماعت ہر دو صحیح باشد

یعنی عید کی نماز بھی نمازوں میں سے ایک نماز ہے اس لئے اسے تنہا اور جماعت کے ساتھ

باپ - بیٹا، وہ نواب صاحب کی کتاب البنیان المصوب اس کا نام ہے، شیخ گلگونی اس میں یہ لکھا دیکھا ہے۔

.. دیگر درہنی از خلق تمام بر اس دلیل نیامدہ، اگرچہ خلاف سنت و از شیوہ خوارج است۔ ۱۶۹

یعنی تمام سرمنڈانے سے منہ کی کوئی دلیل نہیں ہے اگرچہ تمام سرکا منڈانا سنت کے خلاف اور خوارج کی علامت ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ جب تمام سرکا منڈانا خلاف سنت ہے تو آدھا سرمنڈانا عین سنت ہوگا۔

بیٹا۔ نواب صاحب کی بات کہ سارا سرمنڈانا خوارج کی علامت اور خلاف سنت ہے کیا تک درست ہے۔

باپ - بیٹا۔ نواب صاحب کا یہ فرمان تو میرے حلق سے بالکل نیچے نہیں اترتا، قرآن پاک میں سورہ فتح کے آخری رکوع میں ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو یہ خواب دکھلایا تھا کہ وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد حرام میں سرمنڈا کر داخل ہوں، یا بال چھوٹا کر کر کے داخل ہوں گے، اسی وجہ سے احرام کو کھولتے وقت عمرہ اور حج میں سرمنڈانا افضل عمل قرار پایا، تو اگر یہ خلاف سنت عمل اور خوارج کی علامت تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے حج اور عمرہ کے موقع پر کیوں پورا سر منڈایا۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کا کچھ سر منڈا ہوا ہے اور کچھ باقی ہے تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا ایسا نہ کرو یا تو پورا سر صاف کر دو یا پورا چھوڑ دو، ابوداؤد ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل منقول ہے کہ وہ ہمیشہ پورا سر منڈائے رکھا کرتے تھے۔

بیٹا۔ اباجی، ہمارے نواب صاحب کو ان باتوں کی خبر نہیں تھی؟

باب - یہ نہیں سنا۔

دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔

باپ - بیٹا لیکن یہ تو قیاس ہے، نواب صاحب نے اس کی حدیث سے کوئی دلیل بھی پیش کی ہے؟

بیٹا - نواب صاحب نے تو اس پر کوئی حدیث نہیں پیش کی ہے، بس اس یتیم مسئلہ کی صرف سرپرستی فرمائی ہے۔

باپ - بیٹا، اللہ نواب صاحب سے سمجھے، مسئلہ گرٹھنا تو مقلدوں کا کام تھا۔ اب ہم ائمہ حدیث لوگ بھی یہ شریف کام کرنے لگے ہیں۔

بیٹا، تو اباجی نواب صاحب کا یہ مسئلہ بلا دلیل ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## شیخ جن جن حفظہ اللہ نے تنہا جمعہ کی نماز ادا کی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - آج کا دن جمعہ کا تھا، ایک واقعہ کا شہر میں بڑا چرچا ہے۔

باپ - کیا ہوا بیٹا؟

بیٹا - اباجی، شیخ جن جن حفظہ اللہ نے جمعہ کی نماز دریا کنارے والی مسجد میں تنہا ادا کی، لوگوں میں بڑی چہ میگوئیاں ہیں۔

باپ - بیٹا یہ خبر غلط ہو گئی، شیخ جن جن حفظہ اللہ تو پڑھے لکھے بڑے فاضل عالم دین ہیں، ان کو معلوم ہو گا کہ جمعہ کا لفظ ہی بتلا رہا ہے کہ جماعت کے بغیر اس کا تحقق نہ ہو گا تو جمعہ کی نماز تنہا کیوں پڑھیں گے۔ ہمارے اسلاف میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا، شیخ جن جن حفظہ اللہ اس بدعت کو کیسے روار کھیں گے۔

بیٹا - اباجی - واقعہ یہی ہے کہ شیخ جن جن نے آج جمعہ کی نماز تنہا ادا کی ہے، تنہا خطبہ پڑھا۔

خود پڑھا، خود سنا اور پھر نماز جمعہ واسطے اللہ کے دو رکعت فرض کہہ کر سینہ پر ہاتھ باندھا، شیخ کلہ حفظ اللہ سے اس بارے میں ان کی تکرار بھی ہوئی۔

باپ۔ بیٹا۔ شیخ جمن حفظہ اللہ نے اس کیلئے کسی حدیث کا حوالہ دیا۔  
بیٹا۔ اباجی۔ انھوں نے حدیث کا حوالہ نہیں دیا، مگر نواب صاحب کی کتاب بدور اللاحۃ سے اس کا فتویٰ دکھایا۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ :

۔ استدلال با آنکہ چون جمعہ فلاں وقت قائم شدہ عدد حاضرین

چھاں بود باطل است۔ (ص ۱۷)

یعنی نماز جمعہ کیلئے جماعت شرط بتلانے والے کا یہ استدلال کرنا کہ

جب جمعہ قائم ہوا تھا تو حاضرین کی تعداد اتنی تھی یہ استدلال باطل ہے۔  
باپ۔ مگر ہم اہلحدیث لوگ ہیں، اس کیلئے تو ہمیں حدیث چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو لوگ کے ساتھ بھی کبھی جمعہ ادا فرمایا ہو۔

بیٹا۔ اباجی نواب صاحب کیا اہلحدیث نہیں تھے؟ انھوں نے بلا حدیث ہی یہ مسئلہ لکھلے؟

باپ۔ بیٹا، نواب صاحب، اہلحدیث ہوں یا نہ ہوں، اس سے ہمیں غرض نہیں، کوئی حنفی مقلد ہم سے اس کی دلیل طلب کرے گا تو ہم کیا کہیں گے۔

بیٹا۔ اباجی، آپ گھبرائیں نہیں، ہم خود اس حنفی مقلد سے کہیں گے کہ تم جماعت سے جمعہ پڑھنے والی حدیث پیش کرو۔

باپ۔ بیٹا، وہ حدیث تو ابو داؤد شریف میں ہے جس میں جمعہ کیلئے جماعت کی قید موجود ہے۔

بیٹا۔ اباجی، تو ہم شیخ عکبہ والنسہ استعمال کریں گے یعنی اس کے ضعیف ہونے کا شور مچا دیں گے

اباجی، ہے نا یہ زوردار نسہ؟

باپ۔ یہ نہیں بیٹا۔



مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہتی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۲ شمارہ ۲



ربیع الاول و ربیع الثانی  
سنہ ۱۴۳۰ھ

سالانہ چندہ — ۸۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستان دو سو روپے سالانہ

پاکستان سیریکلر دیش کے علاوہ  
غیر ممالک سے پیش فالو امریکی

مدیر مسئول و مدیر التحریر  
محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل سید غازی پور۔ پونی

موبائل نمبر 9453497685

23 3001

پن کوڈ

# فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۷	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۰	" "	کیا شرعی مسائل میں جیلوں کی گنجائش ہے؟
۲۲	" "	مقامِ صحابہؓ
۲۹	محمد عبداللہ قاری غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۳۶	محمد ابو بکر غازی پوری	ایمان العباد
۴۴	" "	ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے
۵۶	" "	حالات و واقعات
۵۷	ظہیر ارازی	خمارِ سلفیت
۶۴	ادارہ	میلاد شریف کا مرجع ملک معظم مظفر الدین

مجلد ۱۔ جمل مفتاحی مثنویاتھ بھنجن یوپی انڈیا

## اداریہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### زمزم بحرانی حالت میں

قارئین زمزم کو گزشتہ شمارہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ محض اللہ کی توفیق و تائید سے زمزم وقت برابر شائع ہوتے ہوئے اپنا گیارہواں سال کا سفر تمام کر چکا ہے اور اب وہ بارہویں سال میں داخل ہو گیا ہے، یعنی زمزم پر پورے گیارہ سال گزر گئے، اس مدت میں زمزم کے ذریعہ مذہب اہلسنت اور خاص طور پر فقہ حنفی کی کیا اور کیسی خدمات ادا ہوئی ہیں، اس کا ذکر ہم کیا کریں کہ اپنی خود ستائی ہوگی۔ قارئین زمزم کو خدا اس کا اندازہ ہوگا، ہم نے قصداً ان تعریفی خطوط کو نہیں چھاپا ہے جو مستقلاً زمزم کی تعریف میں ملک و بیرون ملک سے دفتر زمزم میں آئے ہیں، ان خطوط کو نہ چھاپنے کی وجہ ایک تو دہی اپنا مروج ہے کہ وہ تعریف کا خوگر نہیں، دوسرے زمزم کے محدود صفحات بھی اس کی بڑی وجہ بنتے ہیں خیال ہوتا ہے کہ ان تعریفی خطوط کی جگہ کچھ کام کی چیزیں شائع ہو جائیں، انہیں محدود صفحات کی وجہ سے زمزم میں کتابوں پر تبصرہ کا کام نہیں ہوتا، بعض اہل قلم کو اس کی وجہ سے شکایت بھی ہے۔

زمزم نے اس طویل مدت کا سفر کیسے طے کیا، اس کا اندازہ قارئین زمزم کو نہیں ہوگا کئی دفعہ صورت حال یہ ہوگئی کہ زمزم کا جاری رکھنا اور ایک شمارہ بھی شائع کرنا مشکل ہو گیا،

پھر اللہ کی نصرت ہوئی اور گاڑی آگے بڑھی، اس بارے میں عزیز گرامی میرے شاگرد رشید مفتی محمد سعید متاراسلمہ جنونی افریقہ اور عزیزم قاری محمد یوسف سلمہ، مقیم حال امریکہ کا قیمتی تعاون نے زمزم کی بڑی مدد فرمائی، نیز پاکستان میں زمزم ڈیڑھ سو کی تعداد میں جاتا ہے، وہاں سے بھی اعانت کی اچھی شکل نکلی آتی تھی۔

اب صورت حال یہ ہے کہ جو شمارہ گیارہ سال تک پاکستان چار روپے ٹکٹ میں جاتا تھا اب محکمہ ڈاک کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ اس پر ۳ روپے کا ٹکٹ لگایا جائے، اور پندرہ عدد کا ایک بندل جو محض بیس روپے میں جاتا تھا، اب اطلاع ملی ہے کہ اس پر ساڑھے تین سو کا ٹکٹ لگایا جائے۔ افریقہ اور لندن جو شمارہ سترہ روپے میں جاتا تھا اب ۳ روپے کا ٹکٹ لگاتا ہے۔ محکمہ ڈاک کے اس نئے ناگہانی اقدام کی وجہ سے زمزم کے تقریباً دو سو شمارے ٹکٹ لگے لگائے واپس ہو گئے اور زمزم ایک بڑے خسارہ میں مبتلا ہو گیا۔ ہندوستان میں زمزم کے قارئین گزشتہ بقایا کی ادائیگی نہیں کر رہے ہیں، بار بار توجہ دلانے کے باوجود بھی مدائے برخواست کا معاملہ ہے، ادارہ کے پاس اتنی سکت نہیں ہے کہ چنیدہ کی وصولیابی کے لئے مستقل ملازم رکھے، پاکستان کے ڈاک خرچ میں زبردست اضافہ کی وجہ سے پاکستان اب پرچہ بھیجا ممکن نہیں۔

اس وقت زمزم کی صورت حال یہ ہے کہ اگر قارئین اور محسنین کا ادارہ کو خصوصی تعاون نہیں ملا تو زمزم کے مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ زمزم نکلنا رہے گا یا بند ہو جائے گا۔

زمزم تو ایک معمولی اور بہت مفلس ادارہ سے شائع ہونے والا پرچہ ہے، بڑے اداروں سے نکلنے والے پرچوں کی ڈاک خرچ کے زبردست اضافہ کی وجہ سے حالت خراب ہے اور انھوں نے اپنے پرچوں کیلئے خصوصی تعاون کی درخواست کی ہے اور زر سالانہ میں زبردست اضافہ کیا ہے، مثلاً دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے نکلنے والا عربی پرچہ البعث ہے، اس کے مدیر کا بھی کہنا ہے کہ یہ پرچہ مالی بحران سے دوچار ہے اور محسنین سے ایڈیٹر نے

خصوصی تعاون کی درخواست کی ہے، مدیر صاحب محرم وصفہ کے البعث میں لکھتے ہیں۔

ان المصيبة التي فاجأتنا واضطرتنا الى كتابة هذه السطور

التواضعة هي ان مؤسسة البريد والطوابع اضافت في اجرة  
البريد ضعف ما كانت عليه فاجرة البريد لنسخة واحدة

كانت نحو اربعين روبية بالبريد الجوي مثلاً اصبحت الآن  
اكثر من خمس وسبعين روبية لنسخة واحدة . . . . .

الاهوال الذي سبب خسارة فادحة ليزانية المجلة، وحيث ان

العدد الثالث للمجلة الذي ارسلت<sup>(۱)</sup> الى قرائنا الكرام بالاجور

السابقة لم يصل اليهم وانما ارجع كلها<sup>(۲)</sup> الى مكتب المجلة۔

مدیر مجلہ ڈاکٹر سعید الرحمن الاعظمی النندی کاغذ و طباعت وغیرہ کی گرانی کا ذکر کرنے

کے بعد فرماتے ہیں، ایک ناگہانی مصیبت یہ پیش آگئی ہے اور جس کی وجہ سے یہ حقیر تحریر کرنی

پڑ رہی ہے کہ محکمہ ڈاک نے ڈاک خرچ میں دو گنا کا اضافہ کر دیا ہے، پہلے جو ایک عدد البعث

چالیس روپیہ میں جاتا تھا اب ایک عدد پر پچھتر روپے کا ٹکٹ لگانا ہوگا، جس کی وجہ سے

پرچہ کا بجٹ کو زبردست نقصان پہونچا ہے اور البعث کا تیسرا شمارہ جو پہلے کے ڈاک خرچ

پر بھیجا گیا تھا وہ قارئین کو پہونچا نہیں اور سارے پرچے واپس ہو گئے۔

نیز انھوں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ ہندل کی شکل میں اب غریب ملک میں پرچہ نہیں جاسکتا

صرف ایک ایک نسخہ چلے گا، اس لئے مجبوراً پرچہ کے سالانہ ذرا مشترک میں ادارہ کو اضافہ

کرنا پڑا ہے اور اب بیرون ملک کا سالانہ چندہ پچاس ڈالر امریکی ہوگا۔ (دس سین دو لاراً

امریکیا۔)

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب البعث جیسا پرچہ ڈاک خرچ کے اضافہ کی وجہ سے

مالی پریشانی کا شکوہ کرتا ہے اور ہندوستان میں زمر سالانہ تین سو روپیہ کر رہا ہے، بیرون ملک کیلئے تقریباً چوبیس سو ہندوستانی روپیہ اس کا سالانہ چھوڑا ہو گیا ہے تو زمر جیسے تغیر و فقیر یہی حال کیا ہوگا۔

اب زمر کے باقی رہنے کی بس یہی شکل ہے کہ زمر کے خریدار بقایا ادا کریں، پرچہ پر پتہ کی چٹ سے معلوم ہو جائے گا کہ کب سے کس کی خریداری ہے اور کب ختم ہو گئی ہے۔ دوم یہ کہ نئے سالانہ خریدار کم سے کم پانچ سو بنیں، سوم یہ کہ محبین و مخلصین زمر کا اللہ تعالیٰ فرمائیں۔ بس یہی شکایں ہیں کہ زمر جاری رہے ورنہ جو صورت حال ہے زمر کا باقی رہنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ دلائل و المستعان

ص ۲۸ کا بیقہ :-

بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے بخواہ وہ تاریخ واقعہ کے اعتبار سے اور خواہ ان کا ماضی حقیقت کے اعتبار سے کتنا ہی گندہ کیوں نہ ہو (اور اسے اس پر فخر ہوتا ہے لیکن مولانا مودودی اور ان جیسے محققین اپنا فخر اور اپنا کارنامہ اسی کو سمجھتے ہیں کہ اپنی شاندار تاریخ اور اپنے تابناک ماضی کو اتنا ہی بد نما کر کے پیش کریں۔

مولانا مودودی نے یوں تو اپنی اس کتاب میں متعدد صحابہ کرام کا نام لے کر انکی شخصیات کو مجروح کرنے کی اور ان کو پایہ اعتبار سے گرانے کی نہایت محکومہ کوشش کی ہے لیکن خاص طور پر حضرت عثمان، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو اپنے نادک خامہ کا خاص نشانہ بنایا ہے۔ ہم اخیر میں یہ چاہتے ہیں کہ نہایت مختصر طریقہ پر ان تینوں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی زندگی پر ایک ہلکی سی روشنی ڈالیں جس سے اسلام میں بالخصوص ان تینوں حضرات کا مقام متعین ہوتا ہے۔

محمد ابو بکر غازی پوری

## نبوی ہدایات

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر بلایا، آپ تشریف لے گئے تو حضرت سعد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ خشک کھجوریں اور رطب کھجور کا ایک خوشہ کھانے کو پیش کیا پھر ایک پیالہ دودھ لائے آپ نے ان چیزوں کو تناول فرمایا، پھر آپ نے یہ دعا پڑھی۔

اکل طعامکم الابرار فطرحندکم الصائمون وصلت علیکم الملائکۃ  
پھر حضرت کے لئے ان کا نام لے کر یہ دعا فرمائی۔ اللہم اجعل صلاتک علی آل  
سعد بن عبادۃ۔ اے اللہ تو اپنی رحمتیں سعد کے گھر والوں پر نازل فرما۔

اس حدیث پاک سے کئی باتیں معلوم ہوتیں، پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ کبھی کبھار اللہ والوں کو اپنے گھر بلانا چاہئے کہ اس سے گھر میں خیر و برکت پیدا ہوتی ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس کو اپنے گھر بلائے اس کی فیاضیت کا بھی حسب قدرت اہتمام کرے کہ اس سے مہمان کا اعزاز و اکرام ہوتا ہے، تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کھانے کے بعد مہمان کھانے والوں کیلئے دعا بھی کرے، مہمان کیلئے یہی دعا مناسب ہے جس کا ذکر حدیث میں ہوا۔ یعنی اکل طعامکم الابرار نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں۔ و افطر عندکم الصائمون روزہ دار تمہارے پاس روزہ کھولیں۔ وصلت علیکم الملائکۃ فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا مانگیں۔

اس دعا کو پڑھنے کے بعد بطور خاص نیزبان کا نام لے کر بھی دعا کرنی چاہئے، اس سے اس کو مزید خوشی حاصل ہوتی ہے اور اپنا ثبوت اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ گندھے آٹے میں خون کا ایک قطرہ گر جائے تو کیا حکم ہے؟ تو آپ نے اس کو کھانے سے منع فرمایا۔

یہ چونکہ بہا ہوا خون اسی طرح کا نجس ہے جیسے پیشاب یا خانا اس لئے ایک قطرہ خون بھی گندھے ہوئے آٹا اور سالن وغیرہ میں گر جائے اور اس میں وہ تحلیل ہو جائے تو اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کیلئے جاتے وقت جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے گزرتے تھے تو چھ ماہ تک آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ انکو نماز کیلئے بیدار کرتے ہوئے جاتے، جگانے کے الفاظ یہ ہوتے اَمَّ لَوْ لَا يَا اَهْلَ الْبَيْتِ نَمَازِ اے گھر والو۔

اس حدیث پاک میں جو بات قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ ماں باپ کو اپنی نماز کی فکری طرح اپنی اولاد اور اعزہ کی نماز کی بھی فکر رکھنی چاہئے، فجر کا وقت چونکہ غفلت کا وقت اور سونے کا وقت ہوتا ہے اس لئے آواز لگا کر جگانا سنت کا عمل ہوگا، نماز کیلئے پکارتے وقت کسی خاص آدمی کا نام لے کر نہیں پکارنا چاہئے، عمومی الفاظ سے جگانا چاہئے۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر سونے کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنا داہنا ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ دعا پڑھتے۔

رَبِّنِي عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اے اللہ جس روز تو لوگوں کو قبر سے اٹھائے گا مجھے اپنے عذاب سے بچائیو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے، چلنے پھرنے، پیشاب پینچانے،



زندگی کی چھوٹی چھوٹی اور بظاہر بہت حقیر باتوں کی طرف بھی توجہ فرمائی ہے اور اس کے بارے میں ہدایات دی ہیں، یہ دین اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے، دوسرے مذاہب میں یہ بات نظر نہیں آتی، اگر آدمی ان ہدایات پر عمل کرے اور ان سنتوں کو اپنی زندگی میں جاری کرے تو اس کی زندگی خیر ہی خیر کی ہے اور انشاء اللہ ان سنتوں پر عمل کرنے کی برکت سے جنت کا حق دار ہو گا اور اس کے معاصی کم ہوتے جائیں گے۔

سوتے وقت کی سنت کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت براہ بن مالک رضی اللہ عنہ خوش آواز تھے، اور حضورؐ کے سفر میں جب ہوتے تو بعض دفعہ حضورؐ کی تکان رفع کرنے کے لئے اشارہ پڑھا کرتے تھے۔

سفر میں عموماً تعب، تھکاوٹ، بستی، لال پیدا ہو جاتا ہے، ایسے وقت میں خواہش ہوتی ہے کہ تھکاوٹ دور کرنے کیلئے اور طبیعت کو چست بنانے کے لئے کوئی تفریح کا سامان ہو، اس کے لئے اشارہ کا پڑھنا پڑھانا صاحبِ ذوق کے لئے بہترین فرحت کا سامان ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بھی انسان ہی کی طبیعت تھی، فطرت کے سارے تقاضے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے، اچھی آواز اور اچھے اشارہ آپ کو خوش کرتے تھے، اس لئے رفعِ تعب کے لئے صحابہ کرام میں سے جو شعراء تھے دورانِ سفر آپ کو اشارہ سنا کر آپ کے لئے یا عثِ فرحت بنتے۔

نوٹ :- یہ تمام احادیث امام سیوطی کی جامع الاحادیث جلد سات

سے لی گئی ہیں۔



محمد ابو بکر غازی پوری

# کیا شرعی مسائل میں حیلوں کی گنجائش ہے؟

## خط اور اس کا جواب

محرمی حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب غازی پوری دامت برکاتہم  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی !

اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے ہماری کتنی گھیتوں کو سلجھایا ہے، اور آپ کی  
تحریروں نے ہمیں کتنا اطمینان بخشا ہے، اس کا اظہار الفاظ کے ذریعہ نہیں کیا جاسکتا۔ بارک اللہ  
فی حیاتکم۔

حضرت والا، ہمارے یہاں ایک موقعاً زیر بحث ہے کہ کیا شرعی مسائل میں  
حیلوں کی گنجائش ہے، اور کیا حیل کا ثبوت کتاب و سنت سے ہے، اخاف کی کتابوں میں  
بعض شرعی مسائل میں حیلوں کا استعمال کیا گیا ہے، حضرات غیر مقلدین کو اس پر بہت کچھ  
اعتراض ہے، براہ کرم آپ اس بارے میں زمزم میں ایک تحریر شائع کر دیں کہ ہوگا،  
نوازش ہوگی۔ والسلام

امتیاز احمد قاسمی گورکھپور

زمزم ! اللہ کا شکر ہے کہ وہ ہم جیسے کم علموں اور طفل مکتب سے کچھ کام لے رہا ہے  
بس دعا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ کام کرنے کا توفیق عنایت فرمائے۔

ہم جو کچھ بھی لکھتے ہیں وہ بزرگوں کی تحریروں سے استفادہ ہوتا ہے، اپنی کوئی تحقیق نہیں ہوتی ہے، قلم اپنا ہوتا ہے، بات ان کی ہوتی ہے، کمال ان بزرگوں کا ہے ہم تو صرف نقل ہیں۔ وکفی بذلت فخرًا۔

جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے تو

اولاً عرض یہ ہے کہ آپ غیر مقلدوں کے اعتراض سے گھبرائیں نہیں ان کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے اکابر پر صرف اعتراض ہی کیا ہے، فقہائے کرام، ادیبائے عظام، محدثین کرام کو تو جلنے دیجھے بھجوا کر ام تک کو بھی انھوں نے نہیں بخشا ہے، ان کی تالیف و تصنیف کی دنیا اکابر پر اعتراض سے عبارت ہے۔

### وللتاس فیما یحشون مذاہب

اگر آپ کا ان سے کوئی رشتہ اور تعلق ہے تو ان کی ہدایت کے لئے دعا فرماتے رہیں۔  
 رہا یہ کہ شرعی مسائل میں جیلوں کی بھی کوئی گنجائش ہے، تو عرض ہے کہ بلاشبہ ہے اور یقیناً ہے، جیلوں کا جو انکار کہے اور اسے ناجائز بتلائے تو وہ فقہ و حدیث کی بات تو درکنار ہے وہ شخص قرآن سے بھی جاہل ہے، اسے پتہ ہی نہیں کہ خود قرآن میں جیلوں کا ذکر ہے، اصل میں حیلہ، مکر کید کے الفاظ اردو میں ذرا چھے معنوں میں کم استعمال ہوتے ہیں۔  
 اس وجہ سے جب ان الفاظ کا ذکر زبان پر آتا ہے تو آدمی کو گھبراہٹ ہوتی ہے، اور چونکہ عوام کے ذہن میں یہی ناپسندیدہ معنی ہوتا ہے تو غیر مقلدین کو موقع ملتا ہے کہ وہ عوام کی نادانیت سے فائدہ اٹھا کر فتنہ اور فقہاء کے خلاف ان کے اندر شکوک شبہات پیدا کریں۔

اب سنئے کہ حیلہ، مکر، کید کے الفاظ کے اصل معنی ہیں خفیہ تدبیر کے کبھی یہ تدبیر مشروع ہوتی ہے اور کبھی نامشروع۔ اب اگر کسی بات کے لئے ان خفیہ تدابیر کا استعمال کیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ وہ بات جائز ہے کہ ناجائز اور وہ خفیہ تدبیر مشروع ہے کہ نامشروع اگر وہ تدبیر زیادہ حیلہ مشروع ہے اور جس مقصد کے لئے اسے استعمال کیا جا رہا ہے وہ بھی مشروع ہے تو ایسا حیلہ بالاجماع جائز ہے، اگر وہ تدبیر زیادہ حیلہ غیر مشروع ہے اور جس

مقصد کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے وہ بھی غیر مشروع ہے تو وہ بالاجماع حرام ہے۔ اگر حیلہ تو مشروع ہے مگر جس مقصد کے لئے اس کو استعمال کیا جا رہا ہے وہ مقصد منکر اور غیر مشروع ہے تب بھی وہ حیلہ ناجائز ہے، اگر وہ حیلہ غیر مشروع ہے لیکن مقصد مشروع ہے تو حیلہ کے استعمال کا گناہ تو فرد پر ہو گا مگر چونکہ مقصود میں کوئی خرابی نہیں ہے، اسلئے وہ مقصد حلال ہی ہو گا، البتہ بعض لوگ اس چوتھی شکل کو بھی جائز نہیں رکھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ چونکہ مقصد غیر شرعی طریقہ سے حاصل کیا گیا ہے اسلئے وہ بھی حرام ہو گا۔

ان چاروں شکل کو آپ ذہن میں رکھئے پھر میری بات سنئے کہ فقہائے کرام نے شرعی مسائل میں جو حیلوں کا استعمال کیا ہے، تو اس سے ان کی غرض مقصد شرعی کو حاصل کرنا ہوتا ہے مثلاً کبھی آدمی کو حرام سے بچانا ہوتا ہے، کبھی کسی شرعی تنگی سے نکالنا ہوتا ہے، کبھی مظلوم کی اعانت ہوتی ہے۔ اب بتائیے کہ اگر ان مقاصد کیلئے یا ان جیسے مقاصد کے لئے حیلوں کا استعمال کیا جائے تو یہ خرابی کی بات ہے یا خوبی کی، یہ فقہائے کرام کا کارنامہ ہے یا ان پر لعن طعن کی بات ہے۔ بلاشبہ اگر مقاصد شرعیہ کو باطل کرنے کیلئے اور لوگوں کو حرام میں مبتلا کرنے کے لئے کسی ظالم کی حمایت کے لئے اگر حیلوں کا استعمال کیا جائے تو خواہ وہ حیلہ اپنی جگہ پر شرعاً کوئی قباحت نہیں رکھتا ہے مگر اس سے شرعی مقاصد کا ابطال ہوتا ہے تو وہ حیلہ حرام ہے، اسے کوئی بھی جائز نہیں رکھتا ہے، اور جن ائمہ کرام کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے وہ غلط ہے، جھوٹ ہے، ان ائمہ کرام پر افتراء ہے، اللہ رحم کرے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر احناف کے خلاف یہ فتنہ انھوں نے ہی اٹھایا ہے، اور بخاری شریف میں کتاب الحیل کا باب قائم کر کے قال بعض الناس سے اگر ان کی مراد احناف ہی ہیں تو ان کی طرف وہ باتیں منسوب کی ہیں جن سے ائمہ احناف کا دامن پاک ہے، اور اگر قال بعض الناس سے مراد انکی خاص حضرت امام اعظم کی ذات ہے تو امام بخاری کو اللہ کے یہاں جواب دینا ہو گا اسلئے کہ حضرت امام اعظم سے بسند صحیح ایک حیلہ بھی جو غیر مشروع ہو اور جس کا استعمال غیر مشروع مقاصد کے لئے کیا گیا ہو منقول نہیں ہے۔

اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے اور اس کا علمی افق بہت وسیع ہے تو صرف ایک مثال پیش کر کے اس کی صحیح سند امام ابو حنیفہ تک پہنچائے، اچھا اس سے ہلکی بات میں کہتا ہوں کہ حنفی کا قول کسی فقہ کی کتاب سے دکھائے کہ اس حنفی نے غیر مشروع حیلہ کا غیر مشروع مقاصد کیلئے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہو، یا یہی بات مطلقاً کسی فقہ کی کتاب میں لکھی ہوئی دکھائے، غیر مقلدین کے اول و آخر سب جمع ہو جائیں گے تب بھی یہ کام ان سے نہ ہو سکے گا۔

حضرت امام بخاری کے بس کی بھی یہ بات نہیں ہے، اسلئے انھوں نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا ہے نہ انھوں نے صراحتاً امام ابو حنیفہ کا نام لیا ہے نہ ان کے کسی شاگرد کا، قال بعض الناس، کا گول مول لفظ استعمال کیا ہے تاکہ فرار کا راستہ کھلا رہے اور وہ احتیاط کی گرفت سے بچ سکیں۔ دیکھو کتنا شاندار امام بخاری نے اپنے بچاؤ کیلئے حیلہ اختیار کیا ہے۔ اوپر میں نے یہ عرض کیا تھا کہ حیلوں کا ذکر تو خود قرآن میں ہے اسلئے جائز مقاصد کیلئے ان کا استعمال نص قرآنی سے ثابت ہے مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری اور ابتلاؤں کے زمانہ میں اپنی بیوی سے کسی بات پر خفا ہو گئے اور قسم کھائی کہ اچھا ہونے پر وہ انھیں سو کوڑے کی سزا دیں گے۔ جب اللہ نے انکو صحت دی۔ ابتلاء کا زمانہ ختم ہوا تو بیوی کی زمانہ ابتلاء و معیبت میں خدمت گزاری یاد آئی، کس مبر و شکر، محبت و اخلاص کے ساتھ انھوں نے حضرت ایوب کی خدمت کی تھی اب انھیں اپنی قسم پر پچھتاوا ہوا کہ اگر بیوی کو سو کوڑے مارتے ہیں تو بیوی کا زندہ رہنا بھی مشکل نظر آ رہا تھا، مگر قسم کا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ تو خود اللہ نے حضرت ایوب کو اس منحصر سے نکلنے کیلئے یہ حیلہ بتلایا۔

خذیبت لک ضغثاً فاضرب به دلاًقحدث۔ یعنی اے ایوب اپنے ہاتھ میں سو لکڑیوں کا ایک مجموعہ لیکر اس سے بیوی کو ایک دفعہ مار دو، تمہاری قسم پوری ہو جائیگی۔

دیکھا آپ نے کسی تدبیر سے اور کس حیلہ سے حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم پوری کرانی گئی اور یہ حیلہ بتلانے والا کون، خود خداوند کریم۔

ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مریض جو بہت لاغر ہو چکا تھا اسکے پاس

ایک باندی کسی ضرورت سے گئی، یہ مریض اس سے ہم صحبت ہو گیا، جب اس کی اطلاع خلیفہ کو پہونچائی گئی اور آپ سے مریض کا حال عرض کیا گیا تو آپ نے اس مریض کو سوکوڑے مارنے کیلئے یہی حیلہ جو بڑ کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ جب بھائیوں کے ساتھ بنیامین حضرت یوسف کے پاس پہونچے اور حضرت بنیامین اور حضرت یوسف کا آپس میں تعارف ہو گیا اور حضرت یوسف کو معلوم ہوا کہ بھائیوں کی بدسلوکی سے بنیامین تنگ ہیں تو بنیامین کو انہوں نے اپنے پاس روکنے کا ارادہ کیا۔ مگر کس قانون سے وہ ان کو روکیں، بھائیوں سے اگر کہیں کہ انکو یہاں رہنے دو تو بھائی لوگ اس پر راضی نہ ہوں گے کہ حضرت یعقوب نے بڑی تاکید سے بنیامین کو واپس لانے کا وعدہ کرایا تھا، تو اس کیلئے اللہ نے حضرت یوسف کو یہ حیلہ بتلایا کہ غلہ ناپنے والے سے کہو کہ بنیامین کے غلہ میں ناپنے کا برتن رکھ دوں، پھر اسکی تلاش ہو تو جب ان کے غلہ سے برتن نکلے گا تو ان پر چوری کا الزام ثابت ہوگا اور چور کی سزا حضرت یعقوب کی شریعت میں یہ تھی کہ چوری ثابت ہو جانے کے بعد چور کو بدلہ میں لے لیا جاتا تھا، چنانچہ حضرت بنیامین کو حضرت یوسف نے اپنے پاس رکھنے کیلئے یہی حیلہ اختیار کیا اور اللہ کے یہاں یہ حیلہ ایسا بے غبار تھا کہ اللہ نے اس حیلہ کو خود اپنی طرف منسوب فرمایا۔ کذلک کہنا لیسوسف، ما کان لیاخذ اخا کافی دین الملک یعنی ہم نے اس طرح یوسف کیلئے یہ تدبیر اختیار کی ورنہ بادشاہ مصر کے قانون میں حضرت بنیامین کو اپنے پاس روکنے اور رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اس حیلہ میں غور کرنے کی یہ بات ہے کہ بظاہر اس حیلہ کی شکل کچھ اچھی نہیں ہے مگر چونکہ مقصود بہت اہم اور عظیم تھا یعنی بنیامین کو بھائیوں کے ظلم سے بچانا تھا اس وجہ سے اس حیلہ کی بظاہر اس معیوب شکل کے انکو اختیار کرنے کی اجازت ہوئی، اور اس کی معیوب شکل ہی کی وجہ سے غالباً اللہ نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا کہ ہم نے یہ حیلہ کیا۔ تاکہ حضرت یوسف کی طرف کسی کو انگلی اٹھانے کی گنجائش نہ رہے۔

فقہاء نے غالباً ہمیں سے یہ اصل مستنبط کی ہے کہ اگر مقصود عظیم اور کریم ہے تو اسکو حاصل کرنے کیلئے حیلوں کی بعض معیوب شکل یعنی غیر مشروع طریقہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے مثلاً اگر کسی نے کسی کا مال غصب کیا ہے تو اگر وہ شخص جس کا مال غصب ہوا ہے بلا اجازت اس غاصب کے گھر میں گھس کر اپنا مال لے لیتا ہے خواہ اس کیلئے چور کا بھیس بھی بدلتا پڑے تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا یعنی چوری کے حیلہ سے وہ اپنا مال لے سکتا ہے۔

خدا کی خفیہ تدبیر یا حیلہ کی ایک تیسری مثال لیجئے اس کا ذکر بھی قرآن میں ہے۔ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کافروں کے مقابلہ میں بہت قلیل تھی اسلئے بھی مسلمانوں کے پاس برائے نام تھا، بظاہر دونوں طاقتوں کا کوئی مقابلہ نہیں تھا، تو اللہ نے یہ کہا کہ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی تعداد خواب میں بہت کم دکھائی اسلئے کہ اگر اصل تعداد دکھلا دیتے تو اللہ فرماتا ہے لغشلتہم یعنی تم بزدل بن جاتے، اور کافروں کا خوف مسلمانوں میں بیٹھ جاتا اور پھر وہ جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوتے، پھر عین جنگ کے موقع پر جب معرکہ گرم ہوا تو اللہ نے کافروں کی آنکھوں میں مسلمانوں کی تعداد کو بہت بڑھا دیا یعنی کافروں کو مسلمان بہت بڑی تعداد میں نظر آئے تھے، اور کافروں کی تعداد کو مسلمانوں کی نگاہ میں بہت کم کر کے دکھلایا۔ اس طرح یہ معرکہ مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

جنگ جیتنے کیلئے یہ حیلہ یعنی خفیہ تدبیر خود اللہ کر رہا ہے، اب اگر غیر مقلدین کہیں کہ اللہ میاں نے کافروں کے ساتھ دھوکہ کیا، امام بخاری فرمائیں اللہ میاں کیلئے ایسا کتنا مناسب نہیں تھا۔ تو ٹھیک ہے ہم اللہ میاں کے سامنے آپ کی عرضی پیش کر دیں گے مگر عالم واقعہ میں تو جنگ بدر جیتنے کیلئے اللہ کی طرف سے یہ حیلہ ہوا اور ضرور ہوا، غیر مقلدین کے علی الرغم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنگ کے نہانہ میں کافروں پر غلبہ پانے کیلئے جائز حیلہ کا اختیار کرنا اگرچہ دوسروں کی نگاہ میں بظاہر اس کی شکل اچھی نہ ہو عین مطلوب ہے، دیکھو اللہ نے اس واقعہ میں کم کو زیادہ کر کے دکھایا اور زیادہ کو کم کر کے دکھایا یعنی جو کچھ دکھایا خلاف واقعہ دکھلایا، مگر چونکہ اس حیلہ سے ایک بہت بڑے شرعی مقصود اور امر عظیم کو حاصل کرنا تھا۔

اس وجہ سے اس کا انتظام خود اللہ نے کیا تاکہ کسی غیر مقلد کو چوں چرا کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے المحرم با خدا عتاً یعنی جنگ تو نام ہی ہے کچھ خفیہ تدبیر کو کام میں لایا جائے۔ اگر قرآن پاک میں غور کیا جائے تو حیلوں کی اور بھی متعدد مثالیں ملیں گی، مگر صاحب فہم کیلئے قرآن سے یہ تین مثالیں بہت کافی ہیں۔

اوپر میں نے یہ عرض کیا تھا کہ حیلوں کے ذریعہ سے امت سے تنگی کو دور کرنا بھی کبھی مقصود ہوتا ہے اور کبھی اس کا مقصد آدمی کو حرام کام سے بچانا ہوتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں عین مطلوب شرعی ہیں۔ خود قرآن کا ارشاد ہے کہ یٰویدا اللہ بکم الیسا ولا یسید بکم العس یعنی اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے وہ تنگی تمہارے لئے نہیں چاہتا ہے۔

شروع زمانہ اسلام میں رمضان کی راتوں میں بیوی سے صحبت کرنا حرام تھا، مگر جب اللہ نے دیکھا کہ لوگ اس حکم پر عمل کرنے میں کوتاہ ہیں تو اللہ نے رمضان کی راتوں میں صحبت کی اجازت دیدی، ارشاد خداوندی ہے۔ احل لکم لیلۃ الصیام الفث، یعنی رمضان کی رات میں اب بیوی سے صحبت کرنے کو حلال کر دیا گیا ہے۔ اور فرمایا غالاتن باشروهن اب تم ان سے صحبت کرو، معلوم ہوا کہ امت سے تنگی سے دفع کرنا اور حرام میں پڑنے سے روکنا شریعت کا عین منشاء ہے، اب اگر حیلوں کے ذریعہ سے ان مقام کو حاصل کیا جائے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے، دیکھو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک گھر میں دو بھائیوں کی شادی ایک ساتھ ہوئی اور دونوں بیویاں ایک ہی دن گھر میں آئیں اب گھر والوں سے یہ غلطی ہو گئی کہ ایک کی بیوی دوسرے کے پاس کر دی اور دوسرے کی بیوی پہلے کے پاس کر دی گئی، جب جمع ہوئی تو کھرام محاکمات کا تبادلہ ہو گیا۔ سب پریشان کہ اب کیا کریں لوگ بھاگے دوڑے امام ابو حنیفہ کے پاس گئے اور ماجرا عرض کیا، امام صاحب نے دونوں بھائیوں کو بلا کر کے پوچھا کہ تم دونوں ان عورتوں کو بیوی بنانے پر راضی ہو جن کے ساتھ تم نے رات گزاری ہے، بھائیوں نے کہا کہ ہاں، تو امام صاحب نے



کہا کہ تم اپنی اپنی اصل منکوحہ کو طلاق دے دو، اور پھر ان دونوں عورتوں کا دوبارہ نکاح ان بھائیوں سے کر دیا جن کے ساتھ ان کی رات گزاری تھی۔ امام صاحب کے اس فیصلہ سے تمام گمراہ فحشی و مسرت میں ڈوب گیا اور حدیث و فقہ کے بڑے بڑے امام صاحب کی اس فقہانیت پر قربان ہو گئے۔

ایک مسئلہ جس کو غیر متقلدین بہت اچھلےتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی نوجوان کو کسی عورت کی چاہت ہو گئی وہ اس کو اپنی بیوی بنانے کا خواہشمند ہے، مگر وہ عورت اس سے نکاح کرنے پر راضی نہیں ہے، تو اس نوجوان نے اس عورت کو حاصل کرنے کیلئے دو جھوٹے گواہ قاضی کے سامنے پیش کئے کہ اسی عورت سے میرا نکاح ہوا ہے۔ قاضی نے گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر مرد کے حق میں فیصلہ کر دیا، اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قاضی کا یہ فیصلہ ظاہر و باطناً دونوں طرح نافرمان ہوگا یعنی وہ عورت واقعی اس کی بیوی بن گئی گو جھوٹی گواہی دلوانے کا عذاب اس کو ہوگا اور جھوٹی گواہی دینے والوں کو بھی اس کا گناہ ہوگا مگر بیوی اس کے لئے حلال ہوگی وہ مرد اس سے ہمبستری کرے گا تو شرعاً اس کیلئے جائز ہے، یہ فقہ حنفی کا مسئلہ ہے، دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ عورت قاضی کے فیصلہ کے بعد صرف ظاہری طور پر اس کی بیوی ہوگی، واقعہً وہ شرعی طور پر وہ اس کی بیوی نہ ہوگی۔ یعنی وہ آدمی اس سے محبت نہیں کر سکتا، اور اگر کرے گا تو حرام کاری کرے گا، غیر متقلدین اور حضرات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیکھو فقہ حنفی میں اجنبی عورت کو بیوی بنانے کا کیا آسان نسخہ ہے۔

میری گزارش بڑے ادب سے ان حضرات کی خدمت میں یہ ہے کہ خدا اور رسول کو گواہ بنا کر کہو کہ فقہ حنفی میں اس طرح کے عمل کو جائز کہا گیا ہے، امام ابوحنیفہ سے اس کا ثبوت پیش کر دو کہ انھوں نے جھوٹے گواہ کے ذریعہ بیوی بنانے کو جائز کہا ہو، امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے کسی کا قول پیش کر دو، کسی فقہ حنفی کی کتاب میں دکھاؤ کہ اس میں اس طرح بیوی بنانے کا عمل سکھایا گیا ہو، تم یہ ہرگز نہیں کر سکتے ہو، تو پھر خدا سے ڈرو، اسکے رسول سے شرم کھاؤ کیونکہ فقہ حنفی کے خلاف ضد پالے ہوئے ہو، کیوں کہ ائمہ احناف پر افتراء کر کے اپنی عاقبت

خواب کرتے ہو، کیوں دنیا والوں کو دھوکہ دیتے ہو، بات وہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو، بات تو یہ ہے کہ اگر کسی بد بخت نے یہ عمل کیا اور اس جیل سے اس نے کسی اجنبیہ پر بذریعہ قاضی اپنا تسلط جمایا تو اب شرعی حکم کیا ہو گا وہ قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی صرف ظاہری بیوی رہے گی یا وہ واقعہً اس کی شرعی بیوی ہو جائے گی، تمہارے نزدیک پہلی شکل ہے، اور احناف کے نزدیک دوسری شکل ہے، اب دیکھو دونوں حکموں کا فرق کیا ہے، تم نے جو شکل اختیار کی ہے یعنی صرف اس کو ظاہری طور پر اس آدمی کی اس عورت کو بیوی قرار دیا ہے تو وہ جب اس آدمی کے ساتھ رہے گی وہ آدمی اس کو کھلانے پلانے کا ذمہ دار ہو گا اس کا سارا خرچ برداشت کرے گا وہ اس کو اپنے ساتھ ظاہری طور پر بیوی بنا کر رکھے گا تو کیا اس کا امکان ہے کہ وہ اس سے صحبت نہ کرے گا؟ اسی لئے تو اس نے اپنی بیوی بنانے کا یہ جیل اور غلط طریقہ اختیار کیا تھا۔ یعنی وہ زندگی بھر تمہارے مسئلہ کی رو سے حرام کاری میں مبتلا رہے گا، اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی سب ناجائز اور حرام ہی ہوگی، معاشرہ اور سملج میں ان کا کوئی مقام نہ ہوگا، دونوں زنا کے مرتکب قرار پائے جائیں گے۔

احناف کے مسئلہ کی رو سے نہ وہ حرام کاری میں مبتلا ہوگا، نہ اس کی اولاد حرامی کہلائے گی، تم نے اس آدمی کو حرام کاری کے لئے چھیڑ دے دی، اور امام ابوحنیفہ نے میاں بیوی دونوں کو حرام کاری کی لعنت سے بچایا، ان کی اولاد پر سے جو نطفہ حرام سے پیدا ہونے کا داغ لگ رہا تھا اس سے ان کو محفوظ کیا، اب ذرا انصاف سے سوچو کہ کس کا مسئلہ شریعت کے مزاج اور عقل کے فیصلہ سے ہم آہنگ ہے تمہارا یا احناف کا، قربان جائیے حضرت امام عظیم کی نگاہِ ظہور پر، خداوند قدوس ان کے ذہن میں وہ بات ڈالنا ہے جن تک ظاہر پرستوں کا تصور بھی نہیں پہنچتا۔

پھر احناف کا یہ مسئلہ ان کے گمراہ گڑھا ہوا نہیں ہے، تمہارے مسئلہ کی تو کوئی شرعی اساس نہیں ہے، احناف کے مسئلہ کی تو شرعی اساس ہے، اور وہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

علیکم بسنتی و سنتا الخلفاء الراشدین، یعنی تم میرے ائمہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرو اور اس کو لازم پکڑو، انھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اسی طرح کا ایک قفیہ پیش ہوا، یعنی ایک آدمی نے دو جھوٹے گواہ پیش کر کے ایک اجنبیہ پر اپنی بیوی ہونے کا دعویٰ پیش کر دیا، تو حضرت علی نے اس عورت کو اس کی بیوی تسلیم کر لیا، جب بارگاہ مدینۃ العلم سے یہ فیصلہ ہوا تو اس عورت نے حضرت علی سے درخواست کی کہ حضرت جب آپ نے یہ فیصلہ فرمایا تو میرا نکاح اس سے پڑھادیں تاکہ واقعہ میں اس کی بیوی بن کر اسکے ساتھ رہوں اور ہم گناہ میں مبتلا نہ ہوں تو حضرت علی نے فرمایا شاہد ان زوجات یعنی تمہارا نکاح تو تمہارے گواہوں نے اس سے کر دیا۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی کو افتاء نکاح کی ولایت حاصل ہے، یعنی اگر کسی عورت کا ولی نہ ہو تو خود قاضی اس کا ولی بن کر اس عورت کا نکاح کر سکتا ہے، اگر وہ عورت محل نکاح بن سکتی ہے یعنی مرد کیلئے اس سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہو، تو قاضی کے ذریعہ نکاح کا عمل انجام پا سکتا ہے، حضرت علی نے اپنے فیصلہ کی بنیاد اسی حکم شرعی کو بنایا اور حضرت امام ابوحنیفہ نے حضرت علی ہی کی پیروی میں یہ قول اختیار کیا۔

اب اگر کوئی بد بخت کہے کہ یہ تو حضرت علی کا فیصلہ اور ان کا قول ہے اور صحابہ کرام کا قول شرعی مسائل میں حجت نہیں تو اس سے کہا جائے گا کہ تم اپنی بد بختی پر نمازاں رہو اور صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے عمل اور فیصلہ کو مردود قرار دو تمہارے نصیب میں یہی ہے، اخاف کے نزدیک صحابہ کرام کی تقلید واجب ہے، اور خلفائے راشدین کا عمل اور ان کا فیصلہ قابل حجت ہے، البتہ تم وہ حدیث پیش کرو جس میں حضرت نے اس طرح کے مسئلہ میں عورت کو صرف ظاہری طور پر بیوی قرار دیا ہو، اور اس کا نکاح بان طور پر باطل قرار دیا ہو، مجھے یقین ہے کہ تم اس طرح کی حدیث پیش کرنے سے عاجز ہو۔ حضرات اخاف نے جو قول اختیار کیا ہے، اس کی مضبوط بنیاد ہے اور تمہارے مسئلہ کی کوئی شرعی بنیاد نہیں اور نہ وہ عقلاً قابل قبول ہے۔

اب اخیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اکابر کی کچھ عبارتیں پیش کر دیں جن سے ناظرین کلام کو معلوم ہو گا کہ علماء شریعت کے نزدیک کون سے حیلے جائز ہیں اور کون سے ناجائز۔

حضرت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وضابطہ ما ان كانت للفرد من الحرام والتباعد من الاثم فحسن وان كان لا بطلان حق مسلم فلا، بل هي اثم وءال بان۔ (فتح الباری ص ۲۲۶) یعنی حیلہ کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر حیلہ حرام سے بچنے کیلئے اور گناہ سے دور رہنے کیلئے کیا جا رہا ہے تو وہ اچھا عمل ہے، لیکن اگر اس کا مقصد کسی مسلمان کے حق کو باطل کرنا ہے تو وہ جائز نہیں بلکہ گناہ اور ظالمانہ عمل ہے۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا ارشاد ہے۔ ليس من اخلاق المؤمنين الفراء من احكام الله بالحيلة الموصلة الى ابطال الحق۔ (ایضاً ص ۳۲۹) یعنی مومنین کے اخلاق کی یہ بات نہیں ہے کہ ایسے حیلوں کے ذریعہ جن سے حق کا ابطال ہوتا ہے اللہ کے احکام سے بھاگنے کا راستہ اختیار کیا جائے۔

حضرت امام محمد کا یہ ارشاد بھی منقول ہے۔ ما احتال به المسلم حتى يتخلص به من الحرام او يتوصل به الى الحلال فلا بأس به، یعنی اگر کوئی مسلمان حرام سے بچنے کیلئے یا حلال تک پہنچنے کیلئے حیلہ کرنا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ما احتال به حتى يبطل حقاً او يحق باطلا او ليدخل شبهة في حق فهو مكروه والمكروه عندنا الى الحرام اقرب (ایضاً ص ۳۳۱) اگر حیلہ کا مقصد کسی حق کو باطل کرنا ہے یا باطل کو حق ثابت کرنا ہے یا حق امر میں شبہ پیدا کرنا ہے تو وہ مکروہ ہے اور مکروہ امام محمد کے نزدیک حرام سے قریب تر ہے یعنی وہ مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں ولا يمتثل في ابطال الصدقة بوجع، یعنی صدقہ باطل کرنے کیلئے کسی طرح کا حیلہ جائز نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۳۳۱)

ان تمام حقائق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص ہٹ دھرمی ہی پر اترے  
 اور باطل حیلوں کو کسی بھی امام فقہ و حدیث کی طرف منسوب کرے تو وہ بقول ابن قیم  
 جاہل ہے اور ان ائمہ کرام کی قدر و منزلت سے وہ ناواقف ہے، ابن قیم فرماتے ہیں۔  
 ولا یجوز ان تنسب هذا الحیل الی احد من الائمة ومن نسب الی  
 احد منهم فهو جاهل یا مولى لهم و مقادیرهم و منزلتہم من الاسلام۔  
 یعنی ان باطل حیلوں کو کسی امام کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں، اور جو شخص ان کو کسی امام  
 کی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ ان کے اصولوں اور اسلام میں ان کی قدر و منزلت سے ناواقف  
 ہے۔ (اعلام جلد دوم ص ۸، نقل من مقالات ابی المآثر)  
 میں نے اس بحث میں کچھ دلائل نفسی سے کام لیا ہے اسلئے کہ غیر مقلدین حضرات عوام  
 کو گمراہ کرنے کیلئے حیل کے نام کو بہت غلط طریقہ سے استعمال کرتے ہیں، جبکہ وہ اسلام  
 میں حیل کی حقیقت کیا ہے، کون سا حیلہ جائز ہے اور کون سا ناجائز اس سے جاہل و جاہل  
 ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ تحریر آپ کیلئے اور زمزم کے دوسرے قارئین کے لئے کچھ مفید  
 ہوگی۔ وصلى الله على النبي الامي۔ والسلام

نوٹ :- اس موضوع پر اگر کسی کو مزید معلومات حاصل کرنی ہو تو اس کو مصری عالم  
 شیخ ابو زہرہ کی کتاب ”امام ابو حنیفہؒ کا مطالعہ کرنا چاہئے“ انھوں  
 نے اپنی کتاب میں حیلہ پر بڑی جاندارانہ شاندار بحث کی ہے اور معترفین  
 کے اعترافات کو ہباء منشور کر دیا ہے۔

فصل نمبر ۱۹

محمد ابوبکر غازی پوری

# مقام صحابہ کتاب سنت کی روشنی میں

اول

## مولانا مودودی

اسلام کے صدر اول ہی میں کچھ فرقے پیدا ہو گئے تھے جو صحابہ کرام پر  
سب سے زیادہ تم کیا کرتے تھے

صحابہ کرام کے بارے میں بعد حاضر کے یہ محققین جو کچھ کہہ رہے ہیں خواہ وہ  
مولانا مودودی ہوں یا محمود عباسی یا مصر کا لحد مصنف اٹل حسین ان کا کوئی نیا عمل نہیں ہے  
بلکہ ایک پرانے عمل کی تجدید ہے، رنگ اور پیرایہ بدلا ہوا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں  
کچھ باطل فرقوں نے صحابہ کرام کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا۔

ابن سبا اور اس کے باطل تصورات | اسلام کی تاریخ میں صحابہ کرام کے بارے  
میں گندگی پھیلانے کی سب سے زیادہ منظم  
کوشش جس نے کی وہ ابن سبا تھا، اس نے اہلبیت کی محبت کا بادل اڑھ کر عام صحابہ کرام  
کے خلاف ایک ایسی سازش رچی جس سے اسلام کے درو دیوار میں رخنہ پڑ گیا اور آج تک  
اس کے نقصانات سے ملت اسلامیہ دوچار ہے۔

ابن سبا ہی وہ تھا جس نے سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بنی ہاشم کو

ابھارا شروع کیا، اسی نے سب سے پہلے حضرت علی کے بارے میں غلو آمیز، نیرت کا مظاہرہ کیا اور مختلف شہروں اور اسلامی ملکوں میں گھوم کر اپنے باطل نظریہ کی ترویج و اشاعت کی اور بنی امیہ کے خلاف دلوں میں نفرت و عداوت کا بیج بویا اور حضرت علی کے امام معصوم و مہی بنی اور پھر ان کے الہ ہونے کا ذہنوں میں تصویر پیدا کیا، اس نے بڑے خفیہ اور بڑے محکم طریقے سے اپنی سازش کا جال پورے عالم میں پھیلایا اور بہت سے لوگوں کو جو اس کی اصل حقیقت سے واقف نہیں تھے اپنے دامن فریب میں لے لیا۔

اس نے خلیفہ اسلامیہ کو متزلزل کرنے کے لئے خفیہ جماعت بنائی اور اسلام کے مرکزی شہروں میں خاص طور پر کوفہ، بصرہ، شام اور مصر میں اپنے مراکز قائم کئے اور ہر مرکز کو دوسرے مرکز سے مربوط کرنے کیلئے اور ایک کی کاروائی دوسرے تک پہنچانے کیلئے اس نے ایسا نظام قائم کیا جس سے اس کی ذہانت اور طباعی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس طرح اس نے مسلسل اپنی ریشہ دوانیوں سے ایک ایسی قوت حاصل کر لی جس کے بعد اس کو اپنا مقصد حاصل کرنا آسان ہو گیا، اس نے حضرت عثمان کے خلاف جو شورش برپا کی تو اس کا خاتمہ حضرت عثمان کے مظلوم شہید ہونے پر ہوا، پھر امت اسلامیہ میں جو بحران، انتشار اور گروہ بندی پیدا ہوئی شروع ہوئی تو آج تک اس کا دردانہ بند نہ ہو سکا۔

**ابن سبا کون تھا؟** ابن سبا کون تھا؟ اس کی زندگی پر ایک نظر ڈالنے سے اس کی سازشوں کی خطرناکی کا کچھ اندازہ ہو گا۔

عبداللہ بن سبا یمن کے یہودی خاندان کا ایک فرد تھا اس نے اسلام بظاہر قبول کر لیا تھا لیکن فی الاصل وہ منافق یہودی تھا، اس کی زندگی کا اصل مقصد مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلانا اور امت مسلمہ میں اضطراب و انتشار کی کیفیت پیدا کرنا اور اس کو اسلام کے صحیح رخ سے باطل کی طرف لے جانا تھا، اس نے بڑی ہوشیاری سے اپنے آپ کو اہلبیت کی محبت کا دعویٰ اور ان کا مخلص بنا کر پیش کیا، لوگ اس کی دیکھ کاریوں سے واقف نہ ہو سکے اور حضرت عثمان اور خاندان بنی امیہ کے دشمن ہو گئے۔

اس نے اپنے ماننے والوں میں حضرت علی کو آنحضرت کا وصی بنا کر پیش کیا اور مانگوں میں یہ بھٹلا دیا کہ خلافت کا مستحق آنحضرت کے بعد حضرت علی کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا اور یہ خلافت نبی کے خاندان سے باہر نہیں جاسکتی، پھر اس نے حضرت علی کو الہ بنا کر پیش کیا اور کہا کہ حضرت علی دنیا میں خدا کے منظر میں ہیں۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں کہا کہ یہ ظالم خلیفہ تھے انھوں نے خلافت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا اور موجودہ خلیفہ حضرت عثمان بھی ظالم و غاصب ہیں۔ خلافت حضرت علی کا حق ہے، لیکن حضرت علی کو بہرور طاقت و خلافت حاصل کرنے کی قوت نہیں ہے، اس لئے وہ خاموش ہیں۔ اس نے بتلایا کہ شیطان علی کا یہ فریضہ ہے کہ خلافت حضرت عثمان سے چھین کر اس کے مستحق کو دے دیں۔ اس نے ان سارے صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا شروع کیا جنھوں نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی خلافت و امارت کو تسلیم کیا تھا البتہ وہ چند کا استثناء بھی کرتا تھا جن کی تعداد چھ سے زیادہ نہ تھی وہ ان کے بارے میں کہتا تھا کہ یہ لوگ خوف کی وجہ سے بیعت ہوئے تھے۔

غرض اس یہودی فطرت انسان نے پہلی مرتبہ صحابہ کرام کے خلاف زہرا گلا اور بعد میں علی اور اہل بیت کے نام لیواؤں نے اس کی پیروی کی اور شیعوں میں سب صحابہ آج تک ایک مقدس عمل شمار ہوتا ہے، حضرت عثمان کے خلاف اصل سازشی یہی تھا۔ احمد بن محمد بن حنبلہ میں لکھتے ہیں:

هو الذي كان من اكبر من الب	یہی سب سے بڑا انسان تھا جس نے حضرت عثمان
الامصار على عثمان والآن الله عليا	کے خلاف شہروں کو جمع کیا اور اب اس نے حضرت
والذي يوحى من تاريخه انه وضع	علی کو معبود بھی بنا دیا۔ اس کی تاریخ سے حیات
تعاليم لهدم الاسلام والجمعية	معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اس نے اسلام کو ڈھانے
سوية لبث تعاليمنا واتخذ	کے لئے کچھ باتیں گڑھ لی تھیں اور اس نے اپنا ان
الاسلام ستارا يستربه نيانه	باتوں کو پھیلانے کے ایک خفیہ جماعت بنائی تھی



(فجر الاسلام ص ۲۱)

ابو اسلام کو اس نے پردہ بنایا تھا تا کہ اس کے ارادے پوشیدہ رہیں۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ومن اشهر الدعاة ای الی علی رض  
عبد اللہ بن سبا کان من یهود الیمن  
فاسلم فقل تنقل فی البیہ والکوفہ  
والشام، ومصر ویقول انہ کان لکل  
نبی وصی وعلی وصی محمد فمن اظلم  
ممن لم یجن وصیتہ رسول اللہ صلی  
اللہ علی وسلم ووثب علی وصیہ وکان  
من اکبر الذین البوا علی عثمان حتی  
قتل۔

حضرت علی کے نام پر دعوت دینے والوں میں  
مشہور مجدد الدین سبا تھا۔ وہ یمن کا یہودی  
تھا، اس نے اسلام قبول کر لیا تھا، وہ بصرہ، کوفہ  
مصر اور شام میں پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہر نبی کا  
ایک وصی ہوتا ہے اور علی محمد کے وصی ہیں اور  
اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو رسول اللہ کی وصیت  
کو جاری نہ کرے اور اس کے وصی کے حق پر کود بیٹھے  
یہ شخص حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کرنے والوں  
میں سب آگے تھا۔ تا آنکہ حضرت عثمان قتل  
ہو گئے۔

(ص ۳۹۹ ج ۱)

غرض اسی خبیث ابن سبا نے سب  
خوارج بھی صیابہ کرام کو برا بھلا کہتے ہیں | سے پہلے صیابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمین کے خلاف دشتام طرازی کا دروازہ کھولا اور محبت اہل بیعت کے نام پر اس نے ایک  
ایسا طبقہ پیدا کر دیا جو آج بھی صیابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے خلاف اپنے سینوں میں جذبات  
رکھتا ہے، ابن سبا کا وہی سبائی گروہ بعد میں مختلف گروہوں میں بٹ گیا اور روافض، امامیہ  
وغیرہ اسی سبائی گروہ کی شاخ در شاخ ہیں۔ پھر انھیں شیعان علی سبائی گروہ میں سے خوارج  
پیدا ہوئے جو حضرت علی سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ انھوں نے حکیم کانسیہ کیوں قبول کر لیا  
اور حضرت معاویہ کی طرف صلح کا ہاتھ کیوں بڑھایا۔

خوارج ایک طرف تو حضرت معاویہ اور ان کی جماعت کو برا بھلا کہتے تھے تو دوسری

طرف حضرت علی کے کفر کا بھی فتویٰ دیتے تھے اور ان کا صاف صاف اعلان تھا۔

ان لا حاجة للإمامة إلى امام رست کو کسی امام کی حاجت نہیں،  
وانما على الناس ان يعملوا بكتاب الله من انفسهم (فجر الاسلام ص ۳۱۲)  
لوگوں کو اپنے طور پر کتاب اللہ پر عمل کرنا ہے۔

خواجه نے تو حضرت علی کی تکفیر کے ساتھ ہی بہت سے مقدس صحابہ کرام کو بھی تکفیر و تفسیق اور سب و شتم کا نشانہ بنایا، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ طعن کیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص جیسے جلیل القدر صحابہ رسول کی تکفیر کی۔

طعنوا فی اصحاب الجمل، طلحہ، زبیر، خواجه نے اصحاب جمل، طلحہ، زبیر، عائشہ پر  
وعائشہ کما حکوا بکفرابی موسیٰ طعن کیا اور برابر بھلا کہا نیز انھوں نے ابو موسیٰ  
الاشعری و عمرو بن العاص (فجر الاسلام ص ۳۱۲) اشعری اور عمرو بن عاص کے کفر کا حکم لگایا۔

سبائیوں اور خواجه کے بعد سب سے زیادہ  
معتزلہ بھی صحابہ کرام پر نقد کرتے تھے جو گروہ صحابہ کرام کے بارے میں جبری تھا اور

جو بلا محابا ان پر نقد کرتا تھا وہ معتزلہ کا گروہ تھا اگرچہ وہ کسی کو کافر تو نہیں کہتے تھے مگر صحابہ کرام کے بارے میں بڑی بے باکی سے گفتگو کرتے تھے، حتیٰ کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر کے بارے میں بھی ان کے خیالات بڑے آزادانہ تھے اور وہ اپنے عقلیت کا لالہ نہ سمجھتے تھے۔ صدیق ہوں کہ فاروق صحابہ ہر حال انسان تھے اس لئے ہم کسی کی ذہنی غلامی قبول نہیں کریں گے، اور ان کے اقوال و اعمال اور ان کی سیرت و کردار کو ہم اپنی عقل کی خرد پر پہلے چڑھا کر کے دیکھیں گے جس کو ہماری عقل قبول کرے گی اسے قبول کریں گے اور جس کو رد کر دے گی اسے رد کریں گے۔  
احمد امین مصری اس فرقہ معتزلہ کے بارے میں لکھتے ہیں :



یعنی وہی بات جس کو آج مولانا مودودی پھیلا رہے ہیں، اور حضرت عثمان اور حضرت معاویہ پر جس خیانت اور بیت المال میں بے جا تصرف کا الزام لگا رہے ہیں۔  
فتنات بہت قلوبہم۔

احمد امین اپنی اس بحث کو ختم کرتے ہوئے آخر میں رقمطراز ہیں :

وعلی الجملہ قد ابا حوالا انفسہم  
تشیج المجاہدۃ ونقدہم والحکم  
اور حاصل یہ ہے کہ ان معتزلہ نے صحابہ کا  
پوسٹ مارٹم کرنے، ان پر نقد کرنے اور ان کے  
اعمال پر فیصلہ صادر کرنے اور ان کی جنگوں  
پر اظہار رائے کرنے کو اپنے لئے جائز اور مباح  
رکھا تھا۔

(حصہ ۲۵ ج ۱)

آپ نے دیکھ لیا کہ ہمارے آج کے ان محققین نے صحابہ کرام پر نقد و تبصرہ کرنا، ان پر  
سب شتم کرنا، ان کے بارے میں نہایت بے باکانہ گفتگو وغیرہ یہ سب باتیں کہاں سے لی ہیں۔  
اور کہاں سے سیکھی ہیں اور وہ اس سلسلہ میں کس در سگاہ سے مستفید ہوئے ہیں۔

کیا ان تفصیلات کے بعد بھی یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ وہ انھیں سبائی، روا  
خوارج اور معتزلہ کی درسگاہوں سے سیکھ سکھا کر اس کو آج ہمارے سامنے علم و تحقیق کے نام  
کے ساتھ اس طرح پیش کر رہے ہیں جیسے ہم ان آراء و افکار کے منبع سے واقف نہیں ہیں۔  
اور یہ صرف مولانا مودودی یا محمود عباسی اور طہ حسین کی بات نہیں ہے جس نے

بھی ان درسگاہوں سے فائدہ اٹھایا ہے اس کا قلم ان مقدس ہستیوں کے خلاف اسی  
بے باکی سے چلا ہے اور آج کے اس دور میں نہ جانے کتنے مولانا مودودی طہ حسین اور محمود عباسی  
پائے جاتے ہیں جنہوں نے اسلام کی موجودہ نسل کو اسلاف سے منحرف کرنے اور ان کی سیرت  
و کردار سے بظن کرنے کی اسکیم تیار کر رکھی ہے اور اسلام کا نام لے کر اور علم و تحقیق کا لبادہ  
اڑھ کر اسلام کی روشن تاریخ پر مسلسل خاک اڑانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ہر قوم تو اپنی ماضی اور اپنی تاریخ کو خوبصورت سے خوبصورت

بقیہ مت پر

## بریلوی مندرجہ ذیل پر ایک نظر

اذان بعد صلوٰۃ و سلام اگرچہ آنحضورؐ سے ثابت نہیں پھر بھی جائز ہے

احمد رضا خاں کے لڑکے محمد مصطفیٰ خاں سے صلوٰۃ و سلام بعد اذان کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے یہ گل افشانی کی۔

جس بات سے قرآن کریم نے منع نہ فرمایا حدیث کریم نے اسے ممنوع نہ ٹھہرایا ہو تو وہ اپنی اصل اباحت پر ہے یعنی مباح ہے بے دغدغہ جائز۔

نیز لکھتے ہیں۔

یہ تنزیہ اور اذان قبر دونوں ایسے امر ہیں جن کے کرنے کی ممانعت کہیں قرآن و

حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں نہیں۔ فتاویٰ مصطفویہ جلد دوم

فائدہ :- پوچھنے والے نے پوچھا تھا۔ اذان کے بعد لوگوں کا بالفاظ صلوٰۃ

و سلام کے مکرر اطلاق کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں و نیز قبر پر اذان دینا حضورؐ سے یا آپ کے صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں ؟

مفتی صاحب کو چاہئے تھا کہ سائل کے سوال کے مطابق قرآن و حدیث اور صحابہ سے

ان کا ثبوت پیش کرتے مگر یہ تو ان کے والد محترم کے بس کی بات بھی نہیں۔ یہ بیچارے قرآن

و حدیث سے ان کا ثبوت کیا پیش کرتے البتہ ادھر ادھر کی باتیں ہانکتے ہیں، بدعت کی

ظلمت نے قلب کو اس قدر تاریک کر دیا ہے کہ اتنی ہمت نہیں کہ یہ کہہ دیں کہ اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے، نہ کسی صحابی سے یہ چیز ثابت ہے، بدعت کا فاسد ہے کہ وہ حق بات کہنے سے انسان کو بزدل بنا دیتی ہے، قرآن و حدیث میں ممانعت تو پاخانہ کھانے کی بھی نہیں آپ اسے کیوں نہیں کھاتے۔ قرآن و حدیث میں تعزیہ اور چوک بنانے کی بھی نعمت نہیں مگر آپ کے والد نے اسے کیوں حرام کیا۔ قرآن و حدیث میں توسیہ دیکھنے کی بھی نعمت نہیں آپ اسے کیوں نہیں حلال کہتے۔ قرآن و حدیث میں توسیہ کی بھی ممانعت نہیں آپ کے پدر نے اسے کیوں ناجائز و مکروہ بتلایا۔ اگر شرعی مسائل میں استدلال کا یہ ٹھنک رہا تو ان بدعتوں کو پاخانہ پیشاب بھی کھانا پینا پڑے گا۔

**صرف وہی چیزیں حلال نہیں جو قرآن سے ثابت ہو جو حدیث سے ثابت ہو یا جو صحابہ سے ثابت ہو**

محمد مصطفیٰ پسر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کیا وہی امور حلال ہیں جن کے جواز کا بیان قرآن نے فرمایا، حدیث میں آیا یا جن کا کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ کرام علیہم رضوان المولیٰ العلام سے ثابت ہوا۔ باقی سب مکروہ و حرام۔ (ایضاً ص ۱)

فائدہ کا۔ ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں یہ مفتی قرآن و حدیث اور صحابہ کرام سے اپنی بدعتوں کے جواز پر دلیل پیش کرنے سے تو عاجز ہے مگر امر حرام کے ارتکاب کے لئے جس کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں نہ کسی صحابی کے قول و عمل سے ثابت، چور دروازہ تلاش کر رہا ہے۔

**اذان قبل اور صلوٰۃ و سلام بعد الاذان سنت نہیں ہے**

محمد مصطفیٰ پسر اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں :

ہم مجوزین اذان تبرا یا اس تشویب (یعنی صلوٰۃ و سلام بعد الاذان) کو سنت کی بنا کرتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۸)

فائدہ :- اگر یہ چیز سنت نہیں ہے تو بدعت ہے۔ ہمت کر کے اس کا اعلان آپ کیوں نہیں کرتے، ایک طرف یہ بھی تسلیم کہ یہ سنت نہیں ہے اور نہ بھیابہ سے ثابت نہ رسول سے نہ قرآن سے مگر اس کے باوجود اس کو عمل ثواب سمجھ کر نہ ضروری ہے۔ اس سفارت و حماقت و جہالت و ضلالت کی کوئی حد ہے۔

## دیوبندی دو طرح کا ہوتا ہے

پیرا علم حضرت محمد مصطفیٰ لکھتے ہیں۔

دیوبندی اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں۔ . . . . دیوبندی دونوں طرح کا ہوتا ہے، مقلد بھی جو دعویٰ تقلید کرتا ہے اور تقلید کو ضروری بتلاتا ہے جیسے دیوبندی اور غیر مقلد بھی جو تقلید کو حرام اور شرک بتلاتا ہے۔ (فتاویٰ مصطفویہ ص ۶۹) فائدہ :- الولد سر لابیہا۔ وہی بد مذہبی و بد کلامی جو باپ کا حصہ بنی ہوئی تھی وراثتہ بیٹے کی طرف بھی منتقل ہوتی ہے۔

## نماز پنجگانہ کے بعد یا غوث یا غوث کا نعرہ لگانا

پیرا علم حضرت لکھتے ہیں۔

یا غوث اگر اتنی آواز سے کہیں گے کہ مسجد میں جو حاضر ہوئے اور کسی نمازی مسلمان کی نماز میں اس سے خلل نہ پڑے تو کچھ حرج نہیں جب کہ بعد جماعت ہو نہ کہ بعد فراغ از سنن و نوافل خالی وقت میں۔

فائدہ :- بریلوی مسلک میں ہر بدعت جائز۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ مسائل شرعیہ میں ان کی الگ ڈگر ہے، کوئی ان پیر صاحب سے پوچھے، بخواب والا

اس کا ثبوت کس حدیث و قرآن میں ہے، پہلے تو ان کو دن میں تارے نظر آئیں گے، پھر آئیں بائیں، شائیں مانگیں گے، پھر کہیں گے کہ قرآن و حدیث میں اس کو منع کہاں کیا گیا ہے، اور پھر ٹبے فخر سے یہ اصول بیان کریں گے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، چوہا، بلی، مکھی، مچھر، پستو، چھپکلی، سانپ، شیر، ببر، رچھ وغیرہ وغیرہ سارے جانور ان کے نزدیک اسلئے جائز ہیں کہ ان کا نام لے کر قرآن و حدیث میں ان کی حرمت بیان نہیں کی گئی ہے، اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اور یہ بھی تو سنئے کہ فرض نماز باجماعت کے بعد متعلاً تو جائز اور سنتوں اور نوافل کے بعد ناجائز۔ آخر یہ فرق کیوں؟ غالباً بریلوی مذہب کے کسی قرآن و حدیث میں یہ فرق ہو گا۔

## اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام ۷۸ میں جاری ہوا

اعلیٰ حضرت درمختار کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔  
 اذان کے بعد صلوٰۃ بھیجنا ربیع الآخر ۷۸ ہجری کی عشاء شب دوشنبہ میں واقع ہوا، پھر اذان جمعہ کے بعد صلوٰۃ بھی گئی۔ پھر اس برس بعد مغرب کے سوا سب اذانوں کے بعد پھر مغرب میں بھی دوبارہ کہنی شروع ہوئی۔  
 فاعدا :- اعلیٰ حضرت نے درمختار کے حوالہ سے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کب کی پیداوار ہے اور یہ بدعت ہے یا سنت، اب اسے اگر کوئی بدعت حسنہ کہتا ہے تو یہ اس کا جنون ہے۔

## میلاد اگرچہ کتاب سنت سے ثابت نہیں مگر سنت ہے

اعلیٰ حضرت کسی مولانا احمد فلاح کے قول سے ثابت کرتے ہیں۔  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و معجزات کا ذکر اور اس کے سننے کو حاضر ہونا بلاشبہ سنت ہے۔ (ص ۲۳)



فائدہ ۱۔ حالانکہ خواہ مخواہ حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ محفل و مجلس تقی الدین سبکی کے زمانہ سے رائج ہے مگر بلا تکلف اس کا سنت کہتے ہیں اور ذرا بھی شرم نہیں کھاتے۔

جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت ہے وہی حرام و ممنوع ہے اور ممنوع و حرام کا نام بہ نام کتاب و سنت میں ہونا ضروری ہے  
اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

نکتہ ۱۔ اصل اشیا میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت ہو اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطقہ وہی ممنوع و مذموم ہے۔ (اقامۃ الیقین ص ۳)  
 فائدہ ۲۔ اعلیٰ حضرت کی دلیل شرعی ناطقہ سے مراد یہ ہے کہ ہر ممنوع و محظور چیز کا نام بنام قرآن و حدیث میں ہو ورنہ جو چیز شرعاً حرام و ممنوع ہے اس کا اثبات کتاب و سنت ہی سے ہوتا ہے مگر اعلیٰ حضرت کی اس دلیل کا کسی کے پاس کیا جواب ہے کہ ہر ایک محظور ممنوع کا نام بھی قرآن و حدیث میں ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

”بر تقدیر اول تم پر فرض ہوا کہ باخصوص مجلس و قیام کے نام کے ساتھ قرآن و حدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ۔“ اقامہ ص ۳۷

دیکھا آپ نے اعلیٰ حضرت کی دھینگا مستی یعنی جب تک کہ حرام و ممنوع چیز کا نام بننا ہونا قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہو وہ اسے حرام و ممنوع ماننے کیلئے تیار نہیں، میں کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کا اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو ہزار ہا حرام و ممنوع چیزیں جائز بن جائیں گی اور اعلیٰ حضرت کے گردن میں وہ رسہ پھنسے گا جو نکالے نہیں سگھے گا۔

قبر کا اونچا بنانا خلاف سنت ہے

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا قبر کا اونچا بنانا کیسا ہے؟

ارشاد ہوا ”خلاف سنت ہے، میرے والد ماجد میری والدہ ماجدہ میرے بھائی

کی قبریں دیکھے ایک بالشت سے اونچی نہ ہونگی۔ ملفوظ سوم ص ۶۹  
 فائدہ :- بریلوی حضرات نے اونچی قبریں بنانا بطور رسم کے جاری کر رکھا ہے  
 انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ خلاف سنت ہے۔ البتہ اعلیٰ حضرت کی یہ بات قابلِ غور ہے کہ  
 انہوں نے اونچی قبر نہ بنانے کو سنت اپنے باپ، اپنی ماں اور بھائی کی بناؤں سے ثابت کیا  
 ہے۔ اب کسی عمل کے سنت ہونے کے لئے کتاب و سنت کی حاجت نہیں، اعلیٰ حضرت کے  
 خاندان کا عمل سنت و بدعت کا معیار ہوگا۔

## مولیٰ علی سب کچھ جانتے ہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :  
 عرش کے نیچے کسی ہفت آسمان ہفت زمین اور آسمانوں زمینوں کے درمیان  
 جو کچھ ہے تحت الثریٰ تک سب داخل ہے۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں اس سب کو میرا علم محیط ہے  
 ان میں سے جوشی مجھ سے پوچھیں بتا دوں گا۔ (خالص الاعتقاد ص ۴)  
 فائدہ :- تعجب ہے حضرت علیؑ عرش کے نیچے کی سب چیزیں تو جان جائیں  
 عرش کے اوپر کی چیزیں نہ جانیں، آخر یہ کیوں؟ قرآن کہتا ہے۔ الرحمن علی العرش استوی  
 یعنی خداوند قدوس عرش پرستوی ہے تو اعلیٰ حضرت کے ارشاد کا گویا یہ مطلب ہوا کہ حضرت علیؑ  
 سب کچھ جانتے ہیں مگر اللہ ہی کو نہیں جانتے۔

## امام جعفر صادق نے ایک جلد میں قیامت تک ہونیوالی سب باتیں تحریر کر دیں

اعلیٰ حضرت زرقانی کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔  
 جعفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لکھی اور اس میں اہلبیت کیلئے  
 جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر  
 فرما دیا ہے، (خالص الاعتقاد ص ۴)

فائدہ :- لیکن امام جعفر کی یہ محنت رائیگاں گئی اسلئے کہ آج اہلبیت اس کتاب کے متلاشی ہیں مگر یہ کتاب ان کے ہاتھ آتی نہیں، اس طرح کی گپ پر ایمان لانا بریلوی حضرات کا مزاج ہے اور اعلیٰ حضرت کا بدعتی مزاج اس کو سب سے پہلے قبول کرتا ہے۔

**حضرت علی نے جعفر و جامعہ دو کتابوں میں ختم دنیا تک کے احوال تحریر فرمادیئے ہیں**

اعلیٰ حضرت علیہ السلام سید شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

جعفر و جامعہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں۔ بیشک امیر المؤمنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک کے لئے جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرمادیئے ہیں۔ خالص الاعتقاد ص ۱۲

فائدہ :- یہ شیعوں کی گڑھی روایتیں اعلیٰ حضرت کو مبارک وہ شوق سے اس پر ایمان لائیں۔ مگر اتنے بے شرم تو نہ ہوں کہ اس طرح کی گپوں کو اہل سنت کا مسلک قرار دیں۔ ابھی جعفر تو امام صادق کی کتاب تھی یہ حضرت علی کی کہاں سے ہو گئی۔

**غوثِ اعظم کے سامنے سعید و شقی پیش کئے جاتے ہیں اور ان کی آنکھ**  
**لوح محفوظ میں ہے**

اعلیٰ حضرت غوثِ اعظم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔

عزت الہی کی قسم بیشک سب سعید و شقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، میری آنکھ

لوح محفوظ میں ہے۔ ایضاً ص ۲۲

فائدہ :- بیشک اعلیٰ حضرت اور ان کے متبعین کا یہی ایمان ہے مگر خود حضرت

غوثِ اعظم اس طرح کی سلطیات سے بری ہیں۔ ان کی طرف اعلیٰ حضرت نے جھوٹا فتراء کیا ہے۔ غوثِ اعظم نے کس کتاب میں اور کہاں فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو چاہئے کہ ٹھوس دلیل سے اس کلام کو غوثِ اعظم کا کلام ثابت کریں۔

محمد ا. حمل مفتاحی

محمد ابوبکر خازی پوری

# اعیان العباد یعنی اللہ والے

محمد بن سیرین بصری

الامام شیخ الاسلام محمد بن سیرین ابوبکر انفاری کے والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ابھی تین سال باقی تھا کہ ابن سیرین کی ولادت ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ، عمران بن حصین، حضرت ابن عباس، عدی بن حاتم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے اجلار صحابہ سے حدیث سنی۔

ان کے شاگردوں میں حضرت قتادہ، ایوب، یونس بن عبد بن عون خالد الحجاز،

ہشام بن حسان، مہدی بن میمون اور ان کے علاوہ اجلار محدثین کی بہت بڑی تعداد ہے۔

یہ لوگ سات بھائی تھے، ان کا عجیب قصہ ہے وہ یہ کہ ابوالولید ان کے والد

سیرین اور ان کے ساتوں بھائیوں کو لے کر حج کے لئے چلا، مدینہ پاک میں یہ حضرات حضرت

زید بن ثابت سے ملنے گئے، حضرت زید بن ثابت کو لوگوں نے بتلایا کہ یہ ساتوں بھائی

سیرین کے لڑکے ہیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دو کی طرف اشارہ کر کے بتلایا یہ ایک ماں

سے ہیں، پھر دو کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ایک ماں سے ہیں، پھر دو کی طرف اشارہ کیا ان دونوں کی ماں ایک ہیں اور ایک بھائی کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ ایک ماں سے ہے، ابن سیرین کہتے ہیں۔ **فما اخطأ یعنی بالکل صحیح قیاس لگایا۔**

ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ ابن سیرین نے تیس صحابہ کرام کا زمانہ پایا تھا، یہ بصرہ میں ایک طرف حسن بصری کے علم و فضل، زہد و تقویٰ کا غلغلہ تھا تو دوسری طرف محمد بن سیرین کے کمالات فضائل کا چرچا تھا۔ حسن بصری اور محمد بن سیرین کا رشتہ آپس میں بڑی محبت و مودت کا تھا، اور ہر ایک دوسرے کا انتہائی درجہ احترام و اکرام کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو محمد بن سیرین پر ایسا غم کا بادل چھایا کہ منہ سے الفاظ کا نکلنا بند ہو گیا، بات چیت موقوف ہو گئی اور حسن بصری کی وفات کے غم نے ان کو ایسا کھایا کہ صرف دس روز بعد ابن سیرین کا بھی انتقال ہو گیا۔

محمد بن سیرین کو اللہ نے جہاں بہت سے علوم سے آراستہ کیا تھا، وہیں خوابوں کی تعبیر کے علم سے بھی ان کو دافر حصہ دیا تھا، ان کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر اس فن کا کوئی دوسرا ماہر و کامل نہیں تھا، یہ اس بابے میں اپنی نظیر آپ تھے، بڑے بڑے علماء و فقہاء خوابوں کی تعبیر کے سلسلہ میں انھیں کی طرف رجوع کرتے تھے۔

ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک کبوتر نے ایک موتی کو نگل لیا ہے، پھر وہ موتی اس کے پیٹ سے بہت بڑا ہو کر نکلا۔ اور ایک دوسرے کبوتر نے ایک دوسرے موتی کو نگل لیا ہے تو وہ اس کے اندر سے بہت چھوٹا ہو کر نکلا، اور ایک تیسرے کبوتر کو دیکھا کہ اس نے ایک تیسرے موتی کو اپنے پیٹ میں کر لیا ہے تو اس نے اس کو جیسا نکلا تھا اسی کے برابر ہو کر اس کے پیٹ سے باہر آیا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے اس کا تذکرہ حسن بصری سے کیا تو انھوں نے اس کی تعبیر بتلائی کہ

یہ پہلا موتی سے مراد حضرت حسن بصری ہیں وہ حدیث کو سن کر اپنے منہ سے بہتر سے بہتر انداز میں ادا کرتے ہیں، اور جو موتی چھوٹا ہو کر منہ سے نکلا تھا۔ اس سے مراد میری کتاب ہے

میں حدیث کو سن کر اس کا کچھ حصہ حذف کر دیتا ہوں، جو موتی برابر سرا بر نکلتا ہے اس سے مراد حضرت قتادہ ہیں کہ وہ حدیث کے الفاظ کو بہت اچھی طرح سے یاد رکھتے ہیں، اور جیسا سنتے ہیں ویسا ہی بیان کرتے ہیں۔

ایک دوسرے آدمی نے حضرت ابن سیرین سے بیان کیا کہ اس نے خواب دیکھا، کہ میرے ہاتھ میں شیشہ کا ایک پیالہ ہے جس میں پانی ہے پھر پیالہ ٹوٹ گیا لیکن پانی اس سے بہا نہیں، تو ابن سیرین نے کہا کہ تو اللہ سے ڈر تو نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے تو اس نے کہا کہ سبحان اللہ، تو ابن سیرین نے کہا کہ اگر تو جھوٹ نہیں بول رہا ہے تو تیری عورت بچہ جنے گی پھر وہ مر جائے گی اور بچہ باقی رہے گا، جب وہ آدمی ان کے پاس سے باہر آیا تو لوگوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے، لیکن چونکہ خواب کی تعبیر بیان کی جا چکی تھی اس وجہ سے واقعہ ویسا ہی پیش آیا، اس آدمی کی عورت نے بچہ جنا اور خود اس کی موت ہو گئی (۱)۔

ایک دفعہ ایک آدمی نے ابن سیرین سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اور میری ایک جھشیہ باندی دونوں ایک ساتھ ایک برتن میں مچھلی کھا رہے ہیں، تو ابن سیرین نے کہا کہ کیا تم مجھے کھانا تیار کر کے ایک دسترخوان پر بلاؤ گے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں، چنانچہ اس نے کھانا پکوا دیا اور ان کی دعوت دی جب دسترخوان بچھایا گیا تو ایک جھشیہ باندی سامنے نظر آئی تو ابن سیرین نے اس آدمی سے کہا تم نے اس باندی سے ہم بستری کی ہے تو اس نے کہا کہ نہیں، تو انھوں نے اس آدمی سے کہا کہ اس کو لے کر کوٹھری میں جاؤ جب وہ باندی کے ساتھ کوٹھری میں گیا تو وہاں ایک آدمی کو موجود پایا تو اس نے زور سے آواز لگائی کہ اس میں ایک آدمی ہے، تو ابن سیرین نے کہا کہ یہی آدمی ہے جو اس

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹا خواب بیان کر کے اگر اس کی تعبیر یحیائیگی تو تعبیر بتلانے والا جیسی تعبیر بتلانے کا اسی طرح کا واقعہ ظہور میں آئیگا، اس لئے اس طرح کی حرکت سے باز رہنا چاہئے۔

باندی سے ہمبستر ہوا ہے۔

ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ جوڑا رستارہ تریا رستارہ سے آگے بڑھ گیا ہے، اس نے یہ خواب ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ حضرت حسن بصری کا انتقال پہلے ہوگا پھر اس کے بعد میری وفات ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت حسن بصری کی وفات کے دس روز بعد ابن سیرین بھی دارِ آخرت کو کوچ کر گئے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابن سیرین کے اس طرح کے عجیب و غریب قصے بہت ہیں وکان لہ فی ذلک قائمۃ المصی یعنی اس بارے میں ابن سیرین کو تائید الہی حاصل تھی۔

اللہ نے ابن سیرین کا عبادت و تقویٰ میں بھی بڑا اونچا مقام دیا تھا۔ ایک دفعہ ایک مال تجارت سے ان کو اسی ہزار کا نفع ہوا، مگر ان کو اس میں کچھ شبہ نظر آیا، تو انھوں نے یہ سارا مال صدقہ کر دیا۔ حضرت شام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس مال میں سود کا ذرا سا بھی شبہ نہیں تھا، مگر ابن سیرین کی طبیعت کشاکش تھی بس اتنی بڑی رقم کی پرواہ نہیں کی۔ جب یہ بازار میں چلا کرتے تھے تو ان کو دیکھ ہی کر کے لوگوں کی زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو جاتا، زہیر قطع کہتے ہیں کہ ابن سیرین کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان کے ایک ایک عضو سے جان نکل گئی ہے۔

سفیان ثوری کہتے تھے کہ کوئہ اور بصرہ میں ان سے زیادہ زہد و ورع والا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ ایوب بن خنیس ثانی سے مروی ہے کہ ابن سیرین ایک روز ناغہ کر کے روزہ رکھتے تھے۔ اس زہد و ورع کے باوجود حسن اخلاق سے اس طرح مزین تھے کہ لوگوں سے ہنس کر بات کرتے، امدان سے مزاح بھی کرتے۔

جو در سخاوت کا عالم یہ کہ اگر ایک دفعہ ایک آدمی کو مکاتبت کے مال میں ادائیگی کیلئے چالیس ہزار کی ضرورت پڑی تو ابن سیرین نے اسکو اپنی طرف سے ادا کر دیا۔

## سری بن المفلس السقطی

ابو الحسن السری بن المفلس السقطی مشہور زاہد و عابد بزرگ شخصیت ہیں۔ امام ذہبی نے ان کو الامام، القدوة اور شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔ سلسلہ کے قریب بغداد میں پیدا ہوئے، نفیل بن عیاض، یحییٰ بن بشیر، ابو یحییٰ بن عیاض، علی بن غراب، یزید بن ہارون وغیرہ سندیں روایت کی ہیں۔

ان کے شاگردوں میں حنیف بن محمد، نوری ابوالسین ابوالعباس بن سرور، اور ابوالحسن بن علی بن ابی شیبہ، اکابر کا نام لیا جاتا ہے، ان کی زندگی کے زیادہ تر ایام عبادت گزاری میں گزرے، روزانہ کئی رحمت اللہ کے اہل اصحاب میں سے ان کا شمار ہوتا ہے، عبادت و ریاضت کا ذوق و شوق شروع ہی سے تھا، حضرت معروف کرخ کی صحبت نے اس کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔

فرز ثانی کہتے ہیں کہ میں حضرت بنیہ کو کہتے سنا کہ میں نے اللہ کی عبادت کرنے والا سری سے زیادہ کسی کو نہیں پایا، اٹھافے سال کی عمر ہو گئی تھی مگر انکو کبھی پسینہ نہ پڑتا تھا، سوئے نہ ہوتے ہوئے نہ سوتے ہوئے نہ دیکھا گیا، ہاں بیماری کی حالت میں انکو لیٹا ہوا دیکھا گیا۔

عبد اللہ بن شاکر کہتے ہیں کہ: رے نے بتلایا کہ ایک روز میں نے اپنی رات کی سزا پوری اسکے اپنا پاؤں پھیلا کر مسجد کے محراب میں لیٹ گیا تو ہاتھ پائی نے آواز دی کہ اے سری کیا بادشاہوں کی مجلس میں اس طرح پاؤں پھیلاتے ہو؟ تو میں نے فوراً پاؤں سمیٹ لیا اور کہا تیری عزت کی قسم اب میں کبھی نہیں پھیلاؤں گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی دکان کے سامنے سے کوئی باندی گزری جس کے ہاتھ میں کوئی برتن تھا وہ اس کے ہاتھ سے گدگیا تو سری نے اپنی دکان سے اس کو ایک برتن دے دیا، اس عمل کو ان کے شیخ معروف کرخ نے دیکھا تو ان کے لئے دعا کی بفعلاً اللہ



ایلیٹ الدنیا، یعنی اللہ تمہارے لئے دنیا کو بغرض بنادے، سری فرماتے ہیں کہ دنیا سے بے رغبتی کے بارے میں جو میرا اہل ہے یہ سب اسی دعا کی برکت ہے۔

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں نے سری سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے منہ کوئی ایسا لقمہ جائے جس کی پوچھ اللہ کے یہاں نہ ہو، اور کسی مخلوق کا احسان نہ ہو تو مجھے فدا کا کوئی ایک لقمہ ایسا نہیں ملتا۔

حضرت جنید ہی فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری کی خدمت میں اس وقت حاضر تھا جب آپ کی وفات کا وقت قریب تھا، میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے تو فرمایا۔ لا تصحب الا شرار ولا تستغلن عن اللہ بجمال السوء الا برار۔ یعنی بُرے لوگوں کی صحبت مت اختیار کرو، اور اچھوں کی صحبت تم کو اللہ سے غافل نہ کرے۔

سری سقطی کو امام الحقائق کہا جاتا تھا، اور لکھا ہے کہ وہ حقائق و معرفت کے بیان کرنے میں امام البغدادیہ میں تھے۔

ان کی وفات رمضان کے مہینہ ۲۵۲ھ یا ۲۵۱ھ یا ۲۵۰ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۳۲)

## النجاد المحدث

ابوبکر احمد بن سلمان بن الحسن بن اسرائیل بغدادی ”نجاد“ کے لقب سے معروف تھے، امام محدث، فقیہ اور مفتی وقت تھے، فضل و کمال میں یکٹائے وقت تھے، اپنے زمانہ میں شیخ عراق کہلاتے تھے۔

۲۵۲ھ میں بغداد ہی میں پیدا ہوئے، امام ابو داؤد کے پاس سفر کر کے گئے اور ان سے حدیث سنی، کہا جاتا ہے کہ امام ابو داؤد کے یہ آخری شاگرد تھے، امام ابو داؤد کے علاوہ احمد بن طاعب، یحییٰ بن ابی طالب، حسن بن محکم، ہلال بن علار، یزید بن جہود،

ابن ابی الدنیا، محمد بن اسماعیل ترمذی اور ان کے علاوہ بہت سے شیوخ حدیث کی شاگردی اختیار کی۔

ان کے ممتاز شاگردوں میں سے چند یہ ہیں۔ ابو بکر تطیبی، ابو بکر عبدالعزیز الفقہ بن شامی، دارقطنی، ابن مندہ، ابو بکر بن مردویہ وغیرہ۔

خطیب کا بیان ہے کہ کان النجادی صدقاً عارفاً حنف السنن وکان له جماع المنصور حلقة قبل الجمعة للفتویٰ وحلقة بعد الجمعة للاطلاع یعنی نجاد بہت زیادہ سچے، حدیث کے جانکار تھے، حدیث میں ایک کتاب سنن کے نام سے تالیف کی تھی، جامع منصور میں جمعہ کے روز ان کے دو حلقے لگتے تھے جمعہ سے پہلے ایک حلقہ فتویٰ دینے کے لئے اور جمعہ کے بعد ایک حلقہ حدیث املاء کرانے کے لئے۔

نجاد ایک طرف علمی بلند مقام کے حامل تھے تو دوسری طرف زہد و عبادت میں بھی ممتاز تھے اور صدقہ و خیرات کرنے میں بھی حاتم و قس تھے۔

ابو اسحق طبری کا بیان ہے کہ کان النجادی صوم الداء ویفطر کل لیلة علی رغیف فلیتواک منه لقمة فاذا کان لیلة الجمعة تصدق برغیفة واکتفی بتلك اللقمہ۔

یعنی نجاد ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، اور روزانہ صرف ایک روٹی سے افطار کرتے تھے، اس میں سے بھی ایک لقمہ کی مقدار الگ کر دیا کرتے تھے، جب شب جمعہ آتی تو اپنی ایک روٹی کو فقراء پر صدقہ کر دیا کرتے تھے، اور خود صرف ان چند مکڑوں پر اکتفا کرتے تھے جو ہر روز روٹی کا ان کے پاس جمع رہتا۔

نجاد آخر عمر میں اندھے ہو گئے تھے۔ ۳۲۴ھ میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۸۳)

## ابن المڑکی

اپنے وقت کے امام اور مقتدی اور ربانی علمائیں سے تھے۔ ابو حامد لقب تھا، احمد نام تھا، شہر نیشاپور کے رہنے والے تھے، والد کا نام شیخ مڑکی ابو اسحق ابراہیم بن محمد تھا۔ ۳۲۰ ہجری کے قریب پیدا ہوئے۔

خطیب کہتے ہیں کہ یہ عبادت میں معروف تھے، بڑے صاحب تقویٰ عالم تھے امام حاکم کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ بغداد اور مکہ کے سفر میں تھا، میں سمجھتا ہوں کہ فرشتوں نے ان کا کوئی گناہ نہیں لکھا ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ، کان عابدًا مجتہدًا اصنام اللہ ہر یتقاد عشرين سنة یعنی یہ بڑے عبادت گزار تھے، تقریباً بیس سال تک مسلسل روزہ رکھا۔

شعبان ۳۸۰ ہجری میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۴۴)

بقیہ ص ۶۳ کا :-

اور ان کے گوشت سے مہانوں اور غیر مہانوں کی تواضع کی جاتی، طرح طرح کے کھانے پکتنے و حفظ کیلئے مجلسیں جمائی جاتی، ابن دعیہ نامی ایک آدمی نے میلاد نامہ لکھا اور اس کو اسی بادشاہ کے نام سے منسوب کیا تو اس نے لکھنے والے کو ایک ہزار دینار انعام دیا۔

میلاد پر یہ بادشاہ کتنا خرچ کرتا تھا تو سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ یہ سالانہ تین لاکھ دینار میلاد پر خرچ کرتا تھا، اور صوفیوں کی خانقاہ پر دو لاکھ اور مہانوں کے قیام پر ایک لاکھ دینار، ایک صاحب سبط ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ وہ میلاد کے روز اسکے دسترخوان پر موجود تھے تو اس دسترخوان پر ایک سو گھوڑے کا گوشت اور پانچ ہزار بکریوں کا گوشت اور دس ہزار مرغیاں اور ایک لاکھ پیٹ اور تیس ہزار خلوے کا برتن تھا۔

اس کا انتقال ۸۲ سال کی عمر میں ۶۳۰ھ میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۲۵)

## ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے

### صلوۃ الرسول کتاب اس کے بارے میں دو محققین کا اظہار خیال

(۷۲) مؤلف کتاب نے اذان کے باب میں ایک حدیث یہ نقل کی ہے کہ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو فرمایا، جب اذان کہے تو ٹھہر ٹھہر کر اور جب اقامت کہے تو جلدی جلدی کہے، اور حوالہ دیا ہے بلوغ المرام کا، اس پر پاکستانی محقق کہتا ہے، کہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے، مؤلف نے اس حدیث کو بلوغ المرام سے نقل کیا ہے، حافظ صاحب نے بلوغ المرام میں صراحتاً کہا ہے کہ ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (ص ۱۹۳)

مگر ہندوستانی محقق نے مؤلف کی اس تلبیس کو چھپا لیا ہے، اور صرف یہ کہہ کر خاموشی اختیار کر لی ہے کہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ (ص ۹۲)

آپ اندازہ لگائیں کہ سخت ضعیف حدیث صحیح باور کرانے کا عمل مؤلف صلوۃ الرسول کی کتنی بڑی تلبیس ہے، مؤلف کہیں بھی ضعیف حدیث کا نام نہیں لیتا تاکہ لوگ سمجھیں کہ غیر مقلدین صرف صحیح حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث کا ہوا کھڑا کرنا کہیہ لائق احتجاج نہیں ہوتا ہے بالکل غلط سوچ ہے، خود غیر مقلدین کا عمل بتاتا ہے کہ یہ سوچ غلط ہے، دونوں محققین احادیث کا ضعف تو ظاہر کرتے ہیں مگر یہ نہیں کہتے کہ مؤلف کا استدلال ان سے غلط ہے۔

(۲۳) مصنف نے بلوغ المرام سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اذان وضو والا کہے، مگر اس کو ضعیف نہیں کہا ہے جبکہ حافظ ابن حجر نے اس کی تضعیف کی ہے پاکستانی محقق لکھتا ہے :

” مؤلف اس کو بلوغ المرام سے نقل کیا ہے، حافظ صاحب نے روایت ذکر کرنے کے بعد اس کی تضعیف بھی کر دی ہے۔“ ۱۹۴

ہندوستانی محقق حافظ صاحب کی اس حرکت پر کوئی تبصرو نہیں کرتا صرف کہتا ہے کہ : ” ترمذی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔“ ۹۲

(۲۴) مؤلف نے اذان کے طریقہ کے بیان میں ایک روایت ذکر کی ہے اور حوالہ بخاری و مسلم کا دیا ہے، اور یہ کہا ہے حدیث میں ہے۔ ولایستدر یعنی مؤذن گھوڑے نہیں، جبکہ اس لفظ کا نام و نشان بخاری میں ہے نہ مسلم میں، دونوں محققین نے مؤلف کی اس غلطی کو پکڑا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صادق صاحب اصل کتاب دیکھا نہیں کرتے تھے، ادھر ادھر سے حدیثیں نقل کر کے حوالہ اصل کتاب کا دے دیا کرتے تھے۔

(۲۵) مؤلف نے اذان میں ترجیع کے بیان میں ایک روایت ذکر کی ہے جس میں کلمہ اللہ اکبر کا ذکر شروع میں چار مرتبہ ہے، اور حوالہ دیا ہے مسلم شریف کا۔ اس پر گرفت کرتے ہوئے دونوں محققین کہتے ہیں۔

” مؤلف کے یہاں روایت جس سیاق سے ہے یہ ابو داؤد کا سیاق ہے،

دوسری بات مسلم میں کلمہ اللہ اکبر دو مرتبہ ہے چار مرتبہ نہیں، دیکھو پاکستانی

ایڈیشن ۱۹۵ اور ہندوستانی ایڈیشن ۱۹۳

یعنی مؤلف نے ابو داؤد کی حدیث کو مسلم شریف کی حدیث بنا دیا اور چونکہ خود مسلم شریف دیکھنے کی مؤلف کو توفیق نہیں تھی اس لئے مسلم کا نام لے کر اس کی حدیث کے الفاظ بھی صحیح نقل نہیں کئے، یہ ہے صادق صاحب کے علم کا معیار۔

(۲۶) اذان کے فضائل کے تحت مؤلف نے ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ” اذان سے

مہشت - اس میں ترمذی اور ابن ماجہ سے جو روایت نقل کی ہے اس کے بارے میں پاکستانی محقق لکھتا ہے -

یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے - اور ہندوستانی اس کو صرف ضعیف بتلاتا ہے - ۱۵

(۲۷) مؤلف نے نسائی شریف سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤذن کا ثواب اس آدمی کے مانند ہے جس نے اذان سن کر نماز پڑھی -

یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نہیں بلکہ یہ حدیث برابر ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، دیکھو پاکستانی ایڈیشن ص ۱۹ مصنف نے اس کو نقل تو کیا ہے مشکوٰۃ سے اور بغیر نسائی شریف کا مراجعہ کئے ہوئے حوالہ نسائی کا دے دیا ہے ، تاکہ لوگ سمجھیں کہ مؤلف کی پہنچ مشکوٰۃ اور بلوغ المرام سے آگے تک بھی ہے -

(۲۸) مؤلف نے تکبیر کے جواب کے عنوان کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے اس کے بارے میں پاکستانی محقق کہتا ہے کہ - نہایت ضعیف روایت ہے - ۱۹ جب کہ ہندوستانی محقق اس کو صرف ضعیف کہتا ہے - ۱۵

(۳۶) مؤلف نے بلند آواز والے مؤذن مقرر کرنے کے بارے میں ابو داؤد سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ مؤذن وہ مقرر کرے اپنا اپنے جو بلند آواز والا ہو اور اذان بلند جگہ پر کھڑے ہو کر کہنا پڑے - اس پر پاکستانی محقق تبصرہ کرتا ہے -

یہ دو مختلف احادیث ہیں جنہیں مؤلف نے ایک کر دیا ہے - ۲۰۵  
یہی بات ہندوستانی محقق بھی کہتا ہے ، افسوس کہ ان دونوں محققین میں سے کسی نے نہیں کہا کہ یہ حرکت نہایت جاہلانہ ہے ، یہاں بھی بات وہی ہے کہ مؤلف نے ابو داؤد کا راہبہ کئے بغیر حدیث کو نہیں اور سے نقل کر کے ابو داؤد کا حوالہ دے دیا ہے -

(۳۰) حکیم صادق سیالکوٹی نے نمازیں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث صحیح ابن خلد سے نقل کی ہے کہ وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھا۔

پاکستانی محقق لکھتا ہے۔ یہ سند ضعیف ہے (کیونکہ اس کا راوی، مؤمل بن اسماعیل سیفی الحفظ ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے، ابو ذر ع نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے، امام بخاری نے اس کو مستکرا حدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا کہ حافظ د عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے ۲۶۸)

مگر ہندوستانی محقق اس حدیث کو صحیح کہتا ہے، اور اس حدیث کی سند پر کوئی کلام نہیں کرتا وہ لکھتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ۱۱۵

(۳۱) سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ایک روایت ابن ابی حاتم اور بیہقی سے مصنف کتاب نے نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ پر باندھو۔

پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

اس کی سندیں وضع بن مسیب ہے، ابن عدی فرماتے ہیں یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث ہیں، نزالیہ اور ابن جان نے کہا ہے کہ یہ موضوع روایت بیان کرتا ہے اس سے روایت لینا جائز نہیں۔ (۲۳۱)

مگر حکیم صاحب اس موضوع اور من گھڑت روایت کو صحیح حدیث بنا کر پیش

کر رہے ہیں اور اس سے نمازیں سینہ پر ہاتھ باندھنا ثابت کر رہے ہیں۔

ہندوستانی محقق صرف ضعیف کہتا ہے اور اس کی سند کے بارے میں کچھ نہیں کہتا، بلکہ اس کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس حدیث کی صحت ثابت کرنے کے درپے ہیں، (۱۱۶)

(۳۲) مولف شتائیں سبحانک اللہ و بحمدک کی دعا مسلم شریف سے

سند منقطع سے ذکر کی ہے۔

اس کے بارے میں پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مؤلف نے مذکورہ دعا ذکر کرنے کے بعد مسلم کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے، مؤلف نے یہاں دو غلطیاں کی ہیں۔ ۱۔ مسلم شریف میں یہ حضرت عمر پر موقوف ہے، مرفوع روایت نہیں مگر مؤلف کے انداز سے پتہ چلا ہے کہ مرفوع روایت ہے۔

۲۔ مؤلف نے مذکورہ روایت کو بلوغ المرام سے نقل کیا ہے اور حافظ صاحب نے صراحت کر دی ہے کہ یہ اثر دارقطنی میں موصلاً موجود ہے، لہذا مؤلف کا موصول کو چھوڑ کر منقطع ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔“ ص ۲۳۵

اور ہندوستانی محقق اس طرح کی کوئی بات نہیں کہتا کہ مؤلف کی خیانت پر پردہ چڑا کر حدیث تو نقل کریں مؤلف صاحب بلوغ المرام سے اور حوالہ دیں مسلم شریف کا، یہ ہے مؤلف کی امانت داری۔

(۳۳) مؤلف نے الحمد سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں لکھا ہے کہ بسم اللہ کو جبراً و سراً دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے:

”قوی اور رائج مذہب کے مطابق بسم اللہ سراً ہی پڑھنی چاہیے“ ص ۲۳۶

اور ہندوستانی محقق بالکل خاموش ہے، کچھ نہیں کہتا کہ بسم اللہ پڑھنا سراً افضل ہے یا جبراً۔ (۳۴) آئین کے سلسلہ میں مؤلف نے حضرت علی سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آئین کہنا میں نے سنا۔

پاکستانی محقق کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور اس کے ضعف کی تفصیل

کے ساتھ وجہ بتلائی ہے۔ ص ۲۳۹

اور لقمان سلفی صاحب اسی حدیث کو صحیح بتلاتے ہیں، جبکہ اس حدیث میں جو راوی

ابن ابی یعلیٰ ہے اس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے، ثعلبہ کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر سنی الخطا



میں نے کسی کو نہیں دیکھا، نیز حدیث کی سند میں بھی اختلاف ہے، ابن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے والد سے سوال کیا تو وہ فرمانے لگے میرے نزدیک یہ حدیث خطا ہے، ان سب باتوں کو پاکستانی محقق نے ذکر کیا ہے، اور اس حدیث کو ضعیف بتلایا، (۳۵) حکیم صادق نے آئین کے سلسلہ میں ایک روایت ابن ام الحسین کی بھی طبرانی اور نعیمی سے نقل کی ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے آپ کی آئین کو سنا اور وہ عورتوں کی صف میں تھیں۔

پاکستانی محقق کہتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے .. منہ ۱۲

مگر ہندوستانی محقق کہتا ہے کہ سند چاہے ضعیف ہے مگر حدیث کا متن بہر حال صحیح ہے، متن کیوں صحیح ہے اس کے لئے وجہ اس نے نہیں بتلائی منہ ۱۱

(۳۶) آئین کے بارے میں مصنف نے ایک حدیث ذکر کی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کی سندیں ایک راوی طلحہ بن عمر ہے جو ضعیف راوی ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے، مگر اس کے باوجود دونوں محققین کے نزدیک حدیث کو اسی طور پر صحیح ہو گئی ہے۔

(۳۷) قرأت خلف الامام کے بارے میں مؤلف نے ایک حدیث ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے۔

ان رسول اللہ قال من صلوات خاتم الامام فليقرأ بفاتحة الكتاب  
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے پس چاہئے کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھے۔

اس پر پاکستانی محقق کہتا ہے۔

”مجمع الزوائد میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے

من قرأ خلف الامام فليقرأ بفاتحة الكتاب، پھر کہتا ہے کہ اگر یہ روایت

انہیں الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اس سے وجوب قرأت پر دلیل لانا صحیح نہیں ہے۔ اور

ہندوستانی محقق نے اس کو سخت ضعیف بتلایا ہے۔ (۱۲۶) اور اس سخت ضعیف حدیث کو مؤلف کہتا ہے کہ اس کے سب روایات ثقہ ہیں اور حوالہ دیتا ہے مجمع الزوائد کا، اس پر پاکستانی محقق گرفت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مؤلف علیہ الرحمہ نے کہتا ہے کہ اس حدیث کے متعلق بھی مجمع الزوائد میں رجالہ ثقاہت یعنی اس کے سب راوی ثقہ ہیں، مذکور ہے مگر مجمع الزوائد میں رجالہ ثقاہت نہیں بلکہ رجالہ موثقون ہے یعنی اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ ثقاہت اور موثقون میں جو فرق ہے وہ واضح ہے، ۳۲۴

غیر مقلدین اپنے کرتبوں سے کس طرح ضعیف حدیث کو صحیح بتاتے ہیں اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۳۸) مؤلف آمین کے بارے میں لکھتا ہے کہ آمین کہہ کر تھوڑی دیر بٹھریں، اور حوالہ دیتے ہیں کہ وہ ہندوستانی محقق کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور پاکستانی محقق کہتا ہے کہ :

„الحاصل حدیث سمرہ سے فاتحہ کے بعد سکتہ کی مشروعیت پر دلیل لینا مناسب نہیں ہے کیونکہ اکثر رواۃ نے یہ سکتہ سب قرأت سے فراغت کے بعد ذکر کیلئے، شیخ ابوالخیر اس حدیث کو ضعیف کیا ہے۔“ ۲۲۹

(۳۹) مؤلف نے نمازیں قرأت کے سلسلہ کی موطا امام مالک سے ایک حدیث ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ہر سورہ پڑھی ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔ پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

ضعیف حدیث ہے، اس کی سند میں محمد بن اسحق مدلس ہے اور انھوں نے حدیث کی صراحت نہیں کی ہے۔

اور ہندوستانی محقق لکھتا ہے، ”ضعیف ہے اور پھر لکھتا ہے یہ حدیث موطا میں نہیں بلکہ ابوداؤد میں ہے لیکن صاحب مشکوٰۃ کی تقلید میں مؤلف رحمہ اللہ سے یہ سہو ہو گیا

اور اس بات کو پاکستانی محقق بھی کہتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صادق صاحب کا مبلغ علم مشکوٰۃ اور بلوغ المرام سے آگے کا نہیں ہے، مگر یہ ایسے حیا دار صلوة الرسول والہیں کہ حدیث نقل کریں گے کہیں سے اور حوالہ دیں گے کہیں کا، یہ کیوں؟ تاکہ معلوم ہو کہ ہم بڑے پایہ کے عالم ہیں۔

(۴۰) مصنف نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز مغرب کی نمازیں قل یا ایہا الکافرین وقل ہواللہ احد اڑھا کرتے تھے۔

پاکستانی اور ہندوستانی دونوں محققین نے اس حدیث کو سخت ضعیف کہا، دیکھو ہندوستانی نسخہ صفحہ ۱۳ و پاکستانی صفحہ ۱۸۔ پاکستانی محقق مؤلف کی جہالت کو آشکارا کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

مؤلف نے اس حدیث کو شرح السنہ کی طرف اشارہ کیا ہے، مگر اسے شریعت کی طرف منسوب کرنا مہم ہے کیونکہ بغوی نے اسے باسند روایت نہیں کیا ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ ”جابر بن سمرہ سے مروی ہے“ ص ۲۵۲

ہندوستانی محقق مصنف کی اس جہالت پر خادش ہے۔

(۴۱) مؤلف نے قرأت کے بیان میں سلم شریف سے ایک روایت ”عمر بن حوث... سے نقل کی ہے۔ پاکستانی محقق ص ۱۸۱۔ یہ صحیح نہیں ہے، صحیح عمر بن حوث ہے۔ ص ۱۸۲

اور ہندوستانی محقق نے عمرو بن حوث کو عمرو بن حوث بنا کر مصنف کی جہالت پر

پروردہ ڈال دیا ہے۔ (ص ۱۳۲)

(۴۲) مصنف نے عصر کی اور ظہر کی نماز کے بیان میں حضرت جابر بن سمرہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں واللہ اذایغشی اور ایک روایت میں ہے کہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے اور عصر میں بھی مانند اس کے اور حوالہ دیا ہے سلم شریف کا۔

اس پر گرفت کرتے ہوئے پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

اس روایت میں عصر کا ذکر نہیں ہے مگر مؤلف کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ اس

روایت میں بھی عصر کا ذکر ہے جب کہ ایسا نہیں ہے، اصل میں یہ اسلوب

صاحب مشکوٰۃ کا ہے۔ (۲۵۵)

یعنی مصنف نے حدیث تو نقل کی ہے مشکوٰۃ سے اور حوالہ دیا مسلم شریف کا اور جو فلفلی

صاحب مشکوٰۃ نے کی مصنف بھی ان کی تقلید میں گرفتار ہو گئے۔

مصنف نے مشکوٰۃ سے حدیث نقل کر کے بخاری و مسلم و دیگر کتابوں کا حوالہ کیوں دیتے

ہیں؟ تو بتلا چکا ہوں کہ یہ اس لئے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ ”ہم بڑے پیہر بنے ہوئے لوگ ہیں“ اور ہمارا

علمی افق بڑا وسیع ہے۔

(۲۳) مؤلف نے ”ان آیات کا جواب دینے چاہئے کے عنوان کے تحت“ چار احادیث ذکر کی ہیں اور

ان سے یہ ثابت کیا ہے کہ احادیث میں جن آیات کا ذکر آیا ہے اس کا مقتدی کو جواب دینا چاہئے

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

واضح رہے کہ ان احادیث سے اس مسئلہ پر دلیل لینا صحیح نہیں ہے کہ جب

امام ان چند مخصوص آیات کی تلاوت کرے تو امام اور مقتدی سب ان کا

جواب دیں، اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ پھر محقق نے تفصیل سے

ہر حدیث کا جواب دیکر بتلایا ہے کہ مؤلف کا ان احادیث سے اس مسئلہ پر

استدلال درست نہیں ہے ۲۵۹

ہندوستانی محقق بھی ان پاکستانی محقق کی تائید کرتا ہے وہ لکھتا ہے:

”مذکورہ احادیث سے اس مسئلہ پر دلیل لانا کہ جب امام مذکورہ آیات کی تلاوت

کرے تو اسے اور اس کے ساتھ مقتدیوں کو بھی ان کا جواب دینا چاہئے

صحیح نہیں، کیونکہ اولاً تو ان میں سے بعض روایات صحیح نہیں ہیں، اور جو صحیح ہیں

ان میں مقتدیوں کے جواب کی کوئی مراعت نہیں، بلکہ بعض کے سیاق و سباق

سے تہیہ چلتا ہے کہ یہ خارج نماز کی بات ہے۔ ۱۲۵

یعنی مؤلف کو اتنا بھی پتہ نہیں چل پایا کہ ان احادیث میں کس کا تعلق نماز سے ہے اور کس کا نماز سے نہیں ہے۔ اور حوصلہ ہے کہ وہ لوگوں کو رسول اللہ کی نماز سکھلائیں گے۔ جی ہاں حج کے اہم حدیث پہلوان ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ٹی بی کے مریض بچونے کے باوجود کشتی کا ڈنگل لڑنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

(۴۴) مؤلف نے رکوع میں دعا پڑھنے کے سلسلہ میں حضرت عون بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں کہتے تھے۔ سبحان ذی الجلالوت والملكوت والکبرياء والعظمة۔ اور حوالہ دیا ہے بخاری شریف اور مسلم شریف کا اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مؤلف نے اس حدیث کو بخاری و مسلم کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ بخاری و مسلم میں نہیں ہے۔ ہندوستانی محقق بھی پاکستانی محقق کی تائید کرتا ہے۔

مگر مؤلف نے یہ حرکت کیوں کی، اور جو حدیث بخاری و مسلم کی نہیں ہے اس کو بخاری و مسلم کی طرف کیوں منسوب کیا؟ تاکہ معلوم ہو کہ ہم حدیث کے بڑے پہلوانوں میں سے ہیں، اور بخاری و مسلم کی حدیثوں پر ہماری نگاہ ہے۔

مؤلف نے نماز میں چوری کے سلسلہ کی ایک روایت مؤطا اور دارمی کا نام لے کر نقل کی ہے، جب کہ پاکستانی محقق کہتا ہے، مؤلف نے اس روایت کو مشکوٰۃ سے نقل کیا ہے، اور صاحب مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ یہ روایت دارمی کی نہیں ہے بلکہ اس میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے ۱۲۶

ہندوستانی مؤلف کی اس خیانت اور اس جہالت پر خاموش ہے، کیسا غضب ہے کہ مؤلف بار بار حدیثیں تو نقل کرتا ہے مشکوٰۃ سے اور حوالہ دیتا ہے اصل کتاب کا گویا کہ اس نے اصل کتاب دیکھی ہے، اور مشکوٰۃ سے نقل کرنے میں بھی بسا اوقات غلطی کرتا ہے جیسے یہاں ناظرین نے دیکھا کہ صاحب مشکوٰۃ تو کہتے ہیں ”دوی الدارمی زنجویا“ یعنی یہ حدیث

نہیں، اسی حدیث کے مثل داری نے نقل کیا ہے، اور یہ صاحب جوچ کے اہل حدیث ہیں اور رسول اللہ کی نماز سکھانے جا رہے ہیں، اس مؤلف والی حدیث ہی کو داری کی طرف منسوب کر دیا۔

(۴۵) مصنف نے رفع یدین کے سلسلہ کی ایک روایت مانظ ابن حجر کی کتاب التلخیص المجیر سے نقل کی ہے، جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین اللہ تعالیٰ سے ملتے دم تک کرتے رہے۔ اس پر دونوں محققین کہتے ہیں کہ یہ اضافہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخیر زمانہ حیات تک رفع یدین کرتے رہے، انتہائی ضعیف ہے۔ پاکستانی محقق تو صرف اس حدیث کا سخت ضعیف بتلا کر خاموش ہو جاتا ہے جبکہ ہندوستانی محقق اپنی بات میں پیوند لگاتے ہوئے کہتا ہے، مگر دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ نے آخری عمر تک رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھی۔ ص ۱۴۶

مگر اس عقلمند کی عقلندی یہ ہے کہ نام تو لیتا ہے دلائل کا یعنی اس کے پاس بہت سے دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر حیات تک رفع یدین سے نماز پڑھی مگر ذکر ایک دلیل بھی نہیں کرتا، ہوا میں تیر چلاتا ہے، ہمارا چیلنج ہے کہ غیر متقلدین کا بڑے سے بڑا علامہ بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر زمانہ تک رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

(۴۶) مؤلف کتاب زاد المعاد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازات رفع یدین کرتے تھے، اور اس حدیث کے بارے میں گزر چکا ہے کہ یہ سخت ضعیف روایت ہے زاد المعاد میں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ ابن قیم کا اپنا قول ہے، پاکستانی محقق حکیم صادق قضا کی اس تلبیس پر خفا ہوتے ہوئے لکھتا ہے۔

• مؤلف کا یہاں حوالہ دینے کا انداز قطعاً صحیح نہیں ہے زاد المعاد میں ابن قیم کا اپنا کلام ہے مگر مؤلف کے انداز سے قاری ہی سمجھے گا کہ زاد المعاد میں حدیث مذکور ہے۔ ص ۲۴۹ اور ہندوستانی محقق مؤلف کی اس تلبیس پر خاموش ہے کوئی تنبیہ نہیں کرتا۔

(۴۷) مؤلف اپنی کتاب میں (تشہیدیں)۔ انگلی اٹھانے کا ریت کا عنوان

قائم کیا ہے، اس کے تحت لکھا ہے کہ۔ جب ہم احادیث صحیحہ پر غور کرتے ہیں تو کسی حد  
لا، یا لا اللہ کے وقت اشارہ کرنا ثابت نہیں ہوتا۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

جب اس کی کچھ اصلیت نہ تھی تو حدیث نمبر ۳۸۱ کی تشریح میں جو یہ کہ آئے ہیں کہ  
اشہد کہتے ہی انگلی اٹھائیں اور لا اللہ ختم کر کے گرا دیں، اس کی کیا ضرورت تھی؟ ۳۰۵  
بند وستانی ممنوع نے بھی یہ بات کہی ہے۔

(۴۸) مؤلف نے شکوۃ کے حوالہ سے ابوداؤد اور دارمی کے حوالہ سے شہدیں  
انگلی کے حرکت دیتے رہنے کی حدیث ذکر کی ہے، اس پر پاکستانی تنقید لکھتا ہے۔  
یہ نسانی، دائرہ وغیرہ میں ہے ابوداؤد میں نہیں ہے مثلاً  
اس سے معلوم ہوا کہ صاحب کتاب کی پہنچ شکوۃ سے آگے کی نہیں کہ ان کو یہ پتہ چل سکے کہ  
جس کا مشکوۃ میں حوالہ دیا جا رہا ہے وہ حدیث ان کتابوں میں ہے بھی یا نہیں!

## ضروری اعلان

ہم بڑے افسوس کے ساتھ یہ اعلان کر رہے ہیں کہ اس شمارہ کے  
بعد ان تمام لوگوں کے نام زمرہ بھیجا بند کر دیا جائے گا جن کا چندہ  
دو سال کا باقی ہے۔ (جلد ۱ و جلد ۲)  
جلد ۱ کے خریداروں سے گزارش ہے کہ وہ جلد ۱ کا چندہ  
روانہ کر دیں۔

# حالات و واقعات

## بھڑیا نے اسلام کی دعوت دی

حضرت رافع بن خیرہ ایک صحابی ہیں، جب وہ کفر کی حالت میں تھے تو ان کا مشغلہ چوری کرنا تھا یعنی چھپتے، انکے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ جنگل میں تھے کہ ایک بھڑیا آیا اور اس نے ان سے انسانوں کی طرح بات کی اور ان سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، چنانچہ حضرت رافع بن خیرہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اسلام لانے کے بعد انہوں نے اس واقعہ کا ذکر اپنے ان اشعار میں کیا۔

رَعِيْتُ الضَّانَ أَحْبَبَ مَا يَكْلِي      مِنْ اللَّصِيتِ الْحَفِي وَكُلَّ ذَنْبٍ

میں بکریاں چراہا تھا اور اسکی حفاظت چور اور بھڑیے سے کہ رہا تھا

فَمَا إِنْ سَمِعْتَ الذَّنْبَ نَادَى      يَبْشَرُنِي بِأَحْمَدٍ مِنْ قَرِيبٍ

تو میں نے بھڑیے کو سنا کہ اس نے آواز لگائی اور وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری دے رہا تھا۔

سَعَيْتَ إِلَيْهِ قَدْ شَمَرْتَ تَوْبِي      عَلَى السَّاقَتَيْنِ قَاصِرَةَ الرُّكْبِ

تو میں جلدی سے آپ کے پاس پہنچا۔

فَالْقَيْتَ الْبَنِي يَقُولُ قَوْلًا      حَمْدًا قَالِيں بِالْقَوْلِ الْكَذَّابِ

تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچی بات کہتے ہوئے پایا

فَبَشَّرَنِي بِدَايِنِ الْحَقِّ حَتَّى      تَبَيَّنَتِ الشَّرِيعَةُ لِلْمُتَّبِعِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دین حق کی خوشخبری سنائی تا آنکہ اللہ کی طرف سے مائل شخص کے لئے شریعت واضح ہو گئی۔

وَابْصُرْتُ الضِّيَاءَ يَضِيئُ حَوْلِي      أَمَا عَى إِنْ سَعَيْتَ وَمِنْ جَنُوبِي

بقیہ صفحہ ۳۳ پر



خطہ شیرازی

مجلد اول جمل مفتاحی

## خمار سلفیت

شیخ جن حفظہ اللہ کی دعوتِ عقیقہ فلاپ، شیعہ میں گھوڑا ذبح کیا کرتا تھا

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - اباجی شیخ جن حفظہ اللہ تعالیٰ نے کل دعوتِ عقیقہ کا اہتمام کیا تھا۔

باپ - جی بیٹا، بڑی آرزوؤں و تمناؤں کے بعد گزشتہ ہفتہ ان کی سولہویں بیوی کے

بطن سے سترہ سال کے بعد پہلا بچہ پیدا ہوا، ولادت کے روز ہی وہ مجھے اس کی

خوشخبری دے گئے تھے، اور کہا تھا کہ وہ اس کا شاندار عقیقہ کریں گے۔

بیٹا - اباجی، اسلام میں تو ایک ساتھ صرف چار بیوی رکھنے کی اجازت ہے، شیخ جن

حفظہ اللہ کے گھر میں ایک ساتھ سولہ بیویاں۔

باپ - بیٹا اس بارے میں ان کا مذہب نواب بھوپالی والا ہے ان کے مذہب میں چار بیویاں

کی قید نہیں ہے، خیر تم اپنی بات کہو، شیخ جن حفظہ اللہ کے عقیقہ کے بارے میں

کچھ کہہ رہے تھے؟

بیٹا - جی اباجی۔ انہوں نے دعوتِ عقیقہ میں شہر کے معزز لوگوں کو بطور خاص بلایا تھا

شیخ خیرد حفظہ اللہ، شیخ لٹو حفظہ اللہ، شیخ بچو حفظہ اللہ، علامہ بھرائی پی ایچ ڈی

لہرائی، رُشدا چیریں دفرہ معززین آئے تھے مگر کسی نے کھانا نہیں کھایا، سب واپس چلے گئے۔

باپ - کیوں بیٹا، کیا واقعہ رونما ہوا؟

بیٹا - اباجی۔ جب دسترخوان چن دیا گیا اور گوشت کا ڈونگار کھا گیا تو کسی نے کسی ہمان کے کان میں کہہ دیا کہ ڈٹ کر کے کھانا گوشت گھوڑے کا ہے، اس ہمان نے اپنے بغل والے سے کہا اس نے اپنے بغل سے کہا اس طرح سارے ہمانوں کے کانوں تک یہ بات پہنچ گئی کہ حقیقت میں گھوڑا ذبح کیا گیا ہے، سارے ہمانوں نے اپنا ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا۔

باپ - پھر کیا ہوا بیٹا؟

بیٹا - اباجی شیخ جن حفظہ اللہ کا حال خراب تھا دوڑے بھاگے گئے ابو مولوی محمد دہلوی کی کتاب شمع محمدی لاکر لوگوں دکھلا رہے تھے کہ دیکھو اس کتاب میں حدیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ گھوڑے کا گوشت جائز ہے، حقیقوں نے اسے قیاس سے مکر وہ کر رکھا ہے حقیقوں نے جس سنت کو مردہ کیا تھا حقیقت میں گھوڑا ذبح کر کے اس مردہ سنت کو زندہ کیا ہے، مگر کوئی ان کی سنتا نہیں تھا، سب ایک ایک کو کے واپس چلے گئے۔

باپ - بیٹا، تب تو شیخ جن حفظہ اللہ کی بڑی سبکی ہوئی؟

بیٹا - شیخ جن کی سبکی ہوئی یا نہیں مگر ان کی بیوی نے شیخ جن کو اور شمع محمدی والے محمد جونا گڑھی کو خوب خوب سنائی، اور کہا کہ سترہ سال کے بعد ایک خوشی کا موقع ملا تھا وہ بھی اس کتاب کی وجہ سے غارت ہوا، ان کی بیوی شیخ جن کا گلا پکڑ کر بار بار کہہ رہی تھی کہ بتلاؤ کہ مولوی محمد کے باپ نے ان کے دادا نے ان کے خود مولوی محمد نے کبھی گھوڑے کا گوشت کھایا ہے، کسی بھی اہل حدیث نے حقیقت میں گھوڑا ذبح کیا ہے تمہیں بڑے آئے ہو مردہ سنت کو زندہ کرنے کیلئے، اب شیخ جن کو دیکھو تو ان کا برا حال تھا سخت سردی میں پیشانی پسینہ سے شرابور تھی۔

باپ - بیٹا، مولوی جونا گڈھی کی ہر کتاب فتنہ والی ہے، ان کی ساری زندگی فتنہ انگیزی میں گزاری تھی، علم کے نام پر وہ جہل بانٹا کرتا تھا۔

بیٹا - تو کیا اباجی حدیث سے گھوڑے کا گوشت کھانا ثابت نہیں ہے۔

باپ - بیٹا ضرورت سے موقع پر ہی جائز ہے، ورنہ گھوڑے کی تخلیق کا مقصد گوشت

کھانا نہیں ہے بلکہ سواری کرنا ہے، قرآن میں عذراؤں کو رہے والمخیل والبعال  
والحمیر لتوکبوا، یعنی جانوروں میں سے کچھ گوشت کھانے کیلئے پیدا کئے گئے

مگو گھوڑوں، خجروں اور گدھوں کو اللہ نے سواری کے لئے پیدا کیا ہے، اس سے

معلوم ہوا کہ گھوڑے کی تخلیق کی اصل غرض سواری کرنا ہے نہ کہ اس کا گوشت کھانا۔

مولانا جونا گڈھی کو صرف گھوڑے کے گوشت کی حلت والی حدیث نظر آئی

منع والی احادیث ان کو نظر نہیں آئی۔ نسائی، ابوداؤد، طحاوی، دارقطنی

وغیرہ احادیث کی کتابوں میں حضرت خالد بن ولید سے منع کی احادیث مذکور ہیں

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی منع کی ایک روایت ہے۔

بیٹا - اباجی مولانا جونا گڈھی کی کتابوں میں فتنوں کا جو ثوبہ بہت نظر آتا ہے۔

باپ - بالکل ٹھیک کہتے ہو، انکی کتابوں سے اہل حدیث جماعت کو فائدہ سے زیادہ

نقصان پہنچا ہے۔

بیٹا - اباجی آجکل ہمارے بعض ادارے ان کی کتابوں کو جو چھاپ رہے ہیں ان کا

مقصد بھی فتنہ انگیزی ہی ہے کیا؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

اہل حدیث مذہب میں گھوڑے کی قربانی جائز، ہرن کی بھی جائز،

نیگلے کی بھی جائز، چڑیا کی بھی جائز، مرغی مرغی کی بھی جائز، اند کی بھی

جائز ہر اس جانور اور پرندہ کی جائز جس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی یہ علامہ ابن حزم کون بزرگ تھے، ہمارے لوگ ان کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں؟

باپ - بیٹا، یہ عالم اسلام کے بہت بڑے غیر مقلد عالم تھے، انہیں کی تحقیقات کی سرپرستی میں ہم لوگوں کی غیر مقلدیت پر دان پڑھی ہے۔

بیٹا - تو اباجی علامہ ابن حزم ہماری جماعت کے بابا آدم تھے؟

باپ - جی بیٹا - جی بیٹا - عوام کی زبان میں ان کا صحیح تعارف یہی ہے؟

مگر یہ تو بتلاؤ کہ آج تم کو ابن حزم کیسے یاد آگئے؟

بیٹا - علامہ ہنزاد حفظہ اللہ اس سال مدینہ یونیورسٹی سے پڑھ کر آئے ہیں، پی ایچ

ڈی ہیں، عقیدہ میں پی ایچ ڈی کیا ہے۔ انہوں نے جامع مسجد میں انکی کتاب المحلی نامی کا درس دینا شروع کیا ہے، لوگ پہلے تو کثیر تعداد میں بیٹھا کرتے تھے مگر اب آہستہ آہستہ لوگوں کی شرکت کم ہوتی جا رہی ہے۔

باپ - علامہ ابن حزم کی یہ کتاب ”المحلی“ تو علم کا بحر زخار ہے، بڑی مستند کتاب

ہے اس کا درس تو بہت مفید ہے، غیر مقلدیت کو چار چاند لگ جائے گا،

تقلید پرستوں کی ہوا اکھڑ جائیگی۔

بیٹا - اباجی، کیا آپ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے؟

باپ - نہیں بیٹا - مگر سن رہا ہے کہ یہ کتاب اسلامی فقہ کی اکیڈمی ہے، علم کا خزانہ ہے

مسائل شرعیہ کی اس کتاب میں بڑے عمدہ طریقہ سے تحقیق کی گئی ہے اور تقلید

پرستی کی جڑ کاٹنے والی کتاب ہے، حنفیہ کا قلعہ، دھڑام سے نیچے آ جائیگا۔

بیٹا - مگر اباجی یہاں تو اس کا اثر اٹا ہو رہا ہے، لوگوں کو اس کتاب سے وحشت

ہونے لگی ہے۔

باپ - وحشت ہونے لگی ہے؟ کیوں بیٹا؟

بیٹا۔ اباجی اس کتاب میں تو عجیب عجیب مسائل ہیں جن سے ہمارے کان کبھی آشنا نہیں تھے۔

باپ۔ مثلاً

بیٹا۔ اباجی قربانی کے موقع سے علامہ ہمزاد نے اس کتاب کا یہ مسئلہ لوگوں کو سنایا۔  
الاضحية جائز لا بكل حيوان يوكل لحمه من ذی اربع ادطائر  
كالفرس والایل وبقرا الوحش والديك وساائر الطيور والحيوان  
المحلال اكله۔ دص ۲۸۹ ج ۴ مکتب دارالتراث القاہن تحقیق  
احمد محمد شاکی

یعنی قربانی ہر اس جانور کی جائز ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے خواہ چوپایہ ہو  
یا پرندہ جیسے گھوڑا، اونٹ، نیل گلے، مرغ اور تمام پرندے اور جانور جس کا  
کھانا جائز ہے۔

اباجی اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ کبوتر کی بھی قربانی جائز، مینا کی بھی قربانی جائز  
ہرن کی بھی قربانی جائز، گوریا کی بھی قربانی جائز، خرگوش کی بھی قربانی جائز  
بطخ اور مرغابی کی بھی قربانی جائز۔

ہم نے اپنے باپ دادا سے ان جانوروں کی قربانی کا ذکر کبھی سنا نہیں تھا،  
باپ۔ بیٹا، ذرا علامہ ہمزاد حفظہ اللہ کو میرے پاس کسی وقت بھیج دو، میں انکو سمجھا دوں گا  
کہ اگر حقیقت کا قلعہ زیر کرنا ہے اور غیر تعلدیت کو عروج دینا ہے تو اس کتاب سے  
وحشت پیدا کرنے والے مسائل نہ بیان کریں۔

بیٹا۔ اباجی، قربانی ان جانوروں کی کبھی شیخ البانی، شیخ ابن باز، میاں صاحب  
شیخ الکل فی الکل، حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری، حافظ عبد الرحمن مبارکپوری  
وغیرہم نے کی ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

## شیخ کلوحفظہ اللہ نے انڈے کی قربانی کی مگر سنت زندہ ہونے سے محفوظ رہی

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی کچھ سننا آپ نے اس عید قرباں میں شیخ کلوحفظہ اللہ نے انڈے کی قربانی کی تھی۔

باپ۔ جی بیٹا، انڈے کی قربانی بھی سنت ہے؟ علامہ ابن حزم حدیث سے اس کو ثابت

کیا ہے۔ قادی ستاریہ جو کراچی سے چھپا ہے اس میں بھی انڈے اور مرغی کی قربانی کو

جائز بتلایا گیا ہے۔

بیٹا۔ اباجی مگر شیخ کلوحفظہ کے ساتھ تو عجیب حادثہ پیش آیا، ان کی قربانی کا گوشت نہ کھایا گیا

نہ تقسیم ہوا۔

باپ۔ کیا ہوا بیٹا؟

بیٹا۔ اباجی شیخ کلوحفظہ نے علامہ ہمزاد حفظہ اللہ سے محلی ابن حزم کا یہ مسئلہ سناتھا دلائل کون

الاصحیۃ اصحیۃ الابن محمدا ونحوہا، یعنی قربانی اسی وقت قربانی

ہوگی جب قربانی والی چیز کو ذبح کیا جائے یا اس کا نحر کیا جائے۔

اب انھوں نے انڈے کو پھیم رخ ٹا کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس کی گردن پر

جو زور سے چھری چلائی تو اس کا سارا گوشت بہ گیا، اور سنت زندہ ہونے سے محفوظ رہی۔

باپ۔ بیٹا انھوں نے بڑی بیوقوفی کی کہ اس کو چھری سے ذبح کیا، ان کو نحر کرنا چاہئے تھا۔

بیٹا۔ اباجی، نحر بھی تو چھری سے ہوتا ہے بلکہ خنجر سے ہوتا۔ تو کیا اس قربانی کا گوشت

بہتا نہیں۔

اباجی میں تو سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے مصنفین کا ٹھکانا کہیں اور ہے۔

باپ۔ کہاں ہے بیٹا؟

بیٹا - ہندوستان کی وہی جگہیں جہاں ہندوستان کے ایک خاص قسم کے لوگ تشریف فرما ہوتے ہیں -

باپ - کیوں بیٹا ان مصنفین کیلئے یہ جگہیں کیوں؟

بیٹا - اباجی جس کو اتنا پتہ نہ ہو کہ قرآن پاک میں قربانی کے جانوروں کے بارے میں اللہ

تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے اس کو کتابیں لکھنے اور فتویٰ دینے کا حق کیلئے، خدائے

تعالیٰ کا ارشاد ہے - لَنْ يَنْالَ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَدِمَا نُهَُا وَلَكِنْ يَنْالُهُ

الْمَقْتُولُ مِنْكُمْ - یعنی اللہ کے یہاں قربانی کے جانوروں کا گوشت اور

خون نہیں پہنچتا، اللہ کے یہاں تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے -

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی اسی چیز کی ہوگی جس میں خون اور گوشت ہو،

انڈے میں خون اور گوشت ہوتا ہے؟

باپ - بیٹا تمہاری گرفت تو بہت درست ہے یہ تمہارا اجتہاد ہے کہ کسی کی تعلیم؟

بیٹا - یہ سب باتیں ہم جیسوں کو اجتہاد سے کہاں ماحصل ہوتی ہیں، بڑوں سے سنی باتیں ہیں -

اباجی ہو سکتا ہے کہ ابن حزم کے زمانہ میں گوشت اور خون والا اندا ہوتا ہو -

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

۵۶ کا بقیہ :-

اور میں نے اپنے ارد گرد روشنی پایا، اگر چلتا تھا تو وہ روشنی سامنے ہوتی اور پیلوں میں نظر آتی -

حضرت رافع کی وفات حضرت عمر کے زمانہ میں ۲۳ ہجری میں ہوئی -

(الاستیعاب ج ۱ ص ۲۸۹)

مجلہ مفتاحی

## میلاد شریف کا مروج

ملک معظم مظفر الدین

ملک مظفر الدین صاحب "اربل" سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانہ کا بادشاہ تھا، سلطان ایوبی کی طرف سے اس کے بھائی کو "اربل" کا صوبہ دیا گیا تھا، جب اسکے بھائی کا انتقال ہوا تو سلطان صلاح الدین نے یہ صوبہ مظفر الدین کو دے دیا۔ مظفر الدین بڑا بہادر لڑنے والا تھا، صلاح الدین ایوبی کے ساتھ کئی معرکوں میں شریک ہو کر اس نے راجستھان دی تھی، جس کی وجہ سے سلطان کی نظر میں اسکی وقعت اور حیثیت بڑھ گئی تھی کہ سلطان نے اپنی بہن سے اس کی شادی کر دی۔

یہ بادشاہ بڑی داد و دہش والا تھا، مدتہ و خیرات خوب کرتا تھا، روزانہ غنوں پر آم کی روٹیاں، پکواند غرابا، و فقرا میں تقسیم کرتا تھا، یہ صاحب سماع تھا، یہی اس کی روحانی غذا و لذت تھی، صوفیوں کو اسی غرض کے لئے جمع کرتا تھا اور ان کی مجالس سماع میں حاضر ہوتا۔ لکھنے کے یہی میلاد شریف کا بانی اور اس کو رواج دینے والا تھا، میلاد پر یہ بہت زیادہ خرچ کرتا تھا، اور ربیع الاول کا پورا مہینہ یہ جشن مناتا، دور دور سے لوگ میلاد کے جشن میں شریک ہونے کے لئے آتے، خوب کھیل کود ہوتا، شامیانے نصب کئے جاتے اور امر اور حکام اس میں ٹھہرتے، بکریاں اگائے اور اونٹ بہت زیادہ ذبح کئے جاتے

بقیہ صفحہ پر



مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دوماہی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۲ = شمارہ ۳



جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ

۱۴۳۰ھ

سالانہ چندہ — ۸۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی دوستوں کو پے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ  
غیر ممالک سے وٹس فائل امریکی

مدیر مسئول و مدیر التحریر  
محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل سید غازی پور۔ یوپی

موبائل نمبر: 94534 97685

23 3001

پن کوڈ

## فہرست مضامین

۲	مدیر	اداریہ
۶	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۹	" "	خط ادراک کا جواب
۱۵	" "	ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے
۳۷	" "	اعیان العباد
۴۶	" "	مقام صحابہ کتاب سنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی
۵۲	محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی انداز پر ایک نظر
۵۷	ادارہ	حالات و واقعات
۶۰	لطیف شیرازی	نہما رسلیت

## اداریہ

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہندوستان کی تاریخ اس اعتبار سے آج بدترین دور سے گزر رہی ہے کہ ہمارا یہ ملک آج دہشت گردوں کا نشانہ بنا ہوا ہے، چند ماہ قبل ممبئی میں دہشت گردوں نے جان و مال کی جو تباہی مچائی اور معصوموں کی ایک بڑی تعداد کو موت کے منہ کا لقمہ بنایا، وہ دہشت گردی کی بدترین مثال تھی، اور افسوس یہ ہے کہ اس بات کی تحقیق ہو چکی ہے کہ ان دہشت گردوں کا تعلق ہمارے پڑوسی ملک سے تھا، یہ پڑوسی ملک اسلامی ملک کہلاتا ہے، اسلام میں معصوموں کے خون سے ہولی کھیلنا کہاں جائز ہے، ان دہشت گردوں کو اس کی کوئی پرواہ نہیں، انہیں اس کی بھی پرواہ نہیں کہ اسلام ان کی ظالمانہ کاروائیوں سے بدنام ہوتا ہے، اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑتا ہے، اسلام کی صورت مسخ ہوتی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کاروائیوں کے پس پشت وہ جذبہ ہے جس کا منبع اسلام کی تعلیمات ہیں۔ دہشت گردانہ کاروائیاں کرنے والے افراد بعض ایسی تنظیموں سے وابستہ ہوتے ہیں جنہوں نے اپنا نام اسلام سے جوڑ رکھا ہے، ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہے کہ دہشت گردانہ کاروائیاں انجام دینے والے افراد اگر مسلم جماعتوں اور مسلم تنظیموں سے وابستہ ہوتے ہیں تو یہی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں، یہ اسلام کو بدنام کرتے ہیں، مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں، اور معصوم جانوں کو تلف کر کے پوری ملت اسلامیہ کے لئے باعثِ تنگ و غار ہوتے ہیں، ان کی یہ کاروائیاں جن کو وہ جہاد سمجھتے ہیں، اور خود وہ ہلاک ہو کر اپنے کو شہداء میں شمار کرتے ہیں، یہ سب دھوکہ ہے، فریب ہے، وہ جہاد اور شہادت کے تقدس کو داغدار کرتے ہیں۔

کَا سَا الْعُلُوْمُ دِیُوْبِنْدُ جُو مُسْلِمَانُوں کِی ہِنْدُو سْتَان مِی سَب سَے مُعْتَبَرِ اِسْلَامی دَر سَکَاہ

اور روحانی مرکز ہے، اس نے اپنے فتویٰ میں بہت واضح الفاظ میں واضح کر دیا ہے کہ اسلام میں دہشت گردی کی کوئی جگہ نہیں ہے، جو لوگ اسلام کے نام پر دہشت گردانہ کاروائیاں کرتے ہیں، ان کا یہ عمل اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے، اسلام امن کا پیغامبر ہے، انسانیت کا جو احترام اسلام کی تعلیمات میں ہے، اس کی مثال اور مذہب میں نہیں ملتی۔

یہ چونکہ ان دہشت گردانہ کاروائیوں کو ایک خاص طاقت نے اسلام سے جوڑ دیا ہے اس لئے ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ مسلمانوں کی تنظیمیں اور ادارے صحیح صورت حال کو دنیا کے سامنے لائیں اور ان دہشت گردوں کے بارے میں واضح اور دو ٹوک الفاظ میں یہ کہیں کہ یہ اسلام کے دشمن ہیں، ان کے ظالمانہ عمل کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

الحمد للہ دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کے بعد یہ آواز بڑی تیزی سے پورے ملک میں گونجنے لگی ہے ، اور بہت سی اسلامی تنظیموں کو اس کا احساس ہو گیا ہے کہ اس وقت جو ملک کی صورت حال ہو رہی ہے اس میں دہشت گردی کے بارے میں اسلام کے صحیح موقف کو پیش کرنا اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے ۔

جمعیت علماء ہند نے تو اس موضوع کو اپنا اڈرھنا بچھونا بنا رکھا ہے، پورے ملک میں جگہ جگہ اس موضوع پر اس کے بڑے بڑے اجلاس ہو چکے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ اس سے ان فرقہ پرستوں کے منہ پر طمانچہ لگنے شروع ہو گئے ہیں جو دہشت گردانہ کارروائیوں کو اسلام سے جوڑ کر پورے ملک میں مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلا رہے تھے۔

مسلمانوں نے اور اس کے سب سے بڑے اسلامی مرکز دارالعلوم دیوبند نے  
دہشت گردی کے بارے میں اسلام کا صحیح موقف واضح کر دیا ہے، لیکن کیا ان گروہوں کا  
تعلق صرف مسلمانوں سے ہے، ہندوستان کی دوسری کسی قوم کے افراد اس میں شریک  
نہیں ہیں؟ تو حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا تعلق ان دہشت گردانہ گروہوں  
سے اگر ہے تو برائے نام ہے۔ \_\_\_\_\_ مسلسل اور پیہم اور خطرناک قسم کی دہشت  
گردی کا عمل انجام دینے والی تو ہندوستان کی وہ فرقہ پرست تنظیمیں ہیں جو ملک کے امن و

امان کو تباہ کرنے کے لئے اور ہندوستان کو آگ کا جہنم بنانے کے لئے اپنا رشتہ اسرائیلی جیسی اسلام دشمن طاقت سے جوڑ رکھا ہے، اور ملک کے حقیقی سرکاری اداروں نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستان میں جہاں جہاں اب تک دہشت گردی کی کاروائیاں انجام پائی ہیں ان میں سے بیشتر کا تعلق انھیں فرقہ پرست ملک دشمن اسرائیل سے وابستہ تنظیموں کے افراد سے ہے جن کا نعرہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو اس ملک میں مسلمان بن کر رہنے نہیں دیں گے۔

یہ حقیقت بالکل عیاں ہو چکی ہے فرقہ پرست تنظیموں کے افراد خود دہشت گردانہ کاروائیاں انجام دے کر ہیت ہی ناہرانہ اور مکارانہ انداز میں ان کا تعلق مسلمانوں سے جوڑ دیتے ہیں، اور ہندوستان کا میڈیا جس کے اندر ملک کے ساتھ قطعاً ہمدردی کا جذبہ نہیں ہے، جھوٹ کو سچ کرنے کے لئے پوری طاقت سے کھڑا ہوتا ہے، اور مسلمانوں کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ کرنا اس کا دلچسپ مشغلہ بن جاتا ہے، ان دشمنان ملک کو قطعاً اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے کہ اس سے ملک بنتا ہے یا بگڑتا ہے۔

میڈیا کے جانب دارانہ عمل سے ملک کی فضا زہر آلود ہوتی ہے، اور منافرت کا جذبہ اور ٹکراؤ کی شکل پیدا ہوتی ہے، جو اس ملک کے ساتھ بدترین دشمنی ہے، ایسے لوگ ملک کے قطعاً خیر خواہ نہیں ہیں، کاش مسلمانوں کو دغا کا سبق پڑھانے والے ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھ لیں کہ وہ ملک کے کتنے دغا دار ہیں۔

مگر اہم جمل مفتاحی

مُحَمَّد ابوبکر غازی پوری

## نبوی ہدایات

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن سبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن پڑھو اور قرآن کے ذریعہ سے کھاؤ مت۔  
معلوم ہوا کہ قرآن کو کھانے پینے کا ذریعہ بنانا حرام ہے اور اس کے ذریعہ سے جو رقم حاصل ہوتی ہے وہ ناجائز ہے۔

حفاظ قرآن جو تراویح پڑھتے ہیں اور طے کر کے تراویح پڑھاتے ہیں ان کو غور کرنا چاہئے کہ ان کا یہ عمل قطعاً جائز نہیں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو طے نہیں کرتے ہیں مسجد کے لوگ خود سے ہمیں یہ رقم بطور ہدیہ دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کا امتحان اس وقت ہو جاتا ہے جب کسی مسجد میں ان کو پیسہ نہیں ملتا یا کم ملتا ہے تو وہ اس مسجد کا دوبارہ رخ نہیں کرتے، اگرچہ وہ طے نہ کرتے ہوں مگر ان کے جی میں یہ بات ہوتی ہے کہ ان کو پیسہ ملے گا، اگر دل میں یہ خیال ہے تو اگرچہ وہ طے نہ کرتے ہوں مگر پیسہ ملنے کی امید پر وہ تراویح پڑھاتے ہیں تو یہ پیسہ بھی ان کیلئے جائز نہ ہوگا۔

اسی طرح قرآن خوانی کے لئے حفاظ کو بلایا جاتا ہے اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا ہے، قرآن پڑھنے والے قرآن خوانی کی ان مجلسوں میں اسی لئے شریک ہوتے ہیں کہ ان کو کھانے پینے کو ملے گا، یہ کھانا پینا بھی ناجائز اور حرام ہے اسلئے کہ یہ بھی قرآن کے ذریعہ ملا ہے، اگر کسی جگہ قرآن پڑھنے والے کو ناشتہ پانی میں کمی ہوتی ہے تو ان کا چہرہ

بگڑتا ہے اور دوبارہ اس جگہ وہ قرآن پڑھنے نہیں جاتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی نیت خالص قرآن پڑھنے کی نہیں ہوتی ہے۔

بہر حال قرآن کریم کی حرمت کے خلاف یہ بات ہے کہ اس کو اکل و شرب اور کمائی کا ذریعہ بنایا جائے۔

اسی طرح سے وہ دعا و تعویذ جن میں صرف قرآن کا استعمال کیا گیا ہو ایسی دعا و تعویذ پر بھی پیسہ لینا جائز نہیں ہوگا۔

اوپر کی حدیث حضرت عبدالرحمن بن شبلی رضی اللہ عنہ کی ہے، اسی طرح کی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ڈکار کم لیا کرو، اسلئے کہ قیامت کے روز سب سے بھوکا وہی ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والا ہوگا۔

زیادہ ڈکار اس وقت آتی ہے جیسا آدمی کھانا زیادہ کھاتا ہے، بعض لوگوں کی ڈکار کی آواز بڑی مکروہ ہوتی ہے، لوگوں کو اس سے ناگواری ہوتی ہے، اسلئے حدیث میں کم کھانے کی ترغیب دلائی گئی ہے، زیادہ کھانے کو پسند نہیں کیا گیا ہے، زیادہ کھانے میں آدمی کی حرص کا بھی اظہار ہوتا ہے، کھانے پینے کی زیادہ عادت کوئی اچھی چیز نہیں ہے اس سے آدمی کو بچنا چاہئے۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جنت میں جانے والے وہ لوگ ہوں گے جو سیدھے سادھے ہوتے ہیں۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔ اکثر اهل الجنة البکة۔ بلہ کا تفسیر

یہ ہے کہ ایسے لوگ جو شر سے رکٹے والے ہوتے ہیں یعنی ان سے شر کا صدور نہیں ہوتا ہے

یا کم ہوتا ہے اور جو طبعی طور پر خیر پسند ہوتے ہیں یعنی ان کا طبعی میلان خیر کے کاموں کی

طرف ہوتا ہے۔

عام طور پر بے دین قسم کے قسم کے لوگ ایسے بھولے بھالے آدمی کہ بے وقوف سمجھے  
ہیں اور عیار و مکار آدمی کو عقلمند سمجھتے ہیں، ان کو کیا پتہ کہ جن کو وہ لوگ کم عقل اور بے وقوف  
سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا مقام ہے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا۔ اَكثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَىٰ فَاخِصَانَا كَوْتَا لَكُمْ۔ یعنی میرے اوپر صلوٰۃ و سلام زیادہ  
بھیجا کرو، میرے اوپر درود کا بھیجنا تمہارے اعمال کو پاک کرنے والا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا بڑے خیر کا عمل ہے، اس کی برکت  
بے انتہا ہے، صلوٰۃ و سلام کے ساتھ جو دعا کی جاتی ہے وہ مقبول ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کا ارشاد ہے جو میرے اوپر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے خدا تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔  
اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ درود کی کثرت کی وجہ سے آدمی صاف ستھرا ہو جاتا  
ہے، یعنی اس کے نفس کی گندگی دھل جاتی ہے، اور اس کو اچھے اعمال کی توفیق ہوتی  
ہے، اور اس کا قلب درود کی کثرت کی وجہ سے منور ہو جاتا ہے۔

۵۔ حضرت ابو المنذر جنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا۔ سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر کا ذکر کثرت سے کیا  
کر وہ یہ کلمات سید الاستغفار ہیں، اور گناہوں کو مٹانے والے ہیں اور جنت کو واجب کرنے  
والے ہیں۔ ان کلمات کو سید الاستغفار فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ ان کلمات کے ذکر  
کی کثرت کی وجہ سے گناہ کو بخش دیتے ہیں، اور آدمی سے جو گناہ صادر ہوتا ہے یہ کلمات ان کو مٹا  
دیتے ہیں، یعنی انکی برکات سے آدمی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اور جب آدمی کے گناہ  
نہیں ہونگے تو اس کو جنت میں جانے سے کون سی چیز روکے گی اسی وجہ سے فرمایا یہ کلمات جنت کو  
واجب کرنے والے ہوں گے۔ یہ چار کلمات ہیں، بہت ہلکے پھلکے، اور انکی برکات  
بے انتہا ہیں، اب آدمی کو اگر اس کی توفیق نہ ہو تو وہ بڑا بد نصیب و بد قسمت ہے۔

ان احادیث کو سیوطی کی جامع الاما دیث جلد ثانی سے نقل کیا گیا ہے۔



محمد ابو بکر غازی پوری

مجلد ۱۰ جمل مفتاحی

## خط اور اس کا جواب

حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب غازی پوری زید مجدہ  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج بعافیت ہوگا

حضرت ہم اساتذہ کے درمیان چند مسئلے زیر بحث ہیں اور طرفین دلائل پیش کرتے ہیں، اسلئے حضرت والا کو طلب تحقیق کے لئے زحمت دی جا رہی ہے، امید کہ اپنی تحقیق پیش فرما کر مشکور ہوں گے۔

(۱) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں دوام الہم السجدۃ اور سورہ دھر پڑھنا کیسا ہے جب کہ نمازیوں میں کمزور ضعیف سمی لوگ ہوتے ہیں جو تخفیف کے خواہاں ہوتے ہیں۔

(۲) آجکل وہ مدارس جو سرکاری بورڈ سے ملحق ہیں ان میں نئے مدرس کی تقرری اس شرط پر ہوتی ہے کہ کچھ ہمدینہ کی سرکاری تنخواہ سے ایک معین مقدار مدرسہ کو دینا ہوگی۔ نیز تقرری کے وقت ایک مشت رقم بھی ذمہ داران مدرسہ لیا کرتے ہیں پھر تقرری کا عمل پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے، اسلئے سوال یہ ہے کہ ذمہ داران مدارس کا اس طرح کرنا کیسا ہے، اور لگائی رقم کو مصارف مدرسہ میں خرچ کرنا، مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا کیسا ہے، امید کہ اپنی تحقیق سے نوازیں گے۔

فقط والسلام

اساتذہ مدرسہ دارالاحسان بارڈولی سٹوٹ گجرات

خادم ! امامت کرنے والوں کے لئے اصل اصول یہ ہے کہ وہ قرأت میں تخفیف

کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ من ام القوم فليخفف یعنی جو امامت کرے وہ ہلکی نماز پڑھائے۔ اذکما قال صلی اللہ علیہ وسلم، اس معنی کی بہت سی احادیث ہیں، کئی احادیث صرف بخاری میں ہیں، مثلاً ایک حدیث حضرت ابو سعید انصاری سے ہے کہ آپ نے فرمایا۔ فایکم صلی بالناس فلیخفف فان فیہم الضعیف والکبیر وذو الحاجة، یعنی تم میں کا کوئی لوگوں کی امامت کرے، تو وہ ہلکی نماز پڑھائے، اسلئے کہ مقتدیوں میں کمزور بھی ہوتے ہیں بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور حاجت والے بھی ہوتے ہیں۔

بخاری ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذ اصلى احدکم للناس فلیخفف فان فیہم الضعیف والسقیم والکبیر واذ اصلى احدکم لنفسه فلیطول ماشاء، یعنی جب تم میں کا کوئی دوسروں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے اسلئے کہ نمازیوں میں کمزور بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں، اور جب تنہا نماز پڑھے تو اپنی نماز کو جتنا چاہے طویل کرے۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوجز الصلوۃ ویکملها۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر کیا کرتے تھے اور ارکان کی مکمل ادائیگی کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتدیوں کی اتنی رعایت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی طویل نماز پڑھانے کا ارادہ رکھتے مگر بچوں کے رونے کی آواز سن کر آپ نماز کو ہلکی کر دیتے تھے آپ کو خیال ہوتا کہ بچوں کے رونے کی وجہ سے ان کی مائیں پریشان ہوں گی۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انی لا قوم فی الصلوۃ اريد ان اطول فیہا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوۃ کوا حیۃ ان اشق علی امی۔ یعنی میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور نماز کو لمبی کرنا چاہتا ہوں لیکن کسی بچہ کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو میں نماز ہلکی کر دیتا ہوں، مجھے یہ پسند نہیں ہوتا کہ میں اس بچہ کی ماں کو

مشقت میں ڈالوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ماصلت وراء امام قط اخف صلاة ولا اتم من النبي صلى الله عليه وسلم وان كان يسمع بكاء الصبي فليخفف مخافة ان تفتن امه یعنی میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہلکی اور آپ سے زیادہ پورے ارکان کی ادائیگی کے ساتھ نماز نہیں پڑھی (اس پر بھی) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو آپ نماز کو مزید ہلکی کر دیتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوتا کہ اس کی ماں بچہ کے رونے کی وجہ سے پریشان ہو جائیگی۔

اس طرح کی بعض اور بھی احادیث ہیں جن کا ذکر بخاری شریف میں ہے۔

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا کہ کسی امام نے نماز کو لبنی پڑھایا ہے اور اس کی وجہ سے مصلیوں کو پریشانی لاحق ہوئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سخت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ کیا تم لوگ لوگوں کو آزمائش میں ڈالتے ہو۔ ایک دفعہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طویل نماز پڑھائی، ایک مقتدی ان کی لبنی سورت کی وجہ سے نماز توڑ کر اپنی الگ سے نماز پڑھی، پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ماجرا سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا نماز میں لبنی سورت پڑھانا نہایت ناگوار ہوا اور آپ نے غصہ میں تین مرتبہ ارشاد فرمایا قتان۔ قتان۔ قتان یعنی معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، فتنہ میں ڈالنے والے ہو، فتنہ میں ڈالنے والے ہو یعنی طویل نماز پڑھانے کا انجام یہ ہو گا کہ لوگ اپنی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھیں گے یا مسجد ہی میں الگ پڑھیں گے، اور ایک مسجد میں متعدد جماعت ہونے کا اندیشہ ہے۔

غرض یہ کہ امام کے لئے اصل اصول یہی ہے کہ وہ مقتدیوں کی رعایت کرے۔ خصوصاً جیسا کہ مقتدیوں میں کمزور، بیمار اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوں، نماز کی روح خشوع اور خضوع ہے اور اطمینان و سکون سے نماز پڑھنا ہے، اب اگر مقتدیوں کو طویل رکعت کی وجہ سے یہ خشوع و خضوع حاصل نہیں رہتا اور ان کی توجہ بٹتی ہے تو

اس کا دیال اور گناہ امام کو ہو گا، اس لئے امام کیلئے یہ حکم ہے کہ وہ ارکان صلوٰۃ کی پوری ادائیگی بھی کرے اور نماز کو ٹکڑی بھی پڑھائے۔

رہا یہ کہ نماز میں کسی متین سورت کا بدوام نماز میں پڑھنا تو اس کو فقہائے کرام نے مکروہ سمجھا ہے۔ فقہ کی عام کتابوں میں اس کا بیان ہے، فتح القدیر اور شامی میں اس پر پوری بحث موجود ہے، میرے پاس اس وقت نہ شامی ہے اور نہ فتح القدیر کہ میں ان سے اس بارے کی عبارت نقل کروں، مگر ان کتابوں میں اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی اس حدیث عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الجمعة فی صلوٰۃ الفجر الم تنزل السجدة دھل آتی علی الانسان (۱) کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قال صاحب المحیط من المحنفۃ یتعجب قراءۃ ہاتین السورتین فی صبح یوم الجمعة بشا ط ان یقرأ غیر ذلک احیاناً لئلا یظن الجاہل انما لا یجزی خیرک۔

یعنی احاف علماء میں سے صاحب محیط نے یہ کہا ہے کہ ان دونوں سورتوں کا (سورہ سجدہ اور سورہ دھر کا) جمعہ کے روز کی صبح کی نماز میں پڑھنا مستحب ہے، مگر شرط یہ ہے کہ کبھی کبھی دوسری سورتیں بھی امام پڑھے تاکہ کسی جاہل کو یہ گمان نہ ہو کہ فجر کی نماز میں ان دونوں سورتوں کے علاوہ کسی اور سورت کا پڑھنا کافی نہیں ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے بدوام ان سورتوں کا پڑھنا مکروہ سمجھا ہے

---

(۱) یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز فجر کی نماز میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر پڑھا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر صاحب ہدایہ کا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واما صاحب الہدایۃ منہم فذاکما ان علۃ الکراہۃ ہجان  
الباقی وایہام التفضیل۔

اور احادیث میں سے صاحب ہدایہ نے بدوام ان دونوں سورتوں کو فجر کی نماز  
میں مکروہ ہونے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ اگر ان دونوں سورتوں کو بدوام پڑھا جائے تو دوسری  
سورتوں کا چھوڑنا لازم آتا ہے، اور اس کا وہم ہوتا ہے کہ ان دونوں سورتوں کو قرآن  
کی دوسری سورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ امام طحاوی کا قول بھی صاحب محیط ہی جہا  
ہے یعنی امام طحاوی بھی فرماتے ہیں کہ اس کا مکروہ ہونا اس وقت ہے جب دوسری  
سورتوں کو پڑھنے کو جائز نہ سمجھے۔ حافظ فرماتے ہیں۔

وقول الطحاوی یناسب قول صاحب محیط فانہ خص الکراہۃ  
بمن یؤاخذہما لا یجوز فی غیرہ ادیری القراءۃ لا بغیرہ مکروہۃ۔

یعنی امام طحاوی کا قول صاحب محیط کی طرح ہے اسلئے کہ امام طحاوی نے بھی  
کہاہت کا قول اس کے ساتھ مخصوص کیا ہے، جو فجر کی نماز میں ان دونوں سورتوں کا پڑھنا  
لازم سمجھے یا یہ جانتیں کہ ان سورتوں کے علاوہ دوسری کسی سورۃ کا پڑھنا مکروہ ہے<sup>(۱)</sup>  
اب ہمارے فقہائے کرام کے اقوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں  
سورتوں کا فجر کی نماز میں پڑھنا ثابت ہے، اگرچہ بدوام ثابت نہ ہو، تو اب ان دونوں سورتوں کا  
فجر کی نماز میں پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا لحاظ کرتے ہوئے مستحب ہے، مگر اسکے  
ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ مقتدی ان سورتوں کے پڑھنے کی وجہ سے مشقت لاحق نہ ہوتی ہو، اگر مقتدی  
ان سورتوں کا تحمل نہیں کر سکتے ہیں تو پھر ہلکی نماز پڑھنا اور مقتدیوں کی رعایت کرنا واجب ہے۔  
دوسری شرط یہ ہے کہ ان سورتوں ہی کو لازم نہ کر لے، بلکہ کبھی کبھی دوسری

سورتیں بھی پڑھے تاکہ کسی کو یہ دہم نہ ہو کہ دوسری سورتوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے، تیسری شرط یہ ہے کہ اس کا یہ عقیدہ نہ ہو کہ جمعہ کے روز فجر کی نمازیں اگر دوسری سورتیں پڑھی جائیں تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر ان تینوں شرطوں کا لحاظ رکھتے ہوئے جمعہ کے روز فجر کی نمازیں ان دونوں سورتوں کو پڑھتے ہیں، اور اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کے ساتھ پڑھتے ہیں تو بلاشبہ یہ ایک عمل مستحب ہے۔

ہماری گفتگو سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ جمعہ کے روز فجر کی نمازیں ان دونوں سورتوں کے نہ پڑھنے نیکر کرتے ہیں ان کا یہ عمل درست نہیں ہے، استحباب کی وجہ سے اس کی رغبت تو دلائی جاسکتی ہے مگر اس کے چھوڑنے پر نیکر نہیں کی جاسکتی۔

اب آپ کے دوسرے سوال کا جواب یعنی ایڈڈ مدارس کے ذمہ دار لوگ جو کسی مدرس کے تقرر کرتے وقت اس سے کوئی معذریہ یا غیر معذریہ رقم کا سوال کرتے ہیں یا یہ شرط لگاتے ہیں کہ آپ کو سال میں اپنی تنخواہ سے اتنی رقم مدرسہ کو دینی ہوگی، یا اتنے سال اتنی رقم دینی ہوگی تو یہ شرط لگانا باطل اور ناجائز ہے، اگر مدرس کو اس پر مجبور کیا جاتا ہے تو یہ سخت گناہ ہے، ظلم ہے، شریعت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی ہے، وہ رقم مال حرام ہے جس کا استعمال کسی خیر کے کام میں جائز نہیں ہے، نہ مدرسہ کی عمارت کی تعمیر میں اس کا استعمال جائز ہے، نہ مسجد کی تعمیر میں یا اس کی کسی اور ضرورت میں، نہ اس سے مدرس کی تنخواہ دی جاسکتی ہے نہ طلبہ کے اد پر اس کو خرچ کیا جاسکتا ہے، مدارس کے جو نظام اور ذمہ دار یہ کام کرتے ہیں وہ ظلم کرتے ہیں وہ دین کے نام پر بددینی کا کام کرتے ہیں۔

عموماً ایڈڈ مدارس میں یہ عمل جاری ہے، جس کا انجام یہ ہے کہ ان مدارس سے علم اور دین کی روح نکل گئی ہے، ان مدارس میں صرف عمارتیں ہیں، طلبہ میں اور علم اور دین ان مدارس سے غائب ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

مجلہ اجماع مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

## ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے

حکوة الرسول کتاب اور اس کے بارے میں  
دو محققین کا اظہار خیال

(۴۹) مؤلف درود شریف پڑھنے کے بیان میں لکھتے ہیں :  
التحیات ختم کر کے درود شریف ذیل پڑھیں، یہ درود شریف صحابہ کے پوچھنے  
پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا تھا جو عبد الرحمن بن ابی یلیٰ کی روایت سے صحیح  
بخاری میں موجود ہے۔

اس پر گرفت کرتے ہوئے پاکستانی محقق لکھتا ہے۔  
”مؤلف کے انداز سے مغالطہ ہو سکتا ہے کہ عبد الرحمن بن ابی یلیٰ صحابی ہیں مگر  
ایسا نہیں ہے، یہ تابعی ہیں، انھوں نے اس حدیث کو کعب بن عجرہ صحابی سے روایت  
کیا ہے۔“ ۳۱۱

اور چند دستانی محقق اس پر کوئی تنبیہ نہیں کرتا۔  
(۵۰) مؤلف نے کلمہ لاحول ولا قوۃ کو عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ  
بتلایا ہے۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

متعدد احادیث میں اس کلمہ کو عرش کے نہیں بلکہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کہا گیا ہے۔ ص ۲۱۲

اور ہندوستانی محقق مؤلف کی آپر و بچانے کے درپہ ہے۔ ص ۱۷۸  
(۵۱) حدیث میں آیا ہے کہ یا الہی موت کی بے ہوشیوں اور موت کی سختیوں پر میری مدد کر، اور حوالہ دیا ہے، حزب الاعظم کا، اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

مؤلف نے حدیث کو ذکر کرنے کے بعد حزب الاعظم کا حوالہ دیا ہے، اور یہ انتہائی افسوسناک بات ہے۔ ص ۲۱۶

انتہائی افسوسناک بات اس لئے ہے کہ یہ حدیث حدیث کی متعدد کتابوں میں ہے تو ان کتابوں کا حوالہ دینے کے بجائے حزب الاعظم کا حوالہ دینا انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔  
ہندوستانی محقق مؤلف کتاب کی اس جہالت و حماقت پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا، اور یہ اس لئے کہ تاکہ مؤلف کا علمی بھرم قائم رہے۔

(۵۲) ابوداؤد سے مصنف نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ داؤد بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے جو سلام پھیرا تو دونوں طرف سلاموں میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے کہ میں نے ابوداؤد کے جتنے نسخوں کی طرف مراجعت کی ہے کسی میں دوسرے سلام میں وبرکاتہ، کا لفظ نہیں ملا۔

پھر کہتا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ مؤلف کے پاس ابوداؤد کا نسخہ ہوا ہے یہ زیادتی ہوا اس لئے کہ مصنف نے حوالہ تو دیا ہے ابوداؤد کا مگر اس نے یہ حدیث ابوداؤد سے نہیں بلکہ بلوغ المرام سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ ص ۳۲۱

مؤلف بار بار یہ حرکت کرتے ہیں کہ حدیث کہیں سے نقل کرتے ہیں اور حوالہ کسی اور کتاب کا دیتے ہیں، اور چونکہ اصل کتاب کا خود مراجعہ نہیں کرتے اس وجہ سے غلطی پر غلطی کا شکار ہوتے جاتے ہیں۔



اور ہندوستانی محقق یہاں خاموشی سے گزر جاتا ہے۔ (مک ۱۸)  
(۵۳) مصنف نے اس کتاب میں ایک عنوان یہ قائم کیا ہے۔

دعاء رسول میں زیادتی

اور اس کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہم انت السلام ومنک السلام یہ زیادتی ہے  
والیث یرجع السلام حینا ربنا بالسلام ومنک السلام اور اس زیادتی کو بے اصل  
بتلاتے ہوئے اس پر افسوس کا اظہار کیا ہے، پھر لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسند امام اعظم  
میں بھی اس دعا کی زیادتی کو نوٹ کر کے بے اصل کہا ہوا ہے۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے۔  
اس کا مطلب میں نہیں سمجھ پایا مسند امام اعظم میں یہ زیادتی تو کجا سرے سے یہ دعا  
ہی نہیں ہے۔ ۲۲۲

انداذہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسکوۃ الرسول مصنف کس قدر بجا احتیاط اور جوری ہے،  
یہ سروپا کی اڑاے جاتا ہے اور کتابوں کا غلط حوالہ دیتا ہے، یہ کسی اہل علم کا کام نہیں ہے۔  
اور ہندوستانی محقق لقمان سلفی صاحب مصنف کی اس ناشائستہ حرکت پر کچھ  
نہیں کہتے کہ مصنف کی جہالتوں خیاثتوں پر پردہ پڑا رہے اور اس کتاب کی پذیرائی متاثر نہ ہو۔  
(۵۴) مصنف نے ایک اور حدیث یہ نقل کی ہے کہ آیت الکرسی کو سوتے وقت  
جو پڑھے گا اس کے گھر کو اور اس کے ہمسایہ کے گھر کو اور اس کے ہمسایہ کے ارد گرد کے گھروں کو آفتوں اور  
بلاؤں سے امن و امان دیتا ہے۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

ہمسایہ کا گھر اور اس کے ارد گرد گھروں کی حفاظت والا مسئلہ یہ صحیح حدیث سے ثابت  
نہیں، اس بابے میں جو روایت ہے وہ انتہائی ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ ۳۲۸

ہندوستانی محقق بھی اس کو انتہائی ضعیف بتلاتا ہے۔ ۱۹

مؤلف نے ”فرض نماز کے بعد پانچ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے“ کا عنوان قائم

کیا ہے، اس میں پہلی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نقل کی ہے اس کے متعلق پاکستانی محقق کہتا ہے کہ یہ روایت ساقط ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ الحاصل اس بارے میں تشدد سے نہیں بلکہ تساہل سے بھی کام لیں تب بھی یہ نہایت گھٹیا درجہ کی ہے۔ لہذا اس سے حجت لینا جائز نہیں۔ مصنف نے اذکار کے سلسلہ کی بیشتر ضعیف حدیثیں ذکر کی ہیں، یہ محقق کہتا ہے کہ۔

ہمیں یہ قاعدہ تو خوب ازبر ہے کہ فقہائے اعمال میں ضعیف حدیث بھی حجت ہوتی ہے مگر اس سے حجت لینے کے لئے علماء نے جو شرائط وضع کی ہیں ان کا خیال بہت کم رکھا جاتا ہے۔ ص ۳۳۳

(۵۵) مصنف نے فرض نماز کے بعد دعائے مانگنے کی ایک یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب حضور نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے مانگی اور حوالہ دیا ہے فتاویٰ نذیریہ کا اور فتاویٰ نذیریہ میں حوالہ ہے مصنف ابن ابی شیبہ کا۔ ہندوستانی و پاکستانی دونوں محققین کہتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ انحراف کے بعد رفع یدینہ و دعائے یعنی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے مانگنے کے الفاظ نہیں ہیں۔ (ص ۳۳۳)

پاکستانی محقق مولانا عبید اللہ رحمانی کے حوالہ سے یہ بھی لکھتا ہے کہ مؤلف نے راوی کا نام عامر ذکر کیا ہے فتاویٰ نذیریہ میں بھی اسی طرح ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے، اس نام کا کوئی صحابی نہیں ہے، اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یزید عامری نے اور یزید سے ان کے بیٹے جابر بن یزید نے روایت کیا ہے۔ ص ۳۳۴

یعنی مؤلف کو پتہ ہی نہیں ہے کہ حدیث کس صحابی سے مروی ہے اور اس صحابی سے روایت کرنے والا کون ہے، دوسروں کے دسترخوان سے الم غلم سب اڑاتے چلے جاتے ہیں حکیم صادق سیالکوٹی صاحب مؤلف صلوٰۃ الرسول۔

ہندوستانی محقق نے اس بات کو مصنف کی آبرورہائی کی خاطر چھپایا ہے، اس پر وہ کوئی تنبیہ نہیں کرتا۔

مؤلف صلوٰۃ الرسول نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو درست سمجھتے ہیں اور یہ دونوں محققین اس کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ ”نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی“ (۵۶) مؤلف نے ترمذی والوداؤد کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور کسی شخص کو پائخانہ کی حاجت ہو تو پہلے پائخانہ سے فراغت حاصل کرے اور پھر نماز پڑھے اگر جماعت فوت ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔  
”اور پھر نماز پڑھے، اگر جماعت فوت ہو جائے تو مضائقہ نہیں“ یہ پوری عبارت مصنف نے اپنی طرف سے گڑھ کر کے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے، حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

اور پھر نماز پڑھے سے آخر تک حدیث میں ایسے الفاظ نہیں ہیں جن کا یہ ترجمہ ہو سکتا ہے ہندوستانی محقق اس پر کوئی تنبیہ نہیں کرتا۔

(۵۷) مؤلف نے ایک حدیث یہ ذکر کی ہے

سورج نکلنے وقت اور ڈوبتے وقت اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز پڑھنی منع ہے اور اسی طرح نماز فجر پڑھ لینے کے بعد سورج کے اچھی طرح نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد آفتاب کے اچھی طرح غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے، اور حوالہ دیا ہے مسلم شریف کا۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”یہ دو درالگ حدیثیں ہیں جنہیں مؤلف علیہ الرحمہ نے ایک کر دیا ہے۔“ ۲۴۹

اور یہی بات ہندوستانی محقق بھی کہتا ہے ۲۵۲

حدیث کے بارے میں کسی پڑھے لکھے آدمی نے ایسی بد احتیاطی کی توقع نہیں ہوتی۔

(۵۸) مؤلف نے بخاری شریف کی ایک حدیث یہ ذکر کی ہے۔

نماز میں مرد کو ناف سے گھٹنے تک اور دونوں کندھے ڈھانکنے ضروری ہیں۔  
اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مؤلف نے یہاں حوالہ دینے میں انتہائی تساہل برتنا ہے، کیونکہ بخاری میں صرف  
کندھوں کو ڈھانکنے کا ذکر ہے۔ عفا اللہ عنہ ۳۵۲۔

اور ہندوستانی محقق مؤلف کی اس شدید بے احتیاطی یا جہالت پر بات بنا کر پردہ  
ڈالنا چاہتا ہے۔

(۵۹) مصنف نے جماعت کی نماز میں داہنے کھڑے ہونے کے بارے میں مشکوٰۃ شریف  
سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ کو  
اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں داہنی طرف والی صفوں کے اوپر۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔ مؤلف علیہ الرحمۃ نے صف کے دائیں جانب کی فضیلت  
کے بارے میں جو حدیث ذکر کی ہے وہ ان الفاظ سے صحیح نہیں ہے۔ ۳۶۱۔

اور ہندوستانی محقق صرف اتنا کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۶۰) مؤلف نے امام کے فرائض کے بیان میں بخاری و مسلم سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضرت انس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول خدا کی سی بہت ہلکی اور بہت کامل نماز  
میں نے کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی جب حضورؐ سننے والا رکوع کے کا عورتوں کی صف میں پس ہلکی  
کرتے نماز اس ڈر سے کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوگی۔

مؤلف نے یہ خط کشیدہ عبارت کو بھی مسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے، صحیح مسلم میں صرف  
اتنا ہے کہ ”میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ اتم اور اخف نماز کسی امام کے پیچھے  
نہیں پڑھی۔“

اس پر پاکستانی محقق نے تنبیہ کی ہے ص ۳۷۱ مگر ہندوستانی محقق کچھ نہیں کہتا اور

بخاری و مسلم میں یہ حدیث کہاں آئی ہے اس کا حوالہ دے کر مؤلف کے عیب کی پردہ پوشی کی ہے۔ ۳۱۶  
(۶۱) مؤلف نے ”یعنی نماز پر حضورؐ کا غصہ“ کا عنوان قائم کر کے بخاری و مسلم کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

قیس بن ابی حازم روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو کسی دعا میں اتنے غصہ میں جتنا لبنی نماز پڑھانے والوں پر اس دن دیکھا۔ الخ  
اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”یہ روایت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے قیس بن حازم سے نہیں، قیس کی صحبت کے بارے میں اختلاف ہے کہا جاتا ہے کہ انھیں روایت حاصل ہے یعنی حضورؐ سے روایت ثابت نہیں ہے) مگر مولف نے کیا کیا ہے، ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ ابو مسعود کی جگہ قیس کو حضورؐ سے روایت کرنے والا قرار دے رہے ہیں، جبکہ بخاری و مسلم اور حدیث کی کتابوں میں صاف ہے کہ عن قیس بن حازم عن ابی مسعود یعنی قیس اس کو حضورؐ سے نہیں ابو مسعود سے روایت کر رہے ہیں۔

انہوں نے ایسے لوگ بھی علماء کی صف میں سو قسمت اور ہماری شامت اعمال سے جگہ پا گئے، اس شدید اور فحش غلطی پر ہندوستانی محقق بالکل خاموش ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مؤلف کو نہ بخاری دیکھنے کی توفیق ہوا کرتی تھی اور نہ مسلم شریف بلکہ ادھر ادھر سے حدیثیں لے کر اناپ شناپ جو چاہا ہانک دیا کرتے تھے۔

(۶۲) مؤلف نے ایک روایت بخاری و مسلم سے نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ سمع اللہ لمن حسدہ کہے تو تم لوگ ربنا للک الحمد کہو۔  
پاکستانی محقق کہتا ہے کہ

مجھے روایت اس سیاق سے بخاری میں نہیں ملی۔ ۳۴۶

اور ہندوستانی محقق کہتا ہے کہ

یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ ۲۱۹

معلوم ہوا کہ حکیم صادق صرف بخاری و مسلم کا نام لیتے ہیں، اصل کتاب دیکھنے کی ان کو توفیق نہیں ہوتی۔

(۶۳) مؤلف نے یہ لکھا ہے کہ رسول خدا فرماتے ہیں کہ جو شخص امام سے قبل سرٹھاتا ہے یا مسجدے میں جاتا ہے تو جان لینا چاہئے کہ اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے، اور حوالہ دیا ہے ٹوٹا کا۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

یہ حضرت ابو ہریرہ پر موقوف ہے مرفوع حدیث نہیں۔ اس لئے مؤلف کا یہ کہنا کہ رسول خدا فرماتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ ص ۳۷۸

اور ہندوستانی محقق لکھتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موقوف خامروی ہے۔ ص ۲۲۱  
یعنی حکیم صاحب نے حضرت ابو ہریرہ کے قول کو حضور کی طرف منسوب کر دیا۔ یہ بات احتیاط کے نہایت خلاف ہے مگر حکیم صاحب اس کا خیال نہیں رکھتے۔  
(۶۴) مؤلف نے وتر میں دعائے قنوت کے بارے میں لکھا ہے۔

وہ کلمات یعنی دعاء قنوت یہ ہے جو آخری رکعت میں بعد رکوع پڑھتے ہیں۔  
اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

وتر میں دعائے قنوت کا محل رکوع سے قبل ہے، مؤلف نے حاشیہ میں روایات ذکر کی ہیں ان کا تعلق قنوت حوادث نازلہ سے ہے۔ قنوت وتر سے نہیں۔ ص ۳۹۳ پھر ص ۳۹۸  
میں لکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل قول اور صحابہ کے عمل سے دعاء قنوت رکوع سے قبل ہی ثابت ہے پھر اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ ص ۳۹۸

اور ہندوستانی محقق مؤلف کی اس تبلیغ پر کہ اس نے جو حوادث درمہائب کے وقت قنوت پڑھی جاتی تھی اس کا تعلق قنوت وتر سے کر دیا ہے، کوئی لب کشائی نہیں کی۔  
(۶۵) مؤلف فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہی طریقہ جاری رہا یعنی لوگ تراویح فرما کر پڑھا کرتے تھے، حضرت ابو بکر کی خلافت اور حضرت عمر کے

ابتدائی دور میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا پھر حضرت عمرؓ نے تراویح کی نماز جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا۔

۱۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔ ہذا قول الزہری اظن ان معمار قد ادرجہ فی نفس الخیر کما صاحب مالک فی روایۃ عنہ۔ ۲۱۲

یعنی یہ حضرت زہری کا قول ہے میرا خیال ہے کہ اس کو معمر نے اصل خبر میں شامل کر دیا ہے جیسا کہ امام مالک نے اپنی روایت میں اس کی تصریح کی ہے۔

اور یہی بات ہندوستانی محقق بھی کہتا ہے۔ ۲۲۳

یعنی مؤلف صاحب کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ حقائق کیا ہیں، کونسا قول زہری کا ہے اور اصل روایت کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ مصنف محض دوسروں سے نقل کرتا ہے خود اس کی کوئی تحقیق نہیں ہوتی۔

(۶۶) مؤلف نے لکھا ہے

عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے اور حوالہ دیا ہے مؤطا کا۔ اس پر پاکستانی

محقق لکھتا ہے۔

مؤلف کا یہ کہنا کہ عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے، اس سے سمجھنے والا یہی سمجھ گیا کہ مؤطائیں اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث ہے، مؤلف نے پہلے بھی اس غسل کو سنت کہا ہے جبکہ مؤطائیں ابن عمر کا فعل ہے کوئی مرفوع روایت نہیں۔ ۲۲۳

اور ہندوستانی محقق صرف یہ کہہ کر رہ جاتا ہے کہ یہ ابن عمر کا فعل ہے، اس طرح

وہ مؤلف کے عیب کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ ۲۶

(۶۷) مؤلف فرماتے ہیں کہ جس کی عید کی نماز فوت ہو جائے تو وہ علیحدہ پڑھ لے

اور حوالہ دیا ہے بخاری شریف کا۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

اس بارے میں امام بخاری نے حضرت انس بن مالک عکرمہ اور عطا کے آثار معلق

روایت کئے ہیں، کوئی مرفوع حدیث روایت نہیں کی اور نہ ہی اس بارے میں کوئی مرفوع روایت ہے، مگر مؤلف کے انداز سے یہی پتہ چلتا ہے کہ بخاری میں اس بارے میں کوئی

مرفوع روایت ہے۔ ۳۴۷

اور ہندوستانی محقق یہاں بھی صرف اتنا کہتا ہے کہ یہ حضرت انس کا اثر ہے

مرفوع حدیث نہیں۔ ۳۶۳

یعنی لقمان سلفی صاحب مؤلف کی یہ احتیاطی کہنے یا جہالت پر پوری کوشش کرتے ہیں کہ پردہ پڑا رہے، دوسروں کے قول کے بارے میں یہ ظاہر کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، پہلے درجہ کی تبلیغ ہے اور حضور کے اس ارشاد کے تحت یہ تبلیغ آتا ہے آپ نے فرمایا جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی جسے میں نے نہیں کیا ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے، اور حکیم صادق مسلسل یہ حرکت کرتے ہیں کہ اقوال یہوتے ہیں دوسروں کے اور اس کو وہ حضور کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، جس پر پاکستانی محقق بار بار تنبیہ کرتا ہے۔

(۶۸) مؤلف ”عیدین کی نماز کا طریقہ“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”پھر سینہ پر ہاتھ باندھ کر دعا انتاح اللہم باعد بینی یا سبحانک اللہم

پڑھیں، اور حوالہ دیا ہے ابن خزیمہ کا۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

مؤلف نے یہاں حوالہ دینے کا غلط انداز اختیار کیا ہے کیونکہ انھوں نے پہلے

سینہ پر ہاتھ باندھنے کیلئے ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے، اپنے پورے کلام کیلئے نہیں۔ ۲۶۴

اور ہندوستانی محقق کچھ نہیں کہتا خاموشی سے گزر جاتا ہے۔ ۲۶۴

مؤلف لکھتا ہے۔

پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پڑھیں پھر امام اونچی

آواز سے قرأت پڑھے اور مقتدی چپ چاپ سینیں، اور حوالہ دیا ہے صحیح مسلم کا۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔



” مؤلف کے انداز سے بظاہر یہی پتہ چلتا ہے یا سمجھنے والا یہی سمجھے گا کہ اس طرح سے پوری کی پوری حدیث مسلم میں ہے، جبکہ اس طرح سے مسلم میں تو کچھ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملے گی۔ ص ۲۵۱

اور ہندوستانی محقق مؤلف کے اس حوالہ سے اس حدیث کے بارے میں

کوئی لب کشائی نہیں کرتا۔ ص ۲۶۵

(۶۹) مؤلف نے عیدین کے مسنون قرأت کے بیان میں کہا ہے کہ سورہ

ق، اقتربت الساعة، سبح اسم اور هل اناک پڑھنا چاہئے کہ

یہی مسنون ہے اور حوالہ دیا ہے ترمذی کا، جبکہ یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ ص ۴۵۲

اور ہندوستانی نسخہ ص ۲۶۵ مسلم کو چھوڑ کر ترمذی کا حوالہ دینا اہل علم کا کام نہیں ہے

اصل میں مؤلف حدیثیں تو نقل کرتا ہے مشکوٰۃ سے اور حوالہ دیتا ہے اصل مزہج کا، یہ

انتہائی درجہ کی تلبیس ہے۔

(۷۰) مؤلف نے ترمذی ابن ماجہ اور دارمی سے کثیر بن عبد اللہ کی روایت سے

عیدین کی نمازیں بارہ بکیر والی حدیث نقل کی ہے۔

پاکستانی محقق کہتا ہے، اس حدیث کی سند نہایت ضعیف ہے۔ ص ۴۵۲

(۷۱) اور ایک دوسری حدیث جعفر بن محمد کی مرسل روایت کی اس کے بارے

میں پاکستانی محقق کہتا ہے، یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند نہایت ضعیف ہے

ص ۴۵۳۔ لقمان سلفی بھی یہی کہتے ہیں، اور وہ ”انتہائی ضعیف“ کہتے ہیں۔

اس سے عیدین کی نمازیں بارہ بکیر میں کہنے کی حقیقت واضح ہو گئی، مگر جب بات

اپنی ہو تو نہایت ضعیف حدیث بھی نہایت صحیح حدیث ہو جاتی ہے اور اس پر عمل کرنا

عین صواب ہو جاتا ہے۔ ”جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے“

(۷۲) مؤلف نے چاند اور سورج گہن کی نماز کے بیان میں صحیح مسلم کی ایک روایت

ذکر کی ہے۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

مؤلف نے اس حدیث کو مسلم سے منسوب کیا ہے جبکہ یہ بخاری میں بھی ہے۔ ص ۲۵۲  
دور ہندوستانی محقق مصنف کے اس عیب کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ ص ۲۶۷

(۷۳) مؤلف نے ایک اور حدیث اس بارے کی نقل کر کے مسلم سے منسوب کیا ہے جبکہ وہ بھی بخاری میں ہے۔  
پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

مؤلف نے اس حدیث کو بھی مسلم ہی سے منسوب کیا ہے جبکہ یہ بھی بخاری میں ہے  
(ص ۲۵۵) یہاں بھی ہندوستان کا محقق ہونٹ دبائے ہوئے فاموشی سے گذر جاتا ہے  
مؤلف کے اس غیر علمی انداز یا جہالت پر کچھ نہیں کہتا۔ ص ۲۶۷  
(۷۴) مؤلف گین ہی کے بارے میں لکھتا ہے۔

پھر نماز سے فارغ ہو کر گھر میں صاف ہونے تک لوگوں کو خطبہ (وعظ و نصیحت)  
سنائے، اور حوالہ دیا ہے ابوداؤد کا۔  
اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

ابوداؤد میں کوئی ایسی روایت نہیں جس میں گین صاف ہونے تک خطبہ دینے  
کی صراحت ہو، ہاں دعا کا ذکر ہے، مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ ص ۲۵۶  
اور ہندوستانی محقق کچھ نہیں کہتا کہ مؤلف نے جو حوالہ دیا ہے صحیح ہے یا غلط بلکہ  
ادھر ادھر کی بات کر کے مؤلف کی بات بنانا چاہتا ہے۔ ص ۲۶۸

(۷۵) مؤلف نے مسلم اور ابوداؤد کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضورؐ نے ہر رکعت میں  
تین تین اور چار چار رکوع بھی کئے اور حضورؐ نے ہر رکعت میں پانچ پانچ رکوع بھی کئے ہیں۔  
پاکستانی محقق کہتا ہے۔

ہر رکعت میں دو رکوع یہ حدیث حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما  
سے مروی ہے، اور یہی سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ درست  
یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکوع کے ساتھ نماز پڑھی۔ ص ۲۵۶

اور ہندوستانی محقق لکھتا ہے۔ مؤلف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے سورج گہن کی نماز متعدد بار پڑھی ہے جب کہ آپ نے یہ نماز صرف ایک بار پڑھی ہے، بلکہ آپ کے زمانہ میں سورج گہن والا واقعہ بھی ایک مرتبہ پیش آیا۔ ص ۲۶۹ اور ابو داؤد والی روایت جس میں پانچ پانچ رکوع کا ذکر ہے اس کو شاذ بتلا ہے۔ ص ۲۶۸

جب گہن کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پڑھی تو یا تو ہر رکعت میں رکوع دو بار کیا ہوگا یا چار بار، یا پانچ بار، مگر اہل حدیث حضرات کے یہاں آپ نے ایک ہی نماز میں یہ سارے رکوع کئے، اور مؤلف تو کمال کے آدمی ہیں بقول غیر مقلدین محققین جو حدیث سب سے صحیح تھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

(۷۶) مصنف نے عبید بن عمیر کی ایک روایت ذکر کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں (ایک بار) سورج گہن ہوا تو آپ نے لوگوں کے ساتھ بڑی دیر تک قیام کیا ہر ایک رکعت میں تین مرتبہ رکوع کیا۔ اس روز کھڑے کھڑے بعض لوگوں کو اس قدر غش آیا کہ ان پر پانی کے ڈول بھر بھر کے چھڑکے گئے، اور حوالہ دیا ہے ابو داؤد کا۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور حضرت عائشہ سے اس کے راوی عبید بن عمر ہیں اور عبید تابعی ہیں صحابی نہیں، لہذا مؤلف کا ان کا نام لے کر اسکے اوپر زنا لکھنا صحیح نہیں ہے، یہ حدیث غشی وغیرہ کے ذکر کے بغیر صحیح مسلم میں مطول مروی ہے۔ ص ۲۵۸

یعنی محقق نے یہاں حکیم صاحب کی دو غلطی پکڑی، ایک تو انھوں نے تابعی کو صحابی سمجھ کر اس پر رضی اللہ عنہ کا نشان لگایا، دوسرے جو روایت مسلم میں بھی ہے اس کو ابو داؤد سے نقل کیا مسلم کا نام تک نہیں لیا۔

خیر مؤلف کی جہالت و بداعتیاطی اور طریقہ محدثین سے ناواقفیت اس کتاب میں جگہ جگہ ہے جس کا مشاہدہ ناظرین کرتے آ رہے ہیں۔ تعجب تو ڈاکٹر لقمان سلفی پر ہے کہ انھوں نے بھی اپنی کتاب میں عبید بن عمر کو صحابی ہی سمجھا اور ان کے نام کے ساتھ پورا رضی اللہ

(۷۷) عبداللہ بن زید بن عاصم کہتے ہیں کہ حضور نماز استسما، کیلئے تشریف لے گئے، آپ نے دو رکعت پڑھائیں جن میں آپ نے آذان سے قرأت پڑھی۔ مؤلف نے اس حدیث کو ذکر کر کے ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے۔ پاکستانی محقق کہتا ہے۔  
 ”مؤلف نے اس حدیث کو ابوداؤد سے منسوب کیا ہے جب کہ یہ بخاری و مسلم میں بھی ہے۔“ ص ۲۶۳

اور ہندوستانی محقق اس پر کوئی گرفت نہیں کرتا۔ ص ۲۷۲  
 (۷۸) مؤلف نے ابوداؤد سے حضرت ابودرداء و ابوزر کی نماز اشراق کے بیان میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے، اور حوالہ دیلے ترمذی اور ابوداؤد کا، اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مؤلف نے حدیث ابودرداء اور ابوزر کو ابوداؤد سے بھی منسوب کیا ہے اور یہ غلط ہے۔  
 کیونکہ ابوداؤد میں نعیم بن ہمار کی حدیث ہے ابودرداء اور ابوزر کی نہیں۔“ ص ۲۶۵  
 اور ہندوستان کا محقق مؤلف کی اس غلطی کو چھپاتا ہے اور صرف ترمذی کا حوالہ دیکر خاموش ہو جاتا ہے۔ ص ۲۷۵

(۷۹) مؤلف نے نماز تسبیح کے اخیر میں پڑھنے کی جو دعا نقل کی ہے اس کے بارے میں پاکستانی محقق کہتا ہے یہ مجھے نہیں ملی۔ ص ۲۶۸  
 اور ہندوستانی محقق کہتا ہے سخت ضعیف ہے، اور کہتا ہے کہ اسے طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے علیہ میں نقل کیا ہے۔ ص ۲۷۸

(۸۰) مؤلف نے بیمار پر پڑھنے کی ایک یہ دعا ذکر کی ہے۔ لا باس طہود ان شاء اللہ اور حوالہ دیا ہے بخاری و مسلم کا۔ پاکستانی محقق کہتا ہے۔

”مؤلف نے بخاری کے ساتھ مسلم کا بھی حوالہ دیا ہے مگر یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔  
 ویسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف ادھر ادھر سے روایت نقل کر کے اگر وہاں بخاری کا حوالہ ہے یہ سمجھ کر کہ جب یہ بخاری میں ہے تو مسلم میں ضرور ہوگی، بخاری کے ساتھ مسلم کا

نام بھی لے لیتا ہے جب کہ اس کی نظر بخاری پر پڑتی ہے اور نہ مسلم پر، ہندوستانی محقق بھی کہتا ہے کہ یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔

(۸۱) اسی سلسلہ کی ایک حدیث مؤلف نے بخاری و مسلم سے نقل کی ہے جب حضورؐ بیمار ہوئے تو دم کرتے اپنے اوپر معوذات سے انحر اور پھر ملاحظہ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے، دوسرے مرفیض پر بھی ان کے ساتھ دم کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ معوذات پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی حالت میں دم کرتی تھیں اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

،، مؤلف علیہ الرحمہ نے ملاحظہ کے عنوان کے تحت آخر میں جو یہ ذکر کیا ہے کیوں کہ حضرت عائشہ معوذات پڑھ کر آنحضرتؐ پر دم کیا کرتی تھیں۔ دراصل یہ حدیث مذکور سی کا یہ ٹکڑا ہے مگر مؤلف کے انداز سے پتہ چلتا ہے یہ کوئی دوسری حدیث ہے۔ ص ۳۷۴ ہندوستانی محقق اس پر کوئی تنبیہ نہیں کرتا وہ جگہ جگہ مؤلف کی جہالتوں پر پردہ ڈالتا ہے۔

(۸۲) مؤلف نے نماز جازہ کی دعا ذکر کر کے مسلم شریف کا حوالہ دیا ہے۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

مؤلف نے اس حدیث کو مسلم کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ مسلم میں نہیں ہے، غالباً انھوں نے اسے بلوغ المرام سے نقل کیا ہے اس میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ رواہ مسلم الدراية ص ۴۸

یعنی وہی بات کہ مؤلف تو حدیث کہیں اور سے نقل کرتے ہیں اور حوالہ دوسروں پر اعتماد کر کے کسی اور کتاب کا دیتے ہیں۔ یہ نہایت درجہ کی تلبیس ہے کہ حدیث کو کہیں اور سے نقل کی جائے اور حوالہ کسی اور کتاب کا دیا جائے۔ ہندوستانی محقق بھی کہتا ہے کہ یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔

(۸۳) مؤلف نے جازہ کے مسائل کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔

جنازہ میں امام کو قرأت، دعا اونچی آواز سے پڑھنی چاہئے۔ اور حوالہ دیا ہے  
مسلم کا، اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”جنازہ میں بلند آواز سے قرأت کی صراحت نہ تو صحیح مسلم میں ہے اور نہ ہی  
حدیث کی کسی دوسری کتاب میں ملتی ہے بلکہ جنازہ میں سدا قرأت کرنا لفظ صریح سے  
ثابت ہے۔ ص ۲۸۳

اور یہی بات ہندوستانی محقق بھی کہتا ہے، جب مؤلف کا یہی حال ہے  
کہ حدیث کی کتابوں کا نام لے کر غلط مسئلہ بیان کرتا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
غلط بات منسوب کرتا ہو تو اس کی صلوٰۃ الرسول کتاب کا کیا اعتبار اور اس کتاب سے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا صحیح طریقہ کیسے سیکھا جائے گا۔

(۸۴) مؤلف نے نماز جنازہ میں تکبیر کہنے کے بارے میں لکھا ہے۔ نماز جنازہ کی  
تکبیریں چار، پانچ، چھ سبھی کہہ سکتے ہیں، اور حوالہ دیا ہے مسلم اور بخاری کا، اس پر  
پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مؤلف نے چار پانچ چھ تکبیروں کے لئے بخاری اور مسلم کا حوالہ دیا ہے اور یہ  
صحیح نہیں، پانچ تکبیروں کا ذکر مسلم میں ہے بخاری میں نہیں اور چھ تکبیروں کا ذکر دونوں ہی  
میں نہیں ہے، اسی طرح انھوں نے بخاری سے قبل مسلم کا ذکر کیا ہے جو کسی اعتبار سے بھی  
درست نہیں۔ ص ۲۸۵

اور ہندوستانی محقق بھی یہی کہتا ہے کہ پانچ تکبیروں کا ذکر صرف مسلم میں ہے اور  
چھ تکبیروں کا ذکر ان دونوں کتابوں میں سے کسی میں نہیں ہے۔ ص ۲۸۷  
اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صادق صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کس بے دھڑک  
طریقہ سے وہ بات منسوب کرتے ہیں جس کا کسی حدیث میں ذکر نہیں ہوتا، اور بخاری و مسلم کا نام  
لے کر کیسی کیسی جاہلانہ حرکت کرتے ہیں۔

(۸۵) مصنف نے لکھا ہے کہ جنازے کی نماز مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں اور

حوالہ دیا ہے بخاری شریف کا جب کہ بخاری میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔

(۸۶) مصنف نے دعا کے سلسلہ کی ایک حدیث ایسی ذکر کی ہے کہ دو حدیثوں کو غلط

ملط کر دیا ہے، اور سب کے لئے حوالہ دیا ہے ابن جان کا۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔  
”مؤلف نے اس حدیث کیلئے حوالہ دیا ہے ابن جان کا اور یہ صحیح نہیں ہے۔“

ابن جان میں پہلی حدیث ہے یہ نہیں۔ ۵۰۱

اور ہندوستانی محقق لکھتا ہے۔

یہ دو مختلف حدیثیں ہیں، پہلی حدیث انتہائی ضعیف ہے اور دوسری

حدیث ترمذی کی ہے اور حسن ہے۔ ۲۹۴

مؤلف نے ایک عنوان قائم کیا ہے۔

(۸۷) ”تمام مطالب و حوائج کیلئے ایک مجرب التاثر و طیفہ“

اور اس کے تحت دعا حضرت یونس علیہ السلام لا الہ الا انت سبحانک

انی کنت من الظالمین لکھا ہے، اور پھر اس کے پڑھنے کے تین طریقے لکھے ہیں۔

پاکستانی محقق ان طریقوں کو خلافت شریعت بتلاتے ہوئے لکھتا ہے۔

”مجھے نہایت تعجب بھی ہے اور افسوس بھی کہ اس قسم کی لایعنی چیزیں اور خرافات

ہم سلفین میں کہ ہر سے گھس آئیں باللہ علیکم کیا اس قسم کی باتیں اللہ عزوجل کی

ذات اقدس سے استہزاء کے مترادف نہیں ہیں؟ یہ طریقے کس آیت قرآنی یا کس حدیث نبوی

سے ماخوذ ہیں یا کسی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ان کا ثبوت ملتا ہے یا تابعین یا تبع تابعین سے

یہ منقول ہیں؟ ۵۰۲

اور ہندوستانی محقق لکھتا ہے

”مذکورہ تینوں طریقے کسی قرآنی آیت یا حدیث سے ماخوذ نہیں، یہ بدعت پر لیجانے

والاعمل ہے۔ ۲۹۷

(۸۸) اسی کے ضمن میں مؤلف نے ایک حدیث بھی ذکر کی ہے، اور حوالہ دیا ہے مسند احمد

پاکستانی محقق لکھا ہے کہ حوالہ غلط ہے، یہ حدیث مسند احمد میں نہیں بلکہ مستدرک حاکم میں ہے ص ۵۰۴ اور ہندوستانی محقق مولف نے اس غلط حوالہ پر خاموش ہے بلکہ حاکم کا حوالہ دیکر ”دیگرہ“ کہہ کر مصنف کی عیب پوشی کرتا ہے۔ ص ۲۹۲

(۸۹) مولف نے ایک عنوان قائم کیا ہے ”مخلوق کے شر سے بچنے کا حصار“ اور اس کے لئے حسبنا اللہ الخ کا عمل لکھا ہے اور اس کے دو طریقے لکھے ہیں۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

اس کو مخصوص طرق اور مقررہ تعداد سے پڑھنا اس پر شرعاً کوئی دلیل نہیں، لہذا یہ طریقے اور مقررہ تعداد مردود ہے۔ ص ۵۰۴

اور ہندوستانی محقق بھی پاکستانی محقق کی موافقت کرتا ہے۔ ص ۲۹۸

(۹۰) مولف نے ”قرآنی رزق کے اعمال“ کا عنوان قائم کر کے اس کیلئے جو دعائیں اور ان کے پڑھنے کے جو طریقے لکھے ہیں، اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”ادمن یتق الله يجعل له خراجا“ کی رٹ لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے اور تقاضہ یہ ہے کہ تقویٰ و پیرہیزگاری اختیار کی جائے۔ ص ۵۰۹ پھر لکھتا ہے کہ

(۹۱) مولف نے دوسری دعا کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے والد کا تجربہ لکھا ہے۔ تو گزارش ہے کہ وظائف و اذکار کے صحیح و غیر صحیح موثر یا غیر موثر ہونے کے لئے کسی بزرگ کا تجربہ کسوٹی نہیں ہے۔ ص ۵۱۱

اور ہندوستانی محقق بھی پاکستانی محقق کی بات کو دہراتا ہے۔ ص ۳

(نوٹ) لقمان سلفی نے جو اپنی تحقیق سے مسئلۃ الرسول شائع کی ہے اس کا ۵۷ فی صد سے زیادہ مواد پاکستانی محقق کی کتاب سے اخذ کیا ہے اور اس کتاب کا حوالہ دیئے بغیر جگہ جگہ اس کی باتوں اور اس کی تحقیقات کو ذکر کرتا ہے، یہ علمی سرقت ہے۔

(ناظرین اسکو نوٹ کر لیں)



(۹۶) مؤلف نے سوار ہونے کی جو دعا لکھی ہے اس کے بارے میں پاکستانی محقق کہتا ہے۔

”مؤلف نے جس طرح سے یہ دعا ذکر کی ہے اس طرح سے کسی کے ہاں نہیں۔<sup>۵۱۷</sup>  
اور ہندوستانی محقق کہتا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے اس دعا کے شروع میں الحمد للہ کے بعد جو الفاظ ذکر کئے ہیں یہ اس حدیث میں نہیں ہیں۔<sup>۳۱۳</sup>

یعنی دونوں محققوں کا اتفاق ہے کہ مؤلف نے یہ دعا اپنی طرف سے گمراہی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی ہے، البتہ ہندوستانی محقق مؤلف کی پوزیشن بچانے کی کوشش میں ہے اس لئے کہ وہ لکھتا ہے کہ ”مؤلف نے جو دعا ذکر کی ہے وہ اس حدیث میں نہیں ہیں“ یعنی دوسری حدیث میں ہیں، جبکہ پاکستانی محقق صاحب گوئی سے کام لیتے ہیں کہتا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔  
(۹۳) مؤلف نے آئینہ دیکھنے کی جو دعا ذکر کی ہے اس کو ابن حبان نقل کیا ہے یعنی حوالہ اس کا دیا ہے۔ پاکستانی محقق کہتا ہے۔

”مذکورہ حدیث میں یہ قطعاً صراحت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات آئینہ دیکھتے وقت پڑھا کرتے تھے۔“<sup>۵۴۸</sup>  
اور ہندوستانی محقق لکھتا ہے۔

”واضح رہے کہ اس حدیث میں قطعاً یہ صراحت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو آئینہ دیکھتے وقت پڑھا کرتے تھے۔“<sup>۳۰۲</sup>

(۹۴) مؤلف نے اول رات چاند دیکھنے کی دعا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے۔

اللہم اہلہ باليمن والايمان والسلامة والاسلام والتوفيق لما تحب وترضی، اور حوالہ دیا ہے ترمذی کا۔ اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو ترمذی کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔<sup>۵۱۹</sup>

ادبعینہ یہی بات ہندوستانی محقق بھی کرتا ہے۔ ص ۳۰۳

(۹۵) مؤلف بادل گرجنے کے وقت کی دعا نقل کر کے حوالہ بخاری کا دیا ہے، جب مطلقاً حوالہ بخاری کا دیا جاتا ہے تو اس سے صحیح بخاری ہوتی ہے۔ جبکہ یہ دعا بخاری شریف میں نہیں بلکہ حضرت امام بخاری کی دوسری کتاب الادب المفرد میں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی محقق اس حدیث کو جس میں یہ دعا ہے ضعیف بتلاتا ہے ص ۳۰۳ مگر مؤلف پر اللہ رحم کرے وہ تلبیس سے بہت زیادہ کام لیتا ہے۔

پاکستانی محقق کی بھی یہی تحقیق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ص ۵۲۰  
(۹۶) مؤلف نے گہریں داخل ہونے کی دعا لکھ کر حوالہ دیا ہے نسائی کا۔ پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

مؤلف نے اس حدیث کو نسائی کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ نسائی میں نہیں ابوداؤد میں ہے۔ ص ۵۲۲

ہندوستانی محقق بھی یہی کہتا ہے اور اس حدیث کو ضعیف بھی بتلاتا ہے۔ ص ۳۰۴  
(۹۷) مؤلف نے رات کو سونے کی دعا پڑھنے کا ذکر کر کے ابوداؤد کی حدیث کا حوالہ دیا ہے اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”مؤلف نے اس حدیث کو ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ یہ بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ص ۵۲۳

بخاری و مسلم میں جو دعا اور حدیث ہون کتابوں کو چھوڑ کر ابوداؤد کا حوالہ دینا علمی دلیالیہ ہے۔

(۹۸) مؤلف نے بے خوابی کی دعا حصن حصین سے نقل کی ہے، اس پر دونوں محققین کہتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ دعا ہے وہ سخت ضعیف ہے پاکستانی ص ۵۲۳ ہندوستانی ص ۳۰۵  
(۹۹) مؤلف نے سو کر جاگنے کے وقت کی دعا بلا حوالہ نقل کی ہے، پاکستانی محقق کہتا ہے کہ یہ بخاری میں بھی ہے، اور کہا ہے کہ اس کی اسنادیں ضعیف ہے۔ ص ۵۲۲ اگر میں نے محقق کی بات کو صحیح سمجھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ محقق کے نزدیک بخاری کی بھی بعض احادیث

میں ضعف ہے۔

(۱۰۰) مؤلف نے مصافحہ کی دعا جن الفاظ کے ساتھ مشکوٰۃ کے حوالہ سے نقل کی ہے پاکستانی محقق کہتا ہے کہ مؤلف نے مصافحہ کی دعا ذکر کرنے کے بعد مشکوٰۃ کا حوالہ دیا ہے، مشکوٰۃ میں ان الفاظ کے ساتھ کوئی دعا نہیں ہے ص ۵۳۱

اور ہندوستانی محقق اس طرح کی کوئی بات کہنے سے خاموش ہے۔

(۱۰۱) مؤلف نے بچوں کے جنازے کی دعا ان الفاظ سے نقل کی ہے۔

اللہم اجعلہ لنا سلفاً وخرطاً وذرّاً وادجراً اور حوالہ دیا ہے بخاری شریف کا، پاکستانی محقق کہتا ہے کہ بخاری میں یہ دعا اس طرح ہے۔ اللہم

اجعلہ لنا فرطاً و سلفاً وادجراً۔ ص ۵۳۵ اس میں مصنف نے دخل کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ اور سلفاً کو پہلے اور فرطاً کو بعد میں لکھا ہے جب کہ بخاری میں اس کے

الٹا ہے، اصل میں مؤلف کو نہ بخاری دیکھنے کی توفیق ہوتی تو مسلم کی حدیث نقل کرتا ہے مشکوٰۃ سے اور حوالہ

دیتا ہے اصل کتاب کا۔ مگر معلوم ہو کہ ہم بھی پانچویں شہسواروں میں سے ہیں، ہندوستانی محقق مؤلف کے اس عیب کو چھپاتا ہے۔ ص ۳۱ اور وہ بھی بخاری کا حوالہ دیتا ہے

اور بخاری سے اصل الفاظ نقل نہیں کرتا تاکہ مؤلف کے عیب پر پردہ پڑا رہے۔

(۱۰۲) مؤلف نے فجر کی سنتوں کے بعد لیٹ کر پڑھنے کی دعا کا عنوان قائم کر کے

یہ دعا نقل کی ہے۔

اللہم اجعل فی قلبی نوراً و فی بصری نوراً و فی سمعی نوراً و

عن یمینی نوراً و عن یساری نوراً و فوقی نوراً و تحتی نوراً و اما ہی نوراً

وخلقنی نوراً و اجعل لی نوراً و فی لسانی نوراً و عصبی نوراً و لحمی نوراً

و دمی نوراً و شعری نوراً و بشری نوراً و اجعل فی نفسی نوراً و اعظم لی

نوراً و اعظمنی نوراً۔ اور حوالہ دیا ہے بخاری شریف کا۔

اس پر پاکستانی محقق کہتا ہے کہ یہ دعا بخاری کے علاوہ اور بھی کتابوں میں ہے

مگر کسی کتاب میں فجر کی سنتوں کے پرھنے کی صراحت نہیں ہے اسلئے مؤلف کا اس کے لئے بخاری کا حوالہ دینا غیر صحیح ہے۔ ۵۲۶

میں کہتا ہوں کہ بخاری نے اس دعا پر جو عنوان قائم کیا ہے وہ یہ ہے باب الدعاء اذا انتبه من الليل، یعنی رات کو جاگنے کے بعد کی دعا، فجر کی سنت سے اس دعا کا بخاری کے نزدیک کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور دوسری بات جو پاکستانی محقق نے بھی نہیں کہی وہ یہ ہے کہ بخاری میں یہ دعا صرف ”واجعل لی نوراً“ تک ہے اور بقیہ خط کشیدہ الفاظ کا بخاری میں کوئی ذکر نہیں ہے، معلوم نہیں مصنف نے ان الفاظ کو کہاں سے گرٹھ کر یا لے کر انکو بخاری کی طرف منسوب کر دیا ہے، بہر حال مؤلف کی جرأت قابلِ داد ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ بات منسوب کرنے میں بہت ڈھیٹ واقع ہوا ہے جو حضور کی زبان پاک سے نکلی ہی نہیں ہے۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ ڈاکٹر لقمان سلفی صاحب بھی حوالہ دے رہے ہیں بخاری مسلم کا غالباً جناب والا کو بھی ان کتابوں کو دیکھنے کی توفیق نہیں ہوئی ہے۔ بس ہوا میں تیر چلا رہے ہیں، مسلم شریف کا جو حوالہ دیا ہے تو اس کی حدیث کا نمبر ۷۳ لکھا ہے، اس نمبر کی جو حدیث ہے اس کو مسلم اس باب کے تحت لاسے ہیں۔ باب صلوة النبی ودعائہ۔

### آخری بات !

کتاب ”صلوة الرسول“ مصنف مولانا حکیم صادق صاحب سیالکوٹی جس کا غیر مقلدین کے حلقہ میں بڑا شہرہ ہے، اور جس کی اشاعت بڑے پیمانہ پر کی جا رہی ہے، اسکی حقیقت جاننے کیلئے میری مختصر تحریر کافی ہے، اس مضمون میں میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے، ساری تحقیقات خود غیر مقلدین کی جماعت کے دو بڑے عالم کی ہے۔ میں نے اس کتاب کی تمام ضمیموں کو ذکر نہیں کیا ہے جن پر دو محققین نے ضعیف یا سخت ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر میرے رسالہ ”صلوة الرسول پر ایک نظر“ میں ہے، اس رسالہ کا مطالعہ بھی تارین کیلئے بہت مفید اور نظر کشا ہوگا۔

مکمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

## اعیان العباد یعنی اللہ والے

### ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الامام الاعظم

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شخصیت وہ نیرتایاں ہے جس کی نظیر اسلام کی تاریخ میں بہت کم ہے، ان کے علم و فضل کا آفتاب ان کے زمانہ وجود سے لے کر آج تک چمک رہا ہے، شہرت و مقبولیت میں اللہ نے ان کو جو مقام عطا کیا ہے، اس کی مثال دنیا فضل و کمال میں نادر ہے۔

امام ذہبی نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں ان الفاظ سے

شروع کیا ہے۔ الامام، فقیہ الملتہ عالم العساق۔

حضرت امام ابو حنیفہ کی پیدائش مشہور قول کی بنا پر سن ۸۰ھ میں ہوئی، اس وقت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اس وجہ سے بہت سے لوگوں نے حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان صحابہ کرام میں سے بعض سے انہوں نے احادیث روایت کی ہے، کچھ لوگوں نے صحابہ کرام سے امام ابو حنیفہ کی روایت کا انکار کیا ہے

مگر اس پر تو تقریباً سارے محدثین و اصحاب نیز ماریخ کا اتفاق ہے کہ حضرت امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اس طرح وہ تابعی یقیناً ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مصداق ہیں۔ طوبی لہن رأی و رأی من رأی اس شخص کیلئے خوبی ہو جس نے مجھ کو دیکھا یا اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس خدائی بشارت میں بھی داخل ہیں جس کا اعلان اللہ نے کتاب مقدس میں "رضی اللہ عنہم" سے کیا ہے۔

حضرت امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ولد سنة ثمانین فی حیالات صغار الصحابة یعنی حضرت امام ابو حنیفہ ششمین پیدا ہوئے اور یہ زمانہ ان صحابہ کرام کا تھا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کم سنی میں دیکھا تھا۔

اور فرماتے ہیں کہ رأی انس بن مالک لما قدم علیہم الکوفة، یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نہ تشریف لائے تو حضرت امام اعظم ان کی رویت و زیارت سے مشرف ہوئے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حدیث وفقہ کی تعلیم کبار تابعین کی ایک بہت بڑی تعداد سے حاصل کیا تھا، جن اساتذہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی تھی ان میں کچھ ہی کا تذکرہ یہ سیر اعلام النبلاء میں حافظ ذہبی نے کیا ہے۔ اور ان کچھ کی بھی تعداد تقریباً تینتالیس ہے، ان سب کا نام لینے کے بعد امام ذہبی فرماتے ہیں وخلق سواہم یعنی ان کے سوا بھی امام کے اساتذہ کی ایک بڑی جماعت ہے، امام ذہبی نے جن اساتذہ کا نام لیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

عطاء بن رباح، امام شعبی، عکرمہ، عمرو بن دینار، طلحہ بن نافع، نافع مولیٰ ابن عمر، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن دینار، حماد بن ابی سلمان، سعید بن مسروق ابو جعفر یاقر، سماک بن حرب، ابن شہاب زہری وغیرہ۔

یہ ان چند ناموں میں سے ہیں جن کو امام ذہبی نے امام کے اساتذہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ ان میں ہر ایک حدیث وفقہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھا۔ احادیث کی کتابوں میں یہ نام بکثرت ملتے ہیں۔

امام اعظم سے جن لوگوں نے استفادہ کیا ہے اور ان کی شاگردی سے مفتخر ہوتے ہیں ان کی تعداد بھی بہت ہے۔ حدث عند خلق کثیر یعنی امام ابوحنیفہؒ سے ایک کثیر مخلوق نے حدیث بیان کی ہے۔ امام ذہبیؒ نے جن لوگوں کو نام بنام ذکر کیا ہے ان کی تعداد میرے شمار کے مطابق ستانوے ہے جن میں بڑے بڑے ائمہ حدیث وفقہ ہیں جن پر محدثین کی کتابوں میں اعتماد کیا گیا ہے، ان میں سے ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو صحاح ستہ کی احادیث کی سندوں میں آتے ہیں۔

امام کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں

ابراہیم بن طہان، عالم خراسان، اسباط بن محمد، اسد بن عمر البجلی، اسماعیل بن یحییٰ الصیرفی، ایوب بن ہانی، جارد بن یزید نیشاپوری، جعفر بن عون، حفص بن الفرات القاسمی ابن عطیہ العونی، ابو مطیع حکم بن عبد اللہ حمزہ زیات، فارح بن مصعب، داؤد الطائی، زفر بن ہذیل، شعیب بن اسحق، امام ابو یوسف، امام محمد، یزید بن زریع، مفرج بن ابراہیم الجامع حسن بن زیاد اللؤلؤی وغیرہ اکابر وفقہ و حدیث۔

امام اعظم کے والد کو یہ شرف حاصل تھا کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی تھی، اس وقت حضرت ثابت کی عمر کم تھی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا دی تھی، امام اعظم کے پوتے اسماعیل فرماتے ہیں کہ ہم کو امید ہے کہ ہمارے حق میں اللہ نے حضرت علی کی دعا کو قبول فرمایا ہے، حضرت اسماعیل کی یہ توقع بے جا نہیں ہے، ثابت کی اولاد میں امام اعظم جیسا ان کا لڑکا پیدا ہوا، پھر ثابت کا پوتا حماد جو حضرت امام اعظم کے صاحبزادہ تھے وہ علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب تھے، پھر ثابت کا پڑپوتا اسماعیل بھی اپنے وقت کے جلیل القدر حدیث وفقہ کے امام تھے، علم و فضل کا یہ سلسلہ ثابت کی کئی نسلوں میں چلا، یہ بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین میں سے کسی اور میں بہت کم نظر آتی ہے۔

دی گئی ہے۔

۷۔ جریر کہتے ہیں کہ مجھے بے مغرہ نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے پاس بیٹھ کر فقہ حاصل کرو۔

۸۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ فقہ الناس یعنی امام ابو حنیفہ لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

۹۔ امام شافعی فرماتے تھے کہ الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفہ یعنی لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

حضرت امام شافعی کے اس کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

قلت الامامة فی الفقہ ودقائقہ سلاۃ الامام و هذا امر لا شک فیہ۔ یعنی میں کہتا ہوں کہ فقہ اور اس کی باترکیوں میں حضرت امام اعظم کی امامت مسلم ہے یہ وہ بات ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

۱۰۔ خریسی کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی برائی کرنے والا دو میں سے ایک ہوگا،

یا حاسد یا جاہل۔

(۱۱) محمد بن مزہم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت سفیان ثوری سے میری مدد نہ کی ہوتی تو میرا حال بھی عام لوگ جیسا ہوتا، یعنی انھیں دونوں کے علم کی فیوض و برکات سے مجھے علم و کمالات کا یہ مرتبہ نصیب ہوا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جو مقام فقہ میں ہے اس سے ساری دنیا واقف ہے، اللہ نے ان کے فقہ کے ذریعہ دنیا کے بیشتر جگہوں میں اپنے دین کو کامل و مکمل شکل میں محفوظ رکھا ہے، اور مسلمانوں کی دو تہائی اکثریت فقہ حنفی ہی کو اپنا معمول بنائے ہوئے ہے، اور اس طرح شریعت اسلامیہ پر ان کا عمل ہے۔

علم حدیث میں بھی حضرت امام کا مقام بہت بلند ہے، اور آپ نے اس علم کو شروع زمانہ سے ہی کبار محدثین سے حاصل کرنا شروع کیا تھا، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ



تذکرۃ المحققین حفاظ محدثین کے ساتھ آپ کا تذکرہ بھی بسط سے کیا ہے، اور سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں۔ ان الامام ابی حنیفۃ طاب اللحدیث و اکثر منہ فی سنتہ مائۃ و بعد ہا۔ یعنی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی تحصیل میں اور اس کے بعد کی اور بہت زیادہ اس علم کو حاصل کیا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں حدیث رسول اور آثار صحابہ کس طرح محفوظ تھے، اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے کیجئے۔

امام ذفر فرماتے ہیں کہ ایک ولیمہ میں حضرت ابو حنیفہ تھے اور بہت سے علماء جمع تھے ابن ابی لیلیٰ کو ذک کے قاضی اور مشہور فقیہ بھی اس جماعت میں شریک تھے، گھر والوں نے ان علماء کرام کے سامنے چاندی کی عطردان میں عطر پیش کی، چونکہ عطردان چاندی کا تھا اس وجہ سے لوگوں کو عطر کے استعمال میں تردد ہو رہا تھا، جب امام ابو حنیفہ نے دیکھا کہ لوگ عطر استعمال نہیں کر رہے ہیں تو آپ نے عطردان سے خوشبو نکال کر اپنی پتیلی پر رکھا اور پھر پتیلی سے لیکر اپنے بدن پر لگایا۔ اور ان علمائے کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس چاندی کے برتن میں حلوہ لایا گیا تو آپ نے اسکو روٹی پر الٹ دیا تھا اور پھر اس کو کھایا، حضرت امام کی اس حاضر ذہنی اور ذکاوت پر سب کو تعجب ہوا۔

حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کا جتنا مقام علم و فقہ میں بلند تھا، کثرت عبادت اور ذکر الہی کی کثرت میں بھی آپ بہت بلند مرتبہ پر تھے، اسدین عمرو فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔

بشر بن ولید فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اللیل صلوٰۃ و تضرعاً دعوۃ یعنی حضرت امام ابو حنیفہ پوری رات نماز میں اور اللہ سے عاجزی کرتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے گزارتے تھے

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ متعدد مسندوں سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ایک رکعت

امام اعظم کا فقہ و حدیث میں کیا مقام تھا آپ اس کا اندازہ محدثین کرام کے ان اقوال سے لگائیے، امام اعظم کی شان میں یہ گواہی دینے والے سب اونچے درجہ کے محدثین و نقباء ہیں۔

۱۔ حضرت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ وکان ابو حنیفۃ ثقۃ لایحدث بالحديث الا بما یحفظ، و لایحدث بما لایحفظ۔ یعنی امام ابو حنیفہ ثقہ تھے جو حدیث ان کو یاد ہوتی اسی کو بیان کرتے تھے، جو حدیث ان کو یاد نہ ہوتی (خواہ وہ ان کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو) اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔

یحییٰ بن معین کی یہ بات نقل کرنے والے محمد بن سعد العوفی، اور اسی بات کو یحییٰ بن معین سے صالح بن محمد نے بھی نقل کیا ہے۔

۲۔ حضرت امام ابو یوسف فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کا کہنا تھا کہ آدمی کو صرف اسی حدیث کو بیان کرنا چاہئے جس کو اس نے سننے کے وقت ہی سے محفوظ کر لیا ہو۔

۳۔ یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں کہ لانکذب اللہ ما سمعنا حتیٰ من رای ابی حنیفۃ وقد اخذنا باکثر اقوالہ، یعنی خدا سے ہم جھوٹ نہیں بولیں، ہم نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ بہتر رائے کسی سے نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر قول کو اختیار کیا ہے۔

۴۔ علی بن عاصم کہتے ہیں۔ لودن ان علم الامام ابی حنیفۃ بعلم اہل زمانہ لوجع علیہ۔ یعنی اگر امام ابو حنیفہ کے علم کو ان کے زمانہ کے لوگوں کے علم سے تو لاجائے تو امام ابو حنیفہ کا علم سب سے زیادہ ہوگا۔

۵۔ حفص بن غیاث فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی فقہ بال سے بھی زیادہ باریک اس کی برائی جاہل ہی کرے گا۔

۶۔ حضرت اعشٰش سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کا خوبی سے جواب نعمان بن ثابت ہی دے سکیں گے، میرا خیال ہے کہ ان کے علم میں برکت

میں پورا قرآن ختم کر لیا ہے، قیس بن ربیع فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ پر ہینر گار، مستحق اور اپنے دوستوں پر احسان کرنے والے تھے۔

مثنیٰ بن رجاہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے اوپر یہ لازم کر رکھا تھا کہ اگر وہ اللہ کی سچی قسم بھی کھائیں گے تو ایک دینار صدقہ کریں گے، اور جتنا وہ اپنے گھروالوں پر خرچ کیا کرتے تھے اتنا ہی کا صدقہ کرتے تھے۔

امام ابو نعیم شیبلی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کثرت صلاۃ کی وجہ سے کھونٹا کھا جاتا تھا۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر رات کو ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے، یحییٰ بن عبد الحمید حمانی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ چھ ماہ رہے، تو انھوں نے دیکھا کہ آپ فجر کی نماز عشاء کے وضو ہی سے پڑھتے ہیں اور سحر کے وقت قرآن کا ایک ختم کرتے ہیں۔

مسعر بن کدوم فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ آپ نے ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا۔

غرض امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرنے کا ذکر بڑے بڑے اکابر محدثین ائمہ فقہ نے کیا ہے، اس لئے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن کے ساتھ غایت درجہ تعلیٰ کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ کے حضور میں آپ کا معاملہ کیسا تھا اس سے اس کا اندازہ لگتا ہے، کبھی کبھی آپ پر کسی آیت کو پڑھتے ہوئے آخرت کے استحضار کا ایسا غلبہ ہو جاتا تھا کہ اسی ایک کو دہراتے دہراتے پوری رات آپ کی گزر جاتی، چنانچہ قاسم بن معن نقل کرتے ہیں کہ ان ابا حنیفۃ قام لیلۃ یومہ و قوله تعالیٰ، بل الساعة ادھی دامو، و بکی یتضرع الی الفجر، یعنی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک رات نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو جب اس آیت پر پہنچے بل الساعة ادھی دامو یعنی قیامت کا دن بڑا سخت اور دشوار ہو گا تو اس آیت کو دہراتے رہے اور روتے اور عاجزی کرتے رہے، فجر تک آپ کا یہی حال رہا۔

حدیث رسول کے احترام کا یہ حال تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جوابات ہم تک پہنچنے والے ہمارے سر اور آنکھوں پر ہے، یعنی اس کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

آپ حسن اخلاق اور جود و سخا میں بھی اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے خیر بی نے اس بارے میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم لوگ امام ابو حنیفہ کے پاس تھے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے آپ کی تحریر میں فلاں آدمی کے پاس ایک خط جھوٹ لکھا کہ اس آدمی کو چار ہزار درہم دے دو (اور وہ درہم میں نے آپ کے نام پر حاصل کر لیا ہے) تو آپ نے اس نہ غصہ کا اظہار کیا اور نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا اور نہ اس سے اس چار ہزار درہم کو واپس لیا بلکہ اس سے کہا تو یہ کہا کہ اگر تم لوگ اس طرح نادمہ اٹھا سکتے ہو تو ایسا کر لیا کرو۔

یزید ابن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ بڑا نہیں دیکھا ہے۔  
حضرت امام ابو یوسف آپ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كان ابو حنيفة ربعة، من احسن الناس صورا، وابلغهم نطقا  
واعذبهم نغمة وابتغهم عناية نفسه۔

یعنی امام ابو حنیفہ درمیانہ قد کے تھے، لوگوں میں بہت خوبصورت تھے، آپ کے بات کا انداز بڑا بلین ہوتا، لہجہ بہت شیریں تھا، اپنے دل کی بات بہت واضح اور صاف طریقہ سے ظاہر کرتے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کے صاحبزادہ حضرت حماد فرماتے ہیں۔

”میرے والد خوبصورت تھے، آپ کے بدن پر گندم کا رنگ نمایاں تھا، بہترین ہیئت والے تھے، بہت زیادہ خوشبو لگانے والے تھے، بڑے باہمیبت تھے، بات اس وقت کرتے جب کسی بات کا جواب دینا ہوتا اور بلا مقصد اور بلا ضرورت بات میں نہیں پڑتے تھے۔“

اور محمد اللہ بن مبارک امام ابو حنیفہ کا بیان اس طرح کرتے ہیں۔

ما رأیت رجلاً اذ قر فی مجلسه ، ولا احسن سمناً وحلماً من ابی حنیفۃ  
یعنی میں نے حضرت ابو حنیفہ سے زیادہ باوقار کسی کو اس کی مجلس میں نہیں دیکھا ، نہ ان سے اچھی  
شکل و صورت والا اور نہ ان سے زیادہ بردبار کسی کو دیکھا ۔

اللہ نے امام اعظمؒ کو علم و فضل ، کمالات ظاہری و باطنی میں اور حسن اخلاق اور ذکاوت  
و ذہانت میں جو مقام مرحمت فرمایا تھا اسکے پیش نظر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تذکرہ کے  
آخر میں فرماتے ہیں ۔ وسیرتہ محتمل ان تقصا د فی مجلدین رضی اللہ عنہ و رحمہ  
یعنی آپ کی سیرت تو اس بات کی مقتضی ہے کہ صرف آپ کے حالات میں دو جلدیں لکھی جائیں  
اللہ آپ سے راضی ہو اور آپ پر رحم فرمائے ۔

امام اعظمؒ کے اس جلالت شان اور علو منزلت اور علوم دینیہ میں آپ کے رسوخ اور  
عرفت شان اور اللہ کے یہاں آپ کی مقبولیت و محبوبیت ، آپ کا تقویٰ اور آپ کی پرہیزگاری  
اور اللہ کے حضور آپ کا تضرع اور آپ کی نیاز مندی ، ذات خداوندی سے آپ کا تعلق ،  
کتاب الہی سے آپ کا عشق ، لوگوں کے ساتھ آپ کا معاملہ اور حسن اخلاق ، آپ کی سخاوت و  
فیاضی ، آپ کا تواضع و بے نفسی ، دین کی اشاعت اور اس کی تدوین میں آپ کا دن و رات لگے  
رہنا ، انہیں تمام چیزوں کی بنا پر لوگوں کو کہنا پڑا کہ جب ابی حنیفۃ من السنۃ یعنی امام  
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کہنا اہل سنت و الجماعت میں سے ہونے کی علامت ہے ۔  
یہ بات جس نے کہی ہے کوئی عام آدمی نہیں ہے بلکہ وہ مشہور محدث ابو معاویہ ضریر ہیں ۔  
امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۵۰ھ میں ۱۸ سال کی عمر میں ہوا ،  
یہی سال حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کا ہے ۔

( سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۲ )

# مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور

## مولانا مودودی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان ذوالنورین خلیفہ ثالث اسلام کی ان منتخب اور برگزیدہ شخصیتوں میں سے ہیں جن کے نام اور کام سے اسلام کی تاریخ روشن ہے۔ اسلام کی راہ میں آپ کی جانی و مالی قربانیاں، اللہ و رسول کا تقرب خصوصی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دود و بیٹیوں سے آپ کا رشتہ، زواج فرشتوں کا آپ سے حیا کرنا، رسول اکرم کی زبان مبارک سے آپ کے جنتی ہونے کا اعلان، اسلام کی راہ میں آپ کا صبر و تحمل آپ کی خود و سجا، آپ کا شرف ہجرت اور اسلام میں تقدم و سبقت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کیلئے مغفرت عام کی بشارت، بیعت رضوان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دینا، اور آپ کے زمانہ خلافت میں اسلام کی ترقی اور وسعت اور خیر و برکت اور پھر آپ کا صبر و تحمل، آپ کی عبادت و ریاضت، آپ کی حیا و دینی غیرت، آپ کا ایام محاصرہ میں قتل و خونریزی سے دامن بچانا اور حرم نبوی کے تقدس کی حفاظت اور اخیر میں آپ کی مطلوبانہ شہادت

یہ آپ کے وہ اوصاف و مناقب ہیں کہ بہت کم وہ خوش نصیب ہیں جو اس سلسلہ میں حضرت عثمان کی برابری کر سکتے ہیں۔

حضرت عثمان کے فضائل و مناقب اور آپ کی سیرت طیبہ اگر تفصیلی تذکرہ کیا جائے تو اس کیلئے ایک ضخیم کتاب چاہئے، ہم یہاں اختصار کے ساتھ تبرکاً آپ کی زندگی پر ہلکی سی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

**نام و نسب، خاندان** | عثمان نام تھا، کنیت ابو عبد اللہ اور ابو عمر تھی، دوسری کنیت زیادہ مشہور تھی۔ ابو عبد اللہ شہسما تھا۔

الاستیعاب ص ۲۷۴ - والد کا نام عفان بن ابی العاص تھا، والدہ کا نام اروی بنت کعبہ بنت ربیعہ تھا، حضرت عثمان کی نانی بیفہارام الحکیم حضرت عبد اللہ بن مطلب کی سگی بہن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

حضرت عثمان کا خاندان ایام جاہلیت میں غیر معمولی اقتدار اور رسوخ کا مالک تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ علیہ بن عبد شمس قریش کے رئیسوں میں سے تھے۔

**لقب** | آپ کا لقب ذوالنورین تھا، ذوالنورین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو آنحضرتؐ کی دو صاحبزادیوں سے رشتہ زوجیت کا شرف حاصل تھا، یہ وہ فخر ہے کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔

**اسلام** | آپ قدیم الاسلام لوگوں میں سے تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قدیم تھا

قدیم قبل دخول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم (طبقات ص ۲۷۴) آنحضرتؐ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے وہ مسلمان ہو چکے تھے۔

بلکہ خود حضرت عثمان سے روایت ہے کہ وہ چوتھے مسلمان ہیں چنانچہ اسد الغابہ میں ہے۔

کان یقول انی لاربع اربعة وہ فرماتے تھے کہ میں چوتھا مسلمان ہوں

فی الاسلام - (اسد الغابہ ص ۲۷۶)

حضرت عثمان شرفِ عہد ہی سے نیک سیرت اور نیک خصلت تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کی پند و نصیحت دل میں اتر گئی اور اسلام کے لئے آپ کا دل کھل گیا اور آپ نے آنحضرتؐ کی غلامی میں اپنا سر رکھ دیا۔ اسد الغابہ میں ہے۔

اول فی الاسلام دعا ابوبکرؓ شروع اسلام میں ابوبکرؓ نے ان کو اسلام کی دعوت پیش کی اور آپ اسلام لائے۔ (ایضاً)

اسلام کی راہ میں تکالیف اور آپ کی استقامت آپ کے اسلام لانے کی اطلاع جب

خاندانِ والوں کو معلوم ہوئی تو سب نے اس کو خاندان کے لئے ایک حادثہ شمار کیا اور آپ کو آبائی دین کی طرف واپس لانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، یہاں تک کہ آپ کے چچا حکم بن المعاص نے آپ کو جبر و تشدد کا نشانہ بنایا۔ رسی سے باندھ دیا اور کہا کہ جب تک تو اس دین سے واپس نہیں لوٹے گا میں تجھے کھولوں گا نہیں، لیکن اسلام کا نشہ چڑھنے کے بعد اترتا کہاں ہے۔ حضرت عثمان نے صاف صاف جواب دیا۔

واللہ لا ادعما ابدا ولا افارقه خدا کی قسم میں اس کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا (طبقات ص ۳۸ ج ۲)

اور نہ اس سے الگ ہوں گا۔ آپ کی اس استقامت کے سامنے حکم نے سپر ڈال دی اور اسے آپ کو آزاد کرنا پڑا۔

فلما رای الحکم صلابتہ جب حکم نے دین کے سلسلہ میں آپ کی مضبوطی فی الدین ترکے (ایضاً) دیکھی اس نے آپ کو چھوڑ دیا۔

حضرت عثمان کو آنحضرتؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا

حضرت رقیہ سے نکاح اور ہجرت حبشہ



شرف حاصل تھا اور آپ کی پہلی شادی آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ سے ہوئی، آپ حضرت رقیہ کو لے کر حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے، یہ اسلام میں پہلا قدم تھا جو اللہ کے دین کی خاطر اپنے وطن سے نکلا۔

نا وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرتؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ بابت ہارقیہ و ہاجر کلاہما لے (اسد الغابہ ص ۳۷۶) سے آپ کی شادی کر دی پھر دونوں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ہجرت فرما جانے کی جب اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا۔

انہما۔ لاول من ہاجر الی اللہ یہ دونوں حضرت لوط کے بعد اللہ کے راستہ بعد لوط۔ (طبقات ص ۳۸) میں پہلے ہجرت کرنے والے ہیں۔

حبشہ کے بعد آپ نے دوبارہ مدینہ کی طرف ہجرت کی، آپ مدینہ میں اوس بن ثابت جو حضرت حسان کے برادر تھے کے پاس قیام کیا اور آنحضرتؐ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے ساتھ آپ کا عقد مواخاۃ قائم کر دیا تھا۔ (طبقات)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب تھے آپ کی مجلس شوریٰ کے

ممبر اور آپ کے ہر کام میں شریک تھے۔ آپؐ نے جتنے بھی غزوہ کئے حضرت عثمانؓ ان میں شریک رہے، البتہ اسلام کی پہلی جنگ یعنی بدر میں آپ شریک نہ ہو سکے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی زوجہ حضرت رقیہ بیمار تھیں، آپؐ نے حکم دیا کہ آپ اس کی تیمارداری میں رہیں مرض کا حملہ سخت تھا چنانچہ اس مرض میں ان کا انتقال بھی ہو گیا۔

ولم یشہد عثمان بدرا لان حضرت عثمانؓ بدر میں شریک نہ ہو سکے  
نا وجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہت مریضۃ علی الموت اس لئے کہ آپ کی بیوی آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہ مرض الموت میں تھیں آپؐ نے

فامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو حکم دیا کہ وہ انہیں کے پاس  
ان یقیم عندہا و قویت۔  
(اسد الغابہ ص ۳۷۷ ج ۲)

لیکن آنحضورؐ نے مال غنیمت میں سے آپ کو بھی حصہ دیا اس لئے آپ کا شمار بھی  
بدرین میں سے ہوتا ہے۔

ولکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن آنحضورؐ نے آپ کا بھی حصہ لگایا  
ضرب لہ بسہم واجب فہو کم شہد۔ اس لئے آپ بھی شہر کا بدرہی کی طرح  
(ایضاً)

حضرت ام کلثوم سے نکاح  
حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے آپ کا نکاح اپنی دوسری صاحبزادی حضرت

ام کلثوم سے کر دیا۔  
تزوج بعد رقیہ ام کلثوم بنت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
رقیہ کے بعد آپ نے حضرت ام کلثوم آنحضورؐ  
کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔

(اسد الغابہ وغیرہ)  
آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں سے آپ کو نکاح کرنے کا شرف  
حاصل ہوا اس وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا گیا۔  
اتفاق سے ام کلثوم بھی آپ کی حیات ہی میں وفات پا گئیں اس پر آنحضورؐ نے  
فرمایا۔

لو ان لی ثالثۃ لہذا و جثاٹ۔  
اگر میری کوئی تیسری لڑکی ہوتی تو میں اس کی  
بھی شادی تم سے کرتا۔  
(اسد الغابہ)

حضرت علی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا۔  
ولو ان لی اربعین بنتا نا و جثہ  
اگر میری چالیس لڑکیاں ہوتیں تو میں یکے بعد

عثمان واحداً بعداً واحداً حتی لم یبق  
منهن: احداً۔ (اسد الغابہ ص ۳۴۷)  
دیگرے عثمان کے نکاح میں دیا رہا یہاں تک  
کہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔  
اس بیان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان سے فایت درجہ تعلق و کثرت  
چلتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے ان لوگوں  
میں سے تھے جو کھنا پڑھنا شروع ہی سے جانتے  
تھے اور اسلام لانے کے بعد آپ ان خوش نصیبوں میں سے ہوئے جنہیں کتابت وحی کا  
شرف حاصل تھا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں۔

کانا یکتبان الوحی یدین یدی رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمای نزل  
جبرئیل علیہ (البدایہ ص ۱۲۵)  
(حضرت علی اور حضرت عثمان) دونوں آنحضور  
کے سامنے قرآن لکھا کرتے تھے جو آپ پر  
جبرئیل لے کر اترتے تھے۔

حضرت عثمان ان سعید طالع  
لوگوں میں سے ہیں جن کو آنحضور  
آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں سے ہے

نے دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری سنا دی تھی۔

هو احد العشرة الذین شهدوا  
لهم رسول اللہ بالجنة۔  
آپ ان دسوں میں سے ایک ہیں جن کیلئے  
آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی  
دنیا ہی میں شہادت دی۔

(جاری)

مکمل جمل مفتاحی

## بریلوی ندرت پر ایک نظر

غوثِ اعظم بریلیوں کے خدا ہیں، خدائی ان کے اختیار میں ہے

اعلٰ حضرت غوثِ اعظم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

میرادل اسرار مخلوقات پر مطلع ہے، سب دلوں کو دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے رویت ماسوا کے میل سے صاف کر دیا کہ ایک لوح ہو گیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے، جو لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمادیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں منع کریں۔ ایضاً ص ۴۲

فنا خدا :- بریلوی حضرات کے ہزاروں خدا ہر ولی ان کا خدا ہر نبی ان کا خدا اور ما شا را اللہ یہ پھر بھی موجد، اس خالص کفریہ و شرکیہ عقیدہ رکھنے والا دوسروں کے منہ آتا ہے، اعلیٰ حضرت کا حضرت غوثِ اعظم پر یہ خالص اقتراء ہے، حضرت غوثِ اعظم اس شرکیہ کلام سے بالکل بری ہیں اگر اعلیٰ حضرت سمجھے ہوں تو غوثِ اعظم کی کسی کتاب سے اس کا حوالہ پیش کریں۔ اعلیٰ حضرت تو مر گئے اب یہ کام ان کے امی کریں۔

## شادی میں گانے باجے آتش بازی وغیرہ ناجائز ہیں

اعلٰ حضرت شادی کے گانے بجانے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اسی طرح یہ گانے بجانے کے ان بلاد میں معمول و رائج ہیں۔ بلاشبہ ممنوع

دنا جائز ہیں۔ آتشبازی کے متعلق لکھتے ہیں۔

آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب بارات میں مانج ہے۔ بیشک حرام اور

پورا حرام ہے۔ (رہادی الناس ص ۳)

فائدہ :- یہ کسی وہابی دیوبندی کا فتویٰ نہیں امام اہلسنت بقلم خود کا فتویٰ ہے۔

## آتشبازی بنانا اور چھوڑنا حرام ہے

اعلیٰ حضرت سے آتشبازی بنانے اور اس کے چھوڑنے کے بارے میں پوچھا گیا، جواب

دیا ممنوع و گناہ ہے۔ (رہادی الناس ص ۱)

فائدہ :- اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ اپنی جگہ پر صحیح لیکن اگر اعلیٰ حضرت سے کوئی

پوچھ لے کہ پیر و مرشد اس کا ناجائز ہونا قرآن و حدیث میں کہاں مصرع ہے، کون اسے

دین سمجھ کر کرتا ہے۔ یہ تو ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں، اور

اصل اشیا میں اباحت ہے اس لئے یہ سب چیزیں مباح ہوں گی تو اعلیٰ حضرت سوائے

اس کے کہ بغل جھانکیں اور کیا جواب دیں گے؟ اس لئے کہ اعلیٰ حضرت نے تو کلیہ یہ بیان کیا ہے

کہ جب تک کوئی بات قرآن و حدیث میں صراحتہ ممنوع ثابت نہ ہو جائز رہے گی۔ دیکھئے

دولہا کے سہرا کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

سہرا جیسا سوال میں مذکور رسوم و نیویہ سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر

سے ثابت نہیں نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا تو مثل اور تمام عادات و رسوم مباح کے

مباح رہے گا۔ (رہادی الناس ص ۱۸)

نیز لکھتے ہیں۔

اب جو سہرا کو ناجائز حرام بدعت ضلالت بتائے وہ قرآن و حدیث سے

ثابت کر دکھائے۔ (رہادی الناس ص ۱۹) نیز لکھتے ہیں :-

دنیوی رسوم و عادات پر حکم بدعت نہیں ہو سکتا۔ (ایضاً)

معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے یہاں کوئی چیز اسی وقت حرام ہوگی جب اس کا حرام ہونا  
مراحتہ قرآن و حدیث سے ثابت ہو ورنہ جائز ہوگی، آتش بازی کو قرآن کی کس آیت کس حدیث  
میں نام لے کر ناجائز کہا گیا ہے، اعلیٰ حضرت کے اس قاعدہ نے حرام و بدعات کا دروازہ کھول دیا  
ہے۔ اعلیٰ حضرت سہرے کو دنیاوی رسم قرار دیتے ہیں، جناب والا یہ سہرا شادی اور نکاح  
کی چیز ہے، یہ بتلائیے کہ نکاح دینی کام ہے یا دنیاوی اگر دینی کام ہے تو یہ خلاف شرع  
کام دینی کام میں پایا جا رہا ہے۔ اور اگر نکاح کو آپ دنیوی کہتے ہیں تو النکاح من  
سنتی کے آپ منکر ہیں۔

## اعلیٰ حضرت کو امام مہدی کی پیدائش کا سن معلوم ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت  
کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۲۶ء میں  
کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۱۹ء میں امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (ملفوظات ج ۱ ص ۱۰۱)  
فائدہ :- احادیث و قرآن میں تو امام مہدی کے ظہور کے وقت کا پتہ نہیں،  
اعلیٰ حضرت نے کس ذریعہ سے معلوم کیا جو بات آنحضرت کو بھی نہیں معلوم وہ اعلیٰ حضرت کو معلوم  
ہو گئی۔

## خانصاحب کے پیر بھائی برکات احمد کی قبر میں روضہ اطہر کی خوشبو

خانصاحب فرماتے ہیں۔

جب ان کا (بھی برکات احمد کا) انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں  
اترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی مرتبہ روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم  
کے قریب سے آئی تھی۔ (ملفوظات ج ۲ ص ۲۵)

فائدہ :- روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم جیسی خوشبو برکات احمد صاحب کی

قبریں اعلیٰ حضرت کو محسوس ہوئی، یہ بات کوئی صاحب ایمان کیوں کہ برداشت کر سکتا ہے کہ برکات احمد کی قبر اور روضۃ الطہر دونوں ایک جیسے ہوں۔ یہ تو بریلوی دھرم ہوگا۔

آپ ﷺ کے آثار مبارکہ نعلین و جعبہ مبارک وغیرہ کے دھلے پانی سے طہارت جانتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ مثل جعبہ اقدس و نعل مبارک کا غسل یعنی دھلا ہوا پانی شفا و برکت و قابلِ وضو و معطی طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔  
(فتاویٰ ج ۱ ص ۴۵۶)

فائدہ :- بھلا کوئی صاحب ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ سے طہارت کرنا یعنی استنجا وغیرہ کرنا جائز ہے۔ ہم تو اس پانی کو آنکھوں سے لگاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت اس سے استنجا کرنے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

**احمد رضا خان صاحب کے تقویٰ و طہارت کو دیکھ کر  
لوگوں میں صحابہؓ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا**

حامد رضا خاں اپنے پدر بزرگوار احمد رضا کے بارے میں لکھتے ہیں  
زید و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام سے سنا کہ ان کو دیکھ کر  
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔ (وصایا)  
فائدہ :- یہ ہے بریلوی حضرات کا اپنے اعلیٰ حضرت اور صحابہ کرامؓ  
کے بارے میں فیصلہ کہ اعلیٰ حضرت زید و اتقا کے اس مقام پر تھے کہ اب اس کے بعد  
صحابہؓ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔ اللہ کا بڑے سے بڑا ولی کامل بھی ادنیٰ صحابہ کرام کے  
درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ جن نگاہوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کا

دیدار کیا جنہوں نے آپ کی مجلس مبارک میں جگہ پائی، جن کا نور نے آپ کا ارشاد گرامی سنا ان کی زیارت کا شوق اسی کو کم ہو گا جس کا قلب شرک و بدعت کی تاریکی سے تاریک ہو گیا ہو ورنہ ایک سچا مسلمان تو اس آرزو میں ہر وقت تڑپتا رہتا ہے کہ صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰؓ ان کا مقام تو بہت اونچا ہے کسی ادنیٰ درجہ کے صحابی کی بھی زیارت حاصل ہو جائے۔

## نابالغ کا وضو ٹوٹا ہی نہیں نہ جماع سے اس پر غسل واجب ہوتا ہے

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔ نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو نہ جنب، وضو غسل کا حکم عادت ڈالتے اور ادب سکھانے کیلئے ہے ورنہ کسی حدیث سے ان کا وضو نہیں جاتا، اور نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۳۲۴)

فنا شدہ :- اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ دس بارہ برس کا لڑکا اگر ایک دفعہ وضو کر لے تو نہ ہوا خارج ہونے سے اس کا بھی وضو ٹوٹے نہ پیشاب پاخانہ سے وہ ہر وقت با وضو ہی رہے گا اشارہ اللہ اگر اس جنین مفتی شود کل دین رسوا شود نیز اعلیٰ حضرت نے یہ بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ جماعت کے مراہق پر غسل واجب نہیں اگرچہ التقار خانین ہو گیا ہو، لہذا اس مسئلہ کو اعلیٰ حضرت کتاب سنت آثار صحابہ ائمہ دین کے اقوال اور خصوصاً مافقہ حنفی سے ثابت کریں۔

## بکری کے بچہ کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔ بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا کہ ابھی اس کا بدن رطوبت رحم سے گھیرا ہے، گو دین اٹھا کر نماز پڑھی کچھ حرج نہیں ادا اگر پانی میں گر گیا پانی ناپاک نہ ہو گا کہ شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔ (فتاویٰ ج ۱ ص ۵۷۶)

فنا شدہ :- معلوم نہیں خان صاحب نے حیض و نفاس کی طہارت کا حکم کیوں نہیں فرمایا جب نجاستیں اور شرمگاہ کی نجاستیں جائز و پاک ہی ہیں تو حیض و نفاس کی بھی گنجائش نکال کر خائفانہ اپنے مذہب پر کم فرماتے۔



مکر ۱۔ جمل مفتاحی

## حالات و واقعات

### صرف سوائیں گھنٹہ میں قرآن ختم کرنا والا حافظ قرآن

علی بن احمد طرسوسی، دمشق میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر تھے۔ ساٹویں صدی کے آدمی ہیں، ان کی پیدائش کا سال ۶۶۹ھ ہے اور وفات کا سال ۷۲۸ھ ہے، فقہائے احناف میں ان کا شمار ہوتا ہے، عرصہ دراز تک عہدہ قضا پر رہنے کے بعد وفات سے دو سال قبل خود اس سے الگ ہو کر زایدانہ زندگی گزارنے لگے تھے قرآن کی تلاوت سے خاص شغف تھا، دینداری و تقویٰ میں ممتاز تھے۔

ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تراویح کی نمازیں پورا قرآن صرف تین گھنٹے چالیس منٹ میں ختم کر دیتے تھے۔

كان يقرأ القرآن في اقل مدّة حتى انما صلى به التراويح في ثلاث ساعات وثلاث ساعة بحضور جماعة من الاعيان۔

۔ (المجواہر ج ۵ ص ۵۲۶)

یعنی وہ بہت کم مدت میں قرآن ختم کر دیتے تھے، انھوں نے سربراہان و لوگوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں تین گھنٹے چالیس منٹ میں تراویح میں قرآن ختم کیا۔

## ترکی بترکی

علی بن حسن صندلی پانچویں صدی کے حنفی عالم گزرے ہیں، یہ بڑی پر مذاق طبیعت کے مالک اور بڑے حاضر جواب تھے، ابتداء زمانہ میں بادشاہ وقت کے خواص میں شمار ہوتے تھے، پھر زایدانہ زندگی گزارنی شروع کر دی، اور بادشاہوں کے پاس آنا جانا ترک کر دیا، ایک دفعہ ان سے سلطان ملک شاہ نے پوچھا، آپ میرے پاس کیوں نہیں آتے تو انھوں نے جواب دیا۔ اذت ان تکون خیر الملوک فتزور العلماء ولا اکون من شرا العلماء حیث اذور الملوک۔ یعنی میں نے چاہا کہ آپ بادشاہوں میں سے سب سے اچھے بادشاہوں کے پاس جا کر ان سے ملاقات کر میں، اور میں خراب عالموں میں سے نہ رہوں کہ میں بادشاہوں کی ملاقات کیلئے ان کے پاس جاؤں۔

صندلی کا زمانہ اور مشہور شافعی عالم، و فقیہ امام جوینی اور ان کے لڑکے ابوالمعالی جوینی کا زمانہ ایک ہی تھا، اور صندلی اور ان دونوں میں معاصرانہ چشمک اور چھیر چھپا رہا کرتی تھی، ایک دفعہ ابوالمعالی جوینی نے کہا کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا ہے، یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا ہے، اور ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح ہو جاتا ہے۔ ابوالمعالی کی یہ بات بہت مشہور ہوئی، امام صندلی تک بھی لوگوں نے یہ بات پہنچائی، اتفاق سے کسی نے اسی مجلس میں ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ بلا بسم اللہ پڑھے جائز کا ذبح کرنا جائز ہے کہ نہیں تو صندلی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں امام شافعی اور اللہ میاں کا اختلاف ہے۔ اللہ تو فرماتا ہے۔ ولا تأکلوا مما لم یذک اسم اللہ علیہ، یعنی جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ، امام شافعی فرماتے ہیں۔ کھاؤ۔

المجاہد المصنیحۃ ۵۵۴ صندلی کی وفات ۴۸۲ھ میں ہوئی

## ہلاکو کے ہاتھوں بغداد میں انسانوں کا قتل عام

ہلاکو کا نام اور اس کی درندگی و سفاکیوں کے واقعات زبان زد عوام و خواص ہیں، لکھا ہے کہ جب یہ بغداد میں داخل ہوا تو تقریباً تیس روز تک قتل عام جاری رہا، بغداد میں اس کے ہاتھوں قتل ہونے والے لوگوں کی تعداد کم سے کم جو بتلائی گئی ہے، وہ آٹھ لاکھ ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ان کی تعداد اٹھارہ لاکھ ہے۔ لکھا ہے کہ وجرت السيول من الدماء، یعنی خون کے دریا بہ گئے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۸۲)

## جھوٹوں کے ساتھ سکونت کے انکار

فضل بن موسیٰ سینانی بزرگ حنفی عالم و فقیہ تھے، حضرت عبداللہ بن مبارک کے ہم عصر اور علم میں انھیں کے ہم پلہ تھے، سینان جو مرد کا ایک قریب ہے یہیں ان کی سکونت تھی، ان کے علم و فضل کا جب چرچا ہوا، اور طالبین کی جماعت کثیر تعداد میں ان کی شاگردی کے لئے سینان اطراف و جوانب سے آنے لگی، تو اس بستی والوں کو ان سے حسد پیدا ہوا، انھوں نے انکو بدنام کرنے کی ایک سازش رچی، ایک عورت کو تیار کیا کہ وہ ان پران سے رچھانے کا الزام لگائے، اس نے یہ الزام ان پر لگا دیا تو یہ بزرگ سینان بستی سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے، ان کے اس بستی سے نکلنا تھا کہ سینان میں قحط کے آثار پیدا ہو گئے، کھیتیاں خشک ہو گئیں، تو لوگ نشان ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سینان واپس آنے کی درخواست کی، انھوں نے کہا پہلے تم لو اقرار کرو تم لوگوں نے جھوٹا مجھ پر الزام لگایا تھا، جب لوگوں نے اس کا اقرار کیا تو فضل بن موسیٰ نے کہا کہ جس بستی کے لوگ جھوٹ بولتے ہیں ان کے ساتھ رہنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ (لا حاجة لی فی مساکنۃ من یکذب۔ (المجاہد ج ۲ ص ۶۹۸)

سینانی کی ولادت ۱۱۵ھ اور وفات ۱۹۲ھ میں ہوئی

## نمار سلفیت

نواب وحید الزماں حیدر آبادی کی نوابی عبارت

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی شیخ جمن تشریف لائے تھے۔

باپ۔ بیٹا خیریت تو ہے؟ تم نے انکو روکا کیوں نہیں۔

بیٹا۔ اباجی انھیں جلدی تھی یہ کتاب چھوڑ کر کے گئے ہیں، اور کہہ رہے تھے کہ نواب صاحب

حیدر آبادی کی یہ نزل الابرار ہے، اس کی نشان زدہ عبارت اپنے اباسے حل کروا کر کے

رکھنا۔ ظہر بعد مجھے اس کا درس دینا ہے۔

باپ۔ بیٹا مسئلے مسائل کے لئے تو ہمارے بڑوں نے ہمیشہ فقہ حنفی ہی پڑھایا ہے،

شیخ جمن نے نزل الابرار پڑھنے کی روایت کب سے ڈالی ہے؟

بیٹا۔ اباجی علامہ بکرانی نے انکو مشورہ دیا تھا کہ فقہ حنفی کے پیچھے کب تک ہم بھاگتے

پھرتے گئے، ہمیں اپنے علماء کی کتابیں پڑھانی چاہئیں تو انھوں نے ان کے مشورے سے

نزل الابرار کا درس دینا شروع کر دیا ہے۔

باپ۔ اچھا ذرا وہ عبارت مجھے دکھلاؤ جس پر انھوں نے نشان لگایا ہے۔

بیٹا۔ اباجی، کتاب الرضا کی یہ عبارت ہے۔

دلحرمۃ بالرضاع شرطان الاول ان یتضع اقل من اقل خمس  
رضعات فصاعداً ..... فلوارتضع اقل من خمس رضعات  
لا تثبت الحرمة۔

باپ۔ بیٹا، عبارت تو بالکل صاف ہے، شیخ جن کو ایسی سہل عبارت میں کیا اشکال  
واقع ہوا ہے، نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کسی بچہ نے پانچ دفعہ سے کم دودھ  
پیا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی، یعنی نہ وہ عورت جس کا بچہ نے دودھ  
پیلا ہے اس کی رضاعی ماں ہوگی اور نہ اس کا شوہر اس کا رضاعی باپ ہوگا اور  
نہ اس عورت اور اس کے شوہر کی اولاد اس دودھ پینے والے بچے کے رضاعی بھائی  
بہن ہوں گے۔

بیٹا۔ اباجی یہی مطلب تو میں نے بھی بیان کیا تھا مگر وہ کہہ رہے تھے کہ عبارت کا پہلا  
ترجمہ کر و پھر مطلب بیان کر وجہ میں نے اس عبارت کا ترجمہ کرنا چاہا تو میرا ذہن  
چکر اٹھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نواب صاحب کیا کہہ رہے ہیں، آپ ترجمہ کر دیں۔  
باپ۔ سنو عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

اور دودھ پینے سے حرمت ثابت ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ لڑکا  
یہ کیا؟ اقل من اقل خمس رضعات فصاعداً۔

بیٹا اس کا مطلب تو مجھ کو بھی نہیں سمجھ میں آ رہا ہے، علامہ بحرانی کے پاس جانا ہوگا۔  
بیٹا۔ شیخ جن حفظہ اللہ ان کے پاس بھی گئے تھے تو انھوں نے انکو مشورہ دیا کہ اس کتاب  
میں رضاع کا بیان نواب صاحب نے ہم جیسے کم علموں کے لئے نہیں لکھا ہے انھوں  
نے اس کو اپنے دور کے علماء کے لئے لکھا تھا، اسلئے اس باب کو چھوڑ دو۔

باپ۔ بیٹا، علامہ بحرانی نے بالکل صحیح فرمایا، ان نوابی عبارت کو نواب ہی قسم کے علماء  
سمجھیں گے، ہم اس دور کے لوگ کیا سمجھیں گے، اب دیکھو اس کتاب میں اسی  
رضاعت کے بیان میں یہ عبارت بھی ہے، ویجوز ان رضاع الکبیر ولو کان

فالمحیة لتجویز النظر ، یعنی بوڑھے مردوں کا بھی دودھ پلانا جائز ہے اگرچہ وہ ڈارٹھی والا ہو اسلئے کہ قیاس اس کو جائز قرار دے رہا ہے۔ یعنی اگر کوئی بڑا بوڑھا آدمی اگرچہ وہ ڈارٹھی والا ہو کسی بچہ کو دودھ پلا دے تو قیاس یہ کہہ رہا ہے کہ اس بھی حرمت ثابت ہو جائیگی، دودھ پلانیوالا رضاعی باپ ہو گا اور اسکی اولاد رضاعی بھائی نہیں بنے گی۔

بیٹا۔ اباجی نواب صاحب کی یہ عبارت اقل من اقل خمس وضعات فصاعداً۔ میں اس فصاعداً کا مطلب کچھ سمجھ میں آیا۔

باپ۔ یہ پوری کی پوری عبارت نوابی ہے۔ اگر ہم بھی نواب ہوتے اس عبارت کو سمجھ جلتے، کہاں ہم اور کہاں نواب صاحب۔ یہ نسبت خاک با عالم پاک۔

بیٹا۔ اباجی، ہمارے نواب وحید الزماں کو جب عزلی عبارت میں اپنا مطلب واضح کرنا نہیں آتا تھا تو ان کو مسئلے مسائل کی کتاب عربی میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

باپ۔ بیٹہ نہیں بیٹا۔

شیخ کلوف حفظہ اللہ کی غیر مقلدیت سے توبہ اور مذہب حنفی میں پس آنا۔

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی وہی بات ہو گئی جس کا ذکر تھا۔

باپ۔ کیا بات ہو گئی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی شیخ کلوف حفظہ اللہ نے غیر مقلدیت سے برأت کا اعلان کر ہی دیا، اور اب وہ پھر اپنے سابقہ مذہب، مذہب حنفی کی طرف لوٹ آئے۔

باپ۔ بیٹا۔ یہ حادثہ کیسے رونما ہوا، وہ تو ادھر بہت ہی پابندی سے شیخ حن حفظہ اللہ کے درس "نزل الایمان" میں بیٹھا کرتے تھے۔

بیٹا۔ اباجی اس درس کی برکت ہی نے جو ان کو غیر مقلدیت سے توبہ کرنے پر اکسایا۔

باپ - بیٹا ہوا کیا، اس درس میں کون سی ایسی بات ہو گئی یا آگئی کہ شیخ کلو کہ یہ انتہائی قدم اٹھانا پڑا۔

بیٹا - اباجی، اس اندیشہ کا اظہار تو بہت سے لوگ کر رہے تھے، "نزل الابرار" کے درس میں انھوں نے جب سے شریک ہونا شروع کیا تھا اس وقت سے انکی دعویٰ سرگرمیاں کم ہو گئی تھیں، اور اپنے لوگوں میں ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی کم ہو گیا تھا، کل کے درس میں جب نزل الابرار کی ایک عبارت کا شیخ جن نے ترجمہ کیا اور اس کا مطلب بیان کیا تو شیخ کلو حفظہ اللہ نے شیخ جن سے کہا کہ یہ تو مسئلہ ہوا اس کی دلیل کتاب و سنت سے دکھلائیے، اس پر شیخ جن کو غصہ آگیا اور کہا کہ ہر مسئلہ کی دلیل کتاب و سنت سے نہیں دکھلائی جاسکتی ہے۔ اس پر دونوں میں خوب میکرار ہوئی اور شیخ کلو نے کہا کہ آپ لوگ حقیقوں سے تو ہر مسئلہ کی دلیل کے لئے کتاب و سنت کا مطالبہ کرتے ہیں اور جب اپنی باری آتی ہے تو آپ لوگوں کا رنگ دوسرا ہو جاتا ہے۔ میں ایسی سلفیت اور غیر مقلدیت سے ہزار بار توبہ کرتا ہوں۔

باپ - بیٹا ذرا وہ عبارت مجھے بھی تو دکھلاؤ۔

بیٹا - اباجی وہ عبارت نزل الابرار کے کتاب الرضا کی ہے۔ لکھا ہے۔

فلوننا باموائہ فحملت فوضعت ثم ارضعت صغیرۃ فتحل  
 هذه الصغیرۃ للنانی وقیل لا تحل وهو مختار الاحناف ثم  
 لوننا بصغیرۃ فحل له امها ام لا واختار اهل الحديث  
 المحلة واختار الاحناف المحرمة۔

یعنی اگر کوئی آدمی کسی عورت سے زنا کرے پھر وہ عورت حاملہ ہو گئی اور اس کو پیدائش ہوئی پھر اس عورت نے کسی پھوٹی بچی کو دودھ پلایا تو یہ پھوٹی بچی اس زانی کے لئے حلال ہو گئی، یعنی وہ اس کو اپنی بیوی بنا سکتا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ بچی زانی کے لئے حلال نہ ہوگی یہی احناف کا مختار مذہب ہے۔

پھر اگر اس نے زنا کیا کسی دوسری چھوٹی بچی سے تو کیا اس کی ماں زانی کے لئے  
 حلال ہوگی یا نہیں؟ تو اہل حدیث کا مختار مذہب یہ ہے کہ وہ زانی کے لئے حلال ہوگی  
 اور احناف کا مختار مذہب یہ ہے کہ مرنیہ کی ماں زانی کیلئے حلال نہ ہوگی۔  
 اب شیخ کلو حفظہ اللہ نے اہل حدیث کے مختار مذہب کی جو کتاب و سنت سے  
 دلیل مانگی تو شیخ حمن حفظہ اللہ کا پارہ گرم ہو گیا۔

ابا جی، یہ زنا کا عمل اہل حدیث مذہب میں اتنا غیر موثر کیوں ہے، زانی اور  
 غیر زانی میں کوئی فرق ہی نہیں۔  
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## ضروری اعلان

زمزم کے ذریعہ بار بار ان حضرات سے گزارش کی جا چکی ہے، جن کے  
 ذمہ زمزم کا بقایہ کئی سال کا باقی ہے کہ وہ اپنا بقایہ ادارہ کو بھیج دیں۔  
 بہت سے لوگوں نے ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی ہے۔ بذریعہ مجبور  
 ان تمام لوگوں کے نام زمزم کا بھیجا جانا بند کیا جا رہا ہے جن کی رقمیں دو سال  
 یا زیادہ کی باقی ہیں۔

(ادارہ)



مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہائی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۲ = شمارہ ۲



رجب، شعبان  
۱۴۳۰ھ

سالانہ چندہ — ۸۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی دوستوں و پیسے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ  
فیر ممالک سے دسٹن ڈالار امریکی

مدیر مسئول و مدیر التحریر  
محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل سید غازی پور۔ پوری

موبائل نمبر: 94534 97685

23 3001

پین کوڈ

# فہرست مضامین

۳	مدیر	مملکتِ خداداد پاکستان کا کچھ ذکرِ خیر
۶	محمد ابو بکر غازی پوری	بنسوی ہدایات
۱۱	" "	تقلید کی بحث
۲۹	" "	مقامِ صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں
۴۵	محمد عبد اللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۵۱	محمد ابو بکر غازی پوری	امام ابو حنیفہؒ کے ایک شاگرد
۵۲	" "	حکایات و واقعات
۵۹	طہ شیرازی	خمارِ سلفیت

محمد احمس مفتاحی

# مملکتِ خدادادِ پاکستان کا کچھ ذکرِ خیر

پاکستان کے دینی مآثر نامہ ”المنیر“ نے پاکستان کے بارے میں ہمارے لئے کچھ نئی معلومات فراہم کی ہیں، قارئین زمرم بھی ان سے مخطوفا ہوں، مآثر نامہ اپنے اداریہ میں لکھتا ہے۔

.. ہمارے گناہوں اور بے تدبیریوں کی وجہ سے آج وطن عزیز میں ہر طرف مایوسی پریشانی، خود غرضی اور نفس پرستی کا دور دورہ ہے، ہر طرف دھونس، دھاندلی کا راج ہے، ذاتی مفادات کو قومی اور ملکی مفادات پر ترجیح دی جا رہی ہے، رشوت اور اقرار پروردگی نے عوام کے دلوں سے اعتماد و یقین کو ختم کر دیا ہے، غربت و افلاس کے بوجھ تلے دبے ہوئے بے کس افراد خود کشیوں پر مجبور ہیں، دوسری طرف پاکستان کے قرضے ستر کھرب روپے سے تجاوز کر چکے ہیں، اور ملک بدترین اقتصادی صورتِ حال سے دوچار ہے، گزشتہ دنوں وزارتِ خزانہ کے اعلیٰ عہدیداروں کے علاوہ صدر مملکت اور وزیر اعظم بھی کیشکول لئے ملک ملک پھرتے رہے، تاکہ آئی ایم ایف سے سخت شرائط پر قرضہ حاصل کرنے کی مجبوری نہ رہے، لیکن بالآخر اسی عالم سا ہوسار کی چو کھٹ پر ناک رگڑنا پڑی۔ اس شدید اقتصادی اور معاشی بحران میں چار نئے وفاقی وزراء کی حلف برداری کی خبر قومی اور سیاسی حلقوں میں افسوس کے ساتھ پڑھی گئی، وزراء کی اس نئی کھیپ سے

موجودہ کابینہ میں وزیروں اور مشیروں کی تعداد ۶۴ ہو گئی ہے اگر اس میں ان افراد کو بھی شامل کر لیا جائے جنہیں وفاق یا وزیر مملکت کے برابر مراعات حاصل ہیں تو یہ تعداد ۹۱ تک پہنچتی ہے، جب کہ شوکت عزیز دور میں بھی دربار اور مشیروں کی کل تعداد ۶۲ تھی۔  
(جنگ ۲۷ جنوری ۱۹۶۲ء)

پاکستان کے ایک وزیر پر سالانہ دس سے بارہ کروڑ روپے خرچ ہوتے ہیں، گویا ہمارے دربار کرام سالانہ دس عرب بانوے کروڑ روپے اجرت لے کر غریب عوام کی دن رات خدمت میں مصروف ہیں، یہ وہ اخراجات ہیں جو اس غریب ملک کے دربار کرام کھلے عام کرتے ہیں، اور بڑی دباؤ داری سے کرتے ہیں، ان کے علاوہ ناگفتنی کے ذیل میں بھی بہت کچھ آتا ہے۔

پاکستان کیسے بنا ہمارے علمائے اس کیلئے قربانیاں دیں۔ کتنے گھرا جڑے کتنی جانیں گئیں، قتل و خون کے کتنے دریا بہے، کتنی ماؤں کی گودیں سوئی ہو گئیں، یہ وہ کہانیاں ہیں جن سے آج اربوں دکھڑوں میں کھیلنے والی دربار کی فوج طغرموج بالکل نا آشنا ہے، پاکستان کے بیشتر وزراء اور اہل سیاست جو آج منصبوں اور گدیوں پر براجمان ہیں یہ لوگ انیس سو سینتالیس کے بعد کی پیداوار ہیں، انہیں یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ پاکستان کا وجود کیسے ہوا، اور کن بزرگوں کی جدوجہد کا یہ ملک ثمرہ ہے، اور کتنی جانی و مالی قربانیوں کے بعد اس کا وجود ہوا ہے، اور جن بزرگوں کی جدوجہد و قربانیوں کے طفیل اس ملک کا وجود ہوا ہے، ان کا تقسیم ہند اور ایک الگ اسلامی ریاست کے مطالبے سے مقصد کیا تھا۔

پاکستان کے وزراء اور صاحبان ریاست و صدارت حضرات جو آج پاکستان کے بلا شرکت غیرے مالک بنے ہوئے ہیں، اور جو پاکستانی غریب عوام کی گردن پر اپنی کوٹھیاں سہلئے موج وستی کی زندگی گزار رہے ہیں، انہیں پاکستان کے وجود میں آنے کی تاریخ سے بالکل واقفیت نہیں ہے انہیں تو سچی سچائی تھا لی مل گئی ہے

جس سے وہ اپنا پیٹ خوب خوب بھر رہے ہیں۔

پاکستان کے وجود کا مقصد اسلامی ریاست کا قیام تھا جس میں اسلام کے قوانین کا نفاذ ہو، شریعت کی پاسداری ہو، اللہ و رسول سے بغاوت نہ ہو، اسلامی حدود کا نفاذ ہو، جہاں کے حکام بے لگام اور شتر بے مہار نہ ہوں، جہاں مظلوموں کا حق ملے، فقیروں اور غریبوں کو دیایا نہ جائے، جہاں کمزوروں کو سہارا ملے، جہاں خدا و رسول اور خدا و رسول کے احکام سے بغاوت نہ ہو۔

مگر ہوا کیا اور ہو کیا رہا ہے، یہ تماشا دنیا دیکھ رہی ہے، اور آج پاکستان کی جو درگت بنی ہوئی ہے وہ ہم سب کیلئے باعثِ عبرت ہے۔

”الخصیر“ کا ادارہ بڑا بصیرت افروز ہے، مگر کیا امریکہ کی غلامی میں جکڑ ہوئے پاکستان کے حکام کی آنکھیں کھلیں گی، اس کا تصور بھی عبث ہے، خدا نے انکو قسمت میں ذلت و خواری جو مقدر کی اس سے ان کا نکلنا دشوار ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی قدرت کی طرف سے یہ فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ پاکستان اور پاکستانی عوام کی قسمت بدلے، اور پاکستان کا وجود جس مقصد کے لئے ہوا تھا وہ مقصد پاکستان کا مقدر بنے۔

مکمل اہم مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

## نبوی ہدایات

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الرأى مع من أحب، وله ما أكتب** یعنی آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی اور آدمی کے لئے وہی چیز ہے جو اس نے کمایا۔ (ترمذی)

یعنی روز قیامت آدمی کا حشر اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اسکو محبت ہوگی، اس حدیث کو جب صحابہ کرام نے سنا تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا اس لئے کہ سارے صحابہ کرام کو حضور سے دلی محبت تھی، اس حدیث کو سننے کے بعد انہیں یقین ہو گیا کہ قیامت کے روز ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل ہوگی۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ ہر مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی ہے، کون مسلمان ہے جو حضور سے محبت کا انکار کرے گا۔ تو کیا حضور کی معیت کا شرف ہر مسلمان کو حاصل ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو ہے زبان سے محبت کا دعویٰ کرنا اور ایک ہے واقعی محبت کا ہونا، ہم لوگوں کی محبت کی بس اتنی حقیقت ہے کہ حضور سے محبت کا زبانی دعویٰ کرتے ہیں، محبت کی حقیقت سے ہمارے قلوب نا آشنا ہیں۔ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے محبوب کی ہر ادا پر مرتبہ جائے جیسا کہ صحابہ کرام کا حال تھا، کہ وہ حضور کی پوری زندگی کو اپنی زندگیوں میں سمیٹے ہوئے تھے۔ حضور کی ہر سنت پر جان دینے والے تھے، ان کی پوری زندگی میں حضور کی

زندگی کا عکس نمایاں تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت قیامت کے روز ایسی  
 نذاکاروں، جاں نثاروں اور آپ کی زندگی کو اپنی زندگی بنانے والوں کا مقدر بنے گی۔  
 ہمارا حال تو یہ ہے کہ ایک طرف اللہ کا منادی اللہ کے گھر میں آنے کیلئے حمی علی الصلوٰۃ  
 کی آواز لگا رہا ہے، اور شیطان لعین ٹی وی پر گانا سنوا رہا ہے، ہم گانا سنتے رہتے  
 ہیں اور نماز کی توفیق سے محروم رہتے ہیں۔ ہماری زندگیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی زندگی کا کوئی جملہ نظر نہیں آتا، بدعتیں، حرام خوردی، بد عملی و بد فعلی ہماری  
 آج کی زندگی کا روشن عنوان ہیں، ہم کس منہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت  
 کا دعویٰ کرتے ہیں۔

بہر حال جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی اور حقیقی محبت حاصل ہے  
 یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت کے روز ان کو معیت حاصل ہوگی، بصورت  
 دیگر ان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے ان کو محبت ہوگی اور جس سے ان کا  
 دلی تعلق ہوگا۔

اس حدیث میں دوسری بات یہ ذکر کی گئی کہ ہر انسان کو روز قیامت جزا اسی  
 عمل کی لے گی جس کو دنیا میں اس نے کیا ہوگا، اگر اس نے خیر کا عمل کیا ہے تو اس کو عمل  
 خیر کی جزا ملے گی اور وہ اللہ کی رضا اور دخول جنت کا مستحق ہوگا اور اگر اس نے برا  
 عمل کیا ہے تو اس کی جزا بری ہوگی اور وہ اللہ کے غضب اور عذاب کا مستحق ہوگا۔  
 اب اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ بہت سے کافر اور مشرک لوگ بھی اچھا عمل  
 کرتے ہیں تو کیا ان کی جزا بھی خیر ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں اچھا  
 عمل جس پر اللہ کے یہاں خیر کی جزا کا وعدہ ہے وہ کہلاتا ہے جو ایمان کے ساتھ  
 کیا گیا ہو۔ بلا ایمان کوئی عمل خیر نہیں کہلاتا، بلا ایمان کوئی عمل بھی اللہ کے یہاں  
 مقبول نہیں ہے اسلئے ایسے اعمال پر اللہ کے یہاں جزائے خیر کا کوئی وعدہ  
 نہیں ہے۔

۲ - حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات (ترمذی)  
یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کو ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دیا گیا ہے اور دوزخ کو شہوتوں سے گھیر دیا گیا ہے۔

یعنی جنت میں جانے کے لئے ان گناہیوں کو طے کرنا پڑے گا جن کا طے کرنا نفس کیلئے آسان نہیں مثلاً، حرام سے بچنا، خلاف شریعت عمل سے دور رہنا، فرائض اور سنت کی پابندی کرنا، عدل و انصاف کرنا، ظلم سے باز رہنا، لوگوں کے اور اللہ کے حقوق کو ادا کرنا، گناہ کی ہر بات سے بچنا، مشتبہ مال سے پرہیز کرنا، ذکر و اذکار میں راتیں گزارنا اور بیوی بچوں کے حقوق کو ادا کرنا، پروسیوں کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا اور ان جیسے دوسرے اعمال کرنا جن کا کہ شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے اور ہمیں جن کا پابند بنایا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کو شہوتوں سے گھیر دیا گیا ہے یعنی دوزخ میں جانے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ آدمی من چاہی باتوں کا غلام بن کر رہے، جس بات کی خواہش ہوئی اسے کر ڈالے نہیں دیکھا کہ یہ کام کرنے کا بھی ہے یا نہیں، جائز ہے یا ناجائز، شیطان کی اتباع میں ہے یا خدا و رسول کی اتباع میں، یعنی خواہش نفس کی اتباع دوزخ میں جانے کے لئے کافی ہے، اس کے ساتھ خواہ دوسرا برا عمل ہو یا نہ ہو، علماء نے لکھا ہے۔ من اقتحم الشهوات سقط في النار جو شہوت میں پڑا جہنم میں گرا۔

۳ - حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں جن میں ہوں گی اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ جو کمزور کے ساتھ نرمی برتے۔ جو شخص والدین کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے، جو شخص غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (ترمذی)



کمزور کے ساتھ نرمی برتنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ جسمانی طور پر کمزور ہے تو اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لے، اگر وہ مالی اعتبار سے کمزور ہے تو اس کی مدد کرے اور اسے قرض دیا ہو تو اس میں سے کچھ معاف کر دے اور تعاضا کرنے میں زور نہ دے نہ دکھلائے، اگر وہ قرض کی ادائیگی میں کچھ مہلت مانگے تو اس کو مہلت دے۔

والدین کے ساتھ شفقت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے ان کی خدمت کرے، ان کی فرمانبرداری میں وقت گزارے، ان کے ساتھ سختی کا معاملہ نہ کرے، ان کے حکموں کو ٹالے نہیں، ان کے آرام و راحت کا پورا خیال رکھے۔

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا مطلب یہ ہے کہ ان پر بیجا سختی نہ کرے، ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لے ان کے کھانے پینے کا دھیان رکھے، جو خود کھائے وہ ان کو بھی کھلائے، ان کو حقیر و ذلیل نہ سمجھے، یہ تینوں باتیں اتنا اونچا عمل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو ان باتوں کی رعایت کرے گا وہ جنت میں جائیگا۔

۴۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دونوں ڈارھوں کے درمیان جو چیز ہے اس کی حفاظت اور جو چیز اس کے دونوں پاؤں کے درمیان ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لے تو میں اس کیلئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ (ترمذی)

دونوں ڈارھوں کے درمیان جو چیز ہے اس سے مراد زبان ہے، اور دونوں پاؤں کے درمیان جو چیز ہے اس سے مراد شرمگاہ ہے، یعنی آدمی اگر اپنی زبان کی حفاظت کرے کہ اس کی زبان سے کلمہ خیر کے علاوہ اور کچھ نہ نکلے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے کہ اس کو حرام جگہوں پر استعمال نہ کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے جتنی ہونے کا میں ذمہ دار ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختصر سے کلمات میں کتنی بڑی بات فرمادی، یہ غور کرنے کی چیز ہے، ایسا بلیغ اور جامع کلام زبان نبوت ہی سے ادا ہو سکتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زبان کی نگہداشت کرنا اور گناہ کی باتوں سے اس کو محفوظ رکھنا جنت میں جانے کا باعث ہوتا ہے، اور اس سے لاپرواہی دوزخ میں جانے کا سبب بن سکتی ہے، اسی طرح اگر شر مگاہ کی حفاظت نہ کی جائے اور اس کا استعمال نہ جائز اور حرام جگہوں پر ہو تو یہ دوزخ میں جانے کا سبب بنتا ہے۔

۵۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کیا ہے یعنی کس چیز سے دوزخ سے اور خدا کے عذاب سے نجات ہو سکتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنی زبان کی حفاظت کرو یعنی اس پر کنٹرول رکھو کہ بلا وجہ کی باتوں میں اس کا استعمال نہ ہو، اور تم کو تمہارا گھر کافی ہو، یعنی لوگوں سے میل جول کم رکھو، لوگوں سے میل جول کم ہو گا تو غیبت، جھوٹ لوگوں کی عیب جوئی اور برائی کرنے سے آدمی محفوظ رہے گا، اور بری صحبتوں سے بچے گا۔

اور تیسری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اپنے گناہوں پر روؤ، یعنی اگر گناہ ہو جائے تو آدمی اس پر ندامت کا اظہار کرے، اور اللہ کے سامنے توبہ و استغفار کرے اور رورو کر اپنی غلطی کا اعتراف کرے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ کو بندہ کی آنکھ سے پھٹا ہوا آنسوؤں کا قطرہ بڑا محبوب ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نجات کیلئے یہ تین چیزیں یعنی زبان کی حفاظت، لوگوں سے میل جول کم رکھنا، اور گناہوں پر رونا بڑی اہم ہیں، اور یہ دوزخ سے چھٹکارے کا برا ذریعہ ہیں۔

## تقلید کی بحث

### حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے

اپنی کتاب سبیل الرسول میں تقلید کے موضوع پر کافی خامہ فرسائی کی ہے اور اکابر غیر مقلدین کے سارے ہتھکنڈے جو تقلید کے انکار اور اس کو بدعت ثابت کرنے کے لئے وہ استعمال کرتے رہے ہیں، حکیم صاحب نے نہایت دیانت و امانت کے ساتھ ان تمام ہتھکنڈوں کو آزمایا ہے۔

حکیم صاحب نے یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے کہ تقلید کا وجود نہ زمانہ نبوی میں تھا اور نہ صحابہ و تابعین کے ادوار میں تھا۔ یہ چوتھی اور پانچویں صدی کی ایجاد اور اس کو حکیم صاحب نے قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو خود ایک مقلد حنفی فقیہ و محدث تھے) کی ایک عبارت سے نہایت دیانتداری سے ثابت کیا ہے۔ ہم آگے چل کر کسی موقع سے بتلائیں گے کہ حکیم صاحب نے قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جو مطلب سمجھا ہے وہ ان کی علمی یاقات کا شاندار آئینہ ہے۔ ابھی یہ معلوم کیجئے کہ تقلید کس کو کہتے ہیں اور اس کا وجود دور صحابہ و تابعین بلکہ عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تھا یا نہیں۔

## تقلید کی تعریف

تقلید کی تعریف یہ ہے۔

کسی قابل اعتماد عالم کی بات کو دینی و شرعی مسئلہ میں اختیار کیا جائے اور اس بنا پر کہ وہ ہیں کتاب و سنت ہی کی بات بتلائے گا اور جو کچھ بتلایگا وہ دین و شریعت سے ہٹ کر کے نہیں بتلائے گا اس سے اس مسئلہ کی دلیل کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

ہم نے تقلید کی یہ جو تعریف کی ہے، اسی بات کو علماء میں سے کسی نے مختصراً اور کسی نے مطولاً بیان کیا ہے مگر سب کا حاصل یہی ہے (تفصیل کے لئے دیکھو الکلام المفید از مولانا صفدر صاحب مدظلہ)

اور ظاہر بات ہے کہ مجتہدین (خواہ زمانہ صحابہ کے ہوں یا بعد کے) کے سوا ہر ایک مسائل شرعیہ جاننے کے لئے علماء و فقہاء کا محتاج ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ عوام کو مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ مسئلے کی دلیل سے ان کو مطلب ہو تب ہی کسی زمانہ میں ایسا نہیں رہا ہے کہ عوام علماء سے مسئلہ پوچھتے وقت ان سے دلیل ضرور ہی معلوم کرتے رہے ہوں شریعت نے عوام کو دلیل معلوم کرنے کا مکلف نہیں بنایا ہے، شرعی مسئلہ پر عمل کرنے کا مکلف بنایا ہے۔

خداوند قدوس کا ارشاد ہے

فاسئلوا اهل الذکر ان ینتہم  
لا تعلمون۔

اگر تمہیں شرعی مسئلے معلوم نہ ہوں تو ان سے  
معلوم کرو جو اہل علم ہیں۔

خداوند قدوس نے صرف پوچھنے کا حکم دیا ہے، دلیل سے پوچھنے اور مسئلہ معلوم کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ مطاع حقیقی اللہ ہے، اور اللہ ہی کے مطاع بنانے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مطاع ہوئے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو دین کی وہی باتیں بتلاتے تھے جو اللہ کی مرضی ہوتی تھی۔ مرضی خداوندی کے خلاف آپ کی زبان مبارک سے کوئی بات نہیں نکلتی تھی۔

### صحابہ کرام آنحضور سے مسائل میں دلیل کا مطالبہ نہیں کرتے تھے

صحابہ کرام پیش آمدہ مسائل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بتلا دیتے تھے اس پر وہ عمل کرتے تھے۔ ان میں سے

کوئی یہ نہیں پوچھتا تھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو فرما رہے ہیں یہ اللہ کی مرضی ہے بھی یا نہیں، نہ ایسا پوچھنا جائز ہوتا، اس لئے کہ رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی مطاع قرار دے دیا، تو اس کا قول و عمل مستقل دلیل و حجت ہو گیا۔ اب رسول سے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ آپ جو فرما رہے ہیں اس کو ثابت بھی کیجئے کہ وہ اللہ کی مرضی ہے، یہ تو کافروں کا مطالبہ ہوتا تھا مسلمانوں کا نہیں۔

اسی طرح جب اللہ نے عوام اور نادانوں کے لئے اہل علم اور اولی الامر کو مطاع بنا دیا اور ان کو انکی اطاعت کا اور ان سے پوچھ کر کے عمل کرنے کا مکلف بنا دیا تو اب یہ علماء اور اولی الامر خود ہی فرمان خداوندی سے دلیل و حجت بن گئے، ان کا فرمان ہی عوام کے لئے حجت و دلیل ہے، اب ان سے دلیل کا مطالبہ کرنا شرعاً مستحسن نہیں قرار پائے گا۔

### تقلید کا حکم قرآن سے ہے

غرض عوام کے لئے تقلید کا حکم تو خود قرآن سے ہے، اور قرآن کی یہ دو آیتیں۔  
 فاسئلو اهل الذکر ان کنتم  
 لا تعلمون۔  
 اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو جاننے والوں سے  
 معلوم کرو۔

اور

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و  
 اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔  
 اے ایمان والو اللہ کی اور اللہ کے رسول  
 کی اور دین و شریعت کے ذمہ داروں کی  
 اطاعت کرو۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۱۵)

تقلید کی مشروعیت کی قطعی دلیلیں ہیں۔

آیت کریمہ میں اولی الامر سے مراد علماء فقہاء امراء حکام سب ہیں۔  
 بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ نادانوں کو واقف کار سے پوچھنے کا حکم خود قرآن

میں ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دلیل سے پوچھنے کی کوئی قید نہیں ہے، بس دیا نہ اتنا  
مضوری ہے کہ جس سے پوچھے اس کے بارے میں پوچھنے والے کو یقین ہو کہ وہ ہماری  
غلط رہنمائی نہیں کرے گا، اور خدا و رسول کے حکم کے خلاف مسئلہ نہیں بتلائے گا۔

اور جب ناواقفوں کو اذروئے قرآن مسئلہ پوچھنا واجب اور مضوری ہو تو  
جب سے قرآن موجود ہے اسی وقت سے قرآن کے اس حکم پر عمل کا ہونا بھی مضوری ہے  
کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام کا قرآن کریم کی ان آیات پر عمل نہیں رہا ہوگا۔  
پس معلوم ہوا کہ تقلید کا حکم تو خود قرآن سے ثابت ہے، اس لئے تقلید کے انکار کے  
سلسلہ میں غیر مقلدین کا سارا شور و غوغا بے حقیقت اور حکم خداوندی کی مخالفت اور صحابہ کرام  
کو سنت واسوہ کے خلاف ایک جارحانہ عمل ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جو اہلسنت ہیں  
وہ تو تقلید کے قائل ہیں بلکہ اس پر عامل ہیں البتہ جو بدعتی فرقہ ہے، مثلاً خوارج اور  
روافض وغیرہ یہ تقلید کے منکر ہیں، غیر مقلدین کا آہنگ و صوت بھی انھیں بدعتی فرقوں  
سے ملتا ہے۔ اگر غیر مقلدین کو قرآن و حدیث کی سمجھ ہوتی تو کبھی بھی تقلید کا انکار نہ کرتے  
کہ تقلید کا انکار کرنا کتاب و سنت کا انکار ہے۔

### تقلید منصوص مسائل میں نہیں غیر منصوص مسائل میں ہوتی ہے

غیر مقلدین حضرات عوام کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علماء و ائمہ دین  
کے اقوال تقلید کی مذمت میں پیش کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ دیکھو خود ائمہ نے بھی اپنی  
تقلید سے منع کیا ہے، مگر یہ عوام کو دھوکہ دینے کی بدترین مثال ہے، ائمہ دین یا علمائے  
امت میں جس نے بھی اپنی یا کسی کی تقلید سے منع کیا ہے اس کا تعلق منصوص مسائل سے  
ہے، یعنی جو بات صراحت کے ساتھ کتاب و سنت سے ثابت ہے اس میں اللہ و رسول کے  
مقابلہ میں کسی کی بات نہیں مانی جائے گی۔ غیر منصوص مسائل میں تو عوام اور غیر مجتہد کو  
تقلید کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ کہ استنباط و اجتہاد کی ہر شخص میں صلاحیت نہیں ہوتی

مثلاً اس کو یوں سمجھئے کہ قرآن کا حکم ہے کہ جو احرام ہے، تو اب اگر کوئی کہے کہ جو اجازت ہے تو اس کی بات رد کر دی جائے گی اس لئے کہ جو اجازت کہنا قرآن کا صریح انکار ہوگا مگر جوے کی بہت سی شکلیں ہیں جن میں سے بعض کا جو ہونا تو عوام کو کبھی سمجھ میں آجاتا ہے مگر بعض شکلیں حقیقتاً جو اہی ہوتی ہیں مگر بظاہر عوام کو وہ جو انہیں معلوم ہوتی ہیں تو اب اس صورت میں عوام کو علماء اور واقف کار سے مسئلہ معلوم کرنا ہوگا اور کسی شکل کے بارے میں وہ بتلائیں کہ یہ بھی جو اہی ہے تو ان کی بات ماننے میں علماء کی تقلید کرنی ہوگی۔ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (یعنی اگر تم نہ جانتے ہو تو جاننے والے سے پوچھو) کا یہی مطلب ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا یا معشر النساء تصدقن ولو من حلیکن یعنی اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیورات سے ہو، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زیورات سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، مگر یہ کہ زیور کس کو کہا جائے گا سونے اور چاندی سے بنی ہوئی چیز زیور کہلائے گی یا ہر وہ چیز جس کو عورتیں زیب و زینت کے لئے پہنیں خواہ سونے و چاندی سے بنی ہوں یا تانبے پیتل اور پتھر سے اس کا سمجھنا عوام کا کام نہیں ہے، اس بارے میں الموفقہ و حدیث اور ماہرین شریعت جو فرمائیں گے عوام کو انہیں کی بات ماننی ہوگی۔

اسی طرح کتاب و سنت سے یہ تو معلوم ہے کہ سود حرام ہے، اس لئے ہر مسلمان کو سود کی حرمت کا یقین رکھنا ضروری ہے۔ لیکن موجودہ دہریہ کاروبار کی اور بینکنگ کی مختلف شکلیں ہیں، جن کا ذکر کتاب و سنت میں تلاش کرنے سے نہیں ملے گا۔ اس لئے لامحالہ ماہرین شریعت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اور وہ جن شکلوں کو سودی قرار دیں گے ان کو سودی ماننا ہوگا اور جن کو سودی قرار نہیں دیں گے وہ شکل جائز ہوگی۔ غرضیکہ جو شریعت کے مسائل منصوص ہیں اس میں تو کسی کی تقلید کرنی جائز

نہیں ہے لیکن جو مسائل منصوص نہیں ہیں ان میں ماہرین شریعت کی تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ اگر تقلید کی پابندی اٹھالی جائے اور ہر شخص کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ خود سے شرعی حکم معلوم کر لے تو دین کا تماشا بن کر رہ جائے گا اور گمراہی کا چوپٹ دروازہ کھل جائے گا۔

### گمراہی کی جرّ عدم تقلید ہے

اور یہی وجہ ہے کہ جتنی بھی گمراہ جماعتیں ہیں سب میں قدر مشترک یہی عدم تقلید ہے، گزشتہ زمانوں کی بات چھوڑیئے حال کے زمانہ کی گمراہ جماعتوں اور افراد پر نگاہ ڈالئے گا تو یہ سب کے سب غیر مقلدین ہی نظر آئیں گے۔

آج کل سب سے بڑی گمراہ جماعت قادیانی جماعت ہے، اس کا بانی غلام احمد اور اس کا خلیفہ نور الدین یہ دونوں کے دونوں غیر مقلد تھے۔

منکرین حدیث فرقہ کا بانی عبد اللہ چکڑالوی یہ بھی غیر مقلد تھا، نیاز فتحپوری اور اس کے حواریں یہ سب غیر مقلد تھے۔ ڈاکٹر احمد دین یہ بھی غیر مقلد ہوا پھر نجد ہوا دیکھئے یہ گستاخ کیا لکھتا ہے، لکھتا ہے:

”ہم لوگ بھی وحدت الہی حاصل کرتے ہوئے اہل حدیث سے تھے، پھر معلوم

ہوا کہ یہاں بکائے وحدت الہی کے وہ شرک ہے جو نہایت سوچ سمجھ کر

بڑے غم سے کیا جاتا ہے، (پیغام توحید ص ۱۱ از الکلام للنفید)

صحاب ستہ کے مصنفین کا نام لے کر لکھتا ہے کہ:

”یہ مذکورہ لوگ صحاب ستہ روایات کے طوفان تیار کرنے والے ہیں

جو مسلمانوں میں فرقہ بندی کرنے کے اصل موجد ہیں۔ (پیغام اتحاد ص ۱)

آپ منکرین حدیث کا کھوج پتہ لگائیے سب کے سب آپ کو غیر مقلد نظر آئیں گے۔

تقلید کے منکر مشیو بھی ہیں، جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی میں بھی



عدم تقلید کا جرثومہ تھا ان کے تفردات اور خیالات سے ہر پڑھا لکھا واقف ہے ۔  
عدم تقلید کے بھیانک نتیجہ دیکھ کر مولانا محمد حسین بٹالوی مشہور اہلحدیث  
عالم اور جماعت غیر مقلدین کے پیشوا چیخ زلٹے اور کہا ۔

” پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی  
کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر  
اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ، کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور  
بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی  
کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے ۔“

( اشاعۃ السنۃ - جلد ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء )

میرا خود اپنا تجربہ ہے کہ بعض بالکل جاہل نوجوان جو کسی کے بہکاوے میں آکر غیر مقلد  
بن گئے ہیں وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ جو بخاری و مسلم میں ہے ہم صرف اسی حدیث  
کو مانیں گے ، اور جب ان کے سامنے مسلم کی حدیث پیش کی گئی تو اس کے بھی وہ منکر  
ہو گئے ، اس لئے کہ وہ اہلحدیث مسلک کے خلاف تھے ۔

بہر حال عدم تقلید ہر زمانہ میں اور خاص طور پر اس زمانہ میں بہت بڑا فتنہ ہے اسلئے  
اس سے بچنا از حد ضروری ہے ۔

### تقلید کے بارے میں غیر مقلدین کا نا فہم رویہ

غیر مقلدین کا بھی عجیب حال ہے ، ابتداء تو وہ مطلق تقلید کا انکار کریں گے  
اور مطلق تقلید کی مذمت میں اپنے خیال کے مطابق آیات و احادیث پیش کریں گے ،  
مگر جب گاڑی پھنسی نظر آئے گی اور خود اپنا دین و ایمان خطرہ میں نظر آئے گا ، تو  
تقلید کی تقسیم کریں گے کہ یہ تقلید جائز اور یہ ناجائز ، تقلید غیر شخصی جائز اور تقلید شخصی  
ناجائز اور کبھی تقلید شرعی اور غیر شرعی کی باتیں کریں گے کہ تقلید شرعی جائز ہے اور غیر شرعی

نا جائز ہے، غرض تقلید کے مسئلہ کو گور رکھ دھندا بنا کر رکھ دیں گے۔

## تقلید کی دو قسمیں ہیں واجب ، اور حرام

خود حکیم صادق سیالکوٹی جنھوں نے تقلید کے خلاف اسی کتاب میں اپنی عقل و فہم کے مطابق خوب اس کا رنگ دکھلایا ہے۔ تقلید کا مطلقاً انکار نہ کر سکے بلکہ تقلید کی ایک قسم کو ضروری اور واجب قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

خوب سمجھ لو کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں ضروری و شرطی اور حرام (ص ۳۱)  
حکیم صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت عقد المجید سے نقل کی ہے، اس عبارت کو یہ صاحب اپنے زعم میں تقلید کے خلاف بہت بڑی سند سمجھتے ہیں، اس عبارت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

اعلم ان التقليد علی وجهین تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تقلید کی دو قسم ہے واجب و حرام (ص ۱۳) ایک قسم واجب ہے اور ایک قسم حرام ہے۔  
اور کمال یہ ہے کہ اس عبارت کو نقل کر کے ہنایت خوشی سے سرشار ہو کر فرماتے ہیں۔

”قارئین کرام دیکھا آپ نے شاہ ولی اللہ نے تقلید جاہل اور بے علم  
شخص کیلئے ضروری قرار دیا ہے“ (ص ۱۳۹)

اس بے چارے کو یہ کبھی نہیں پتہ چل سکا کہ شاہ ولی اللہ کے اس کلام سے تقلید کی خلاف  
غیر مقلدین کی ساری عبارت دھڑام سے نیچے آگئی، جو تقلید کے قائلین ہیں وہ بھی تو  
یہی کہتے ہیں کہ ناواقف کیلئے تقلید کی ضرورت ہے واقف کاروں کے لئے نہیں“  
تو اب تقلید کے قائلین اور شاہ صاحب کی بات کے درمیان فرق ہی کیا رہ گیا، تمہارا حال

تو یہ ہے کہ تم اپنے جاہلوں کو بھی عدم تقلید ہی کا درس دو گے، اور مطلق تقلید کی مذمت میں قلم و قریط کا کھیل دکھلاؤ گے اور مقلدین کے خلاف بد زبانیاں کرو گے۔

### تقلید کو بدعت کہنا خود بدعت ہے

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے علماء غیر مقلدین کی طرح بلا سمجھے بوجھے اپنی اس کتاب میں بار بار تقلید کو چوتھی صدی کے بعد کی ایجاد بتلایا ہے۔ اور اسے بدعت قرار دیا ہے، اور اس بارے میں ایمان و دیانت کا خوب خوب خون کیلہ ہے، مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت۔

ان اهل المسألة لم يبعثوا لم يبعثوا لم يبعثوا  
مجتہدین علی التقلید الخالص علی  
چوتھی صدی کے لوگ کسی ایک مذہب  
کی خالص تقلید پر مجتمع نہیں تھے۔  
مذہب واحد۔

نقل کر کے اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی بعید رت افروز تحقیق نے بھی یہی بتایا کہ تقلید کا وجود  
چوتھی صدی میں بھی نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ تقلید پانچویں صدی کی ایجاد  
ہے۔ . . . . تقلید کرنے والے بھائی از راہ انصاف و  
دیانت غور کریں چار سو سال تک شروع اسلام میں تقلید کا نام و نشان  
نہ تھا۔

آپ شاہ صاحب کی عبارت میں غور کریں، شاہ صاحب مطلق تقلید کی بات نہیں کہہ رہے  
ہیں، بلکہ مذہب واحد کی تقلید کی بات کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ اس کا وجود  
چوتھی صدی میں نہیں تھا۔

پھر تقلید خالص کا لفظ استعمال کر رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب واحد  
کی تقلید تو تھی مگر ایسا نہیں تھا کہ جو ایک مذہب پر جم گیا وہ کسی حال میں اور کسی وقت میں

دوسرے مذہب کی کسی مسئلہ میں بھی تقلید نہیں کرتا تھا۔

عرض شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب کچھ ہے اور معادق صاحب اس کا مطلب شاہ صاحب کی منشاء کے بالکل برخلاف بیان کر رہے ہیں کہ تقلید کا وجود چوتھی صدی میں نہیں تھا بلکہ یہ پانچویں صدی کی ایجاد ہے، جن کو کسی متأخر عالم کی بات سمجھنے کا سلیقہ و صلاحیت نہیں ہے، وہ کتاب و سنت کے سمجھنے کے مدعی ہیں اور کتاب و سنت سے خود استنباط مسائل کر لیں گے۔ واہ رے خوش فہمی۔

میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ تقلید کا حکم تو خود کتاب اللہ سے ثابت ہے تو جو حکم کتاب اللہ سے ثابت ہو اس کو بدعت کہنا بہت بڑی بدعت اور گمراہی ہے۔

### اسلام کے دور اول میں تقلید ہی نہیں بلکہ تقلید سے شخصی تھی

غیر مقلدین یہ پروپیگنڈہ بڑے زور و شور سے کرتے ہیں کہ رسول اللہ اور صحابہ کے دور میں تقلید شخصی نہیں تھی، یہ چوتھی صدی کی ایجاد ہے، مگر یہ محض پروپیگنڈہ ہے، اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا ایک ہتھکنڈہ ہے، یہ ضرور ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں جس طرح حدیث کی باتا عہد تدوین و ترتیب نہیں ہوئی تھی اسی طرح فقہ کی بھی تدوین و ترتیب نہیں ہوئی تھی، اس لئے فقہ کا کوئی مستقل مدرسہ اور اسکول نہیں تھا کہ فقہ کے کسی خاص فکر سے لوگ وابستہ ہوں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دور صحابہ میں تقلید شخصی کا وجود ہی نہیں تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو قاضی و مفتی و معلم بنا کر یمن بھیجا تھا، تمام اہل یمن حضرت معاذ سے دین سیکھتے اور ان کے فتاویٰ و فیصلوں پر عمل کرتے اور یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے کہ حضرت معاذ کی موجودگی میں یمن میں کوئی دوسرا قاضی و مفتی بھی تھا۔ تو اب بتلایا جائے کہ یمن و لے خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت معاذ کی تقلید شخصی کرتے تھے کہ نہیں، اور یمن والوں کی یہ تقلید شخصی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایما و فرمان سے تھی یا نہیں۔

یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یمن میں دوسرے اصحاب افتار و قضا بھی موجود رہے ہوں تب بھی عقل کا یہی تقاضا ہے کہ یمن کے لوگ اسی سے فتویٰ اور مسائل معلوم کرتے رہے ہوں گے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مفتی قاضی و معلم بنا کر بھیجا تھا۔ اور وہ حضرت معاذؓ تھے، کون ایسا مسلمان ہوگا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامزد اور مقرر کردہ مفتی و قاضی کو چھوڑ کر کسی دوسرے مفتی و قاضی سے دین کی باتیں معلوم کرے گا۔

اگر غیر مقلدین حضرات ذرا بھی انصاف سے کام لیں تو حضرت معاذؓ کے اس واقعے سے سبق لیکر تقلید اور تقلید شخصی کے خلاف اپنی تمام لن نرائیوں سے توبہ کر لیں۔ تقلید بری چیز ہوتی یا تقلید شخصی شرک ہوتی یا حرام اور ناجائز ہوتی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یمن والوں کو حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی کا امر کیوں فرماتے اور تنہا حضرت معاذؓ کو یمن بھیج کر تقلید شخصی جیسی بری چیز کا دروازہ کیوں کھولتے۔ خدا کا کچھ تو عقل و انصاف سے کام لیجئے۔ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اس بات کو بدعت شرک اور حرام اور ناجائز بتلا ناکتنی بڑی جرأت گراہی اور شان رسالت میں گستاخی ہے، افسوس مدافسوس غیر مقلدین اس قسم کی جرأت اور گستاخی کا نام دین رکھتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا، میرے بعد ابوبکر اور عمرؓ کی پیروی کرو رندی میں یہ حدیث موجود ہے، اب اللہ کے اس حکم کے پیش نظر اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر یا حضرت عمرؓ کی بتدائی دین کی باتوں پر چلتا تو کیا ان کی تقلید شخصی نہ ہوتی، کیا اس حدیث سے صاف یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تقلید شخصی بری چیز نہیں تھی، اگر بری چیز ہوتی تو معاذ اللہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم کیوں دیتے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جس بات

کو پسند کریں وہی مجھے پسند ہے۔ کیا یہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی پر خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت اور نص نہیں ہے ؟

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مدینہ کے کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ ان سے اس بارے میں تعرض نہ کیا جائے ، تنہا صدیق اکبرؓ نے ان سے قتال کا فیصلہ کیا اور پھر سارے صحابہ نے حضرت ابوبکر کی اس بارے میں تقلید و اتباع کی اور صدیق اکبرؓ کی رائے کو قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر نے محض اپنی رائے سے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنادیا ، اور حضرت ابوبکر کی اس رائے سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ سب نے اس بارے میں حضرت ابوبکر کی تقلید و اتباع کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز باجماعت ایک امام کے پیچھے مقرر فرمادی اور اس وقت موجود کسی نے اس کے خلاف لب نہیں ہلایا ، حالانکہ حضرت عمرؓ کا یہ عمل محض ذاتی رائے اور اجتہاد سے تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو کوفہ والوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا کہ لوگ ان سے دین حاصل کریں اور کوفہ کی اکثریت حضرت عبد اللہ بن مسعود ہی کے فقہ کی پیروی اور ان کی تقلید کرتی رہی ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اس زمانہ کے کسی فرد کو بہت و شرک نظر نہیں آیا ، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز جنازہ پر چار پانچ سات تکبیریں کہی جاتی تھیں حضرت عمرؓ کے حکم سے صرف چار تکبیر پر اکتفا کیا گیا اور اس کو سب نے حتیٰ کہ غیر مقلدین نے بھی قبول کر لیا ، کیا صحابہ کرام نے حضرت عمرؓ کی تقلید نہیں کی اور کیا ساری امت نے اس تقلید کو قبول نہیں کیا ؟ آج کسی غیر مقلد کے جنازہ پر بھی چار سے زائد تکبیر نہیں کہی جاتی ہے ، آخر اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عمل کو کیوں ترک کر دیا ۔

غرض آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر صحابہ کے دور تک تقلید شخصی

اور غیر شخصی دونوں کا عمل مسلسل جاری رہا، اور کسی ایک صحابی یا تابعی سے یہ منقول نہیں ہے کہ غیر مقلدین کی طرح اس نے اس تقلید کو شرک و بدعت قرار دیا ہو۔

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اس عمل کو دیکھتے ہوئے بعد کے غیر مجتہد فقہاء و محدثین مجتہدین و فقہاء محدثین کی تقلید و اتباع کرتے رہے اور پھر جب مذاہب اربعہ کا وجود ہوا اور فقہ باقاعدہ فن کی شکل میں مرتب و مدون ہو گیا تو عامہ مسلمین نے انہیں چاروں مذاہب میں سے کسی ایک پر عمل کرنا شروع کر دیا، چونکہ دوسرے فقہاء و مجتہدین کے فتاویٰ و آراء مرتب و مدون نہیں تھے اس لئے لوگوں کا اعتماد انہیں چاروں مذاہب پر رہا۔

چوتھی صدی عیسوی تک بعض دوسرے فقہاء کے مذاہب بھی کہیں نہ کہیں رہے مگر چوتھی صدی کے بعد انہیں چاروں مذاہب کا وجود رہا، یا پھر اہل سنت میں سے کہیں کہیں ظاہر یہ تھے مگر بعد میں ان کا وجود بھی ناپید ہو گیا، صرف کتابوں میں ان کا ذکر باقی رہا۔

شیخ الحدیث مولانا صفدر صاحب مدظلہ نے اپنی بے نظیر کتاب الکلام المفید میں تقلید پر نہایت تفصیلی بحث کی ہے، اور اس مسئلہ کے ہر گوشہ پر محققانہ نظر ڈال ہے، تقلید شخصی کے تسلسل کو بڑی دقت نظر اور جامعیت سے بیان کیا ہے، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے، غیر مقلدین بھی اگر حق و انصاف کی نگاہ سے اس کتاب کو پڑھیں گے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ اور اگر اللہ نے ان میں سے کسی کے لئے بھلائی مقدر فرمائی ہوگی تو اس کی زبان تقلید کے خلاف بند ہو جائے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقلید کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا سارا شور و غوغا بلاوجہ ہے اور کتاب و سنت پر کم نگاہی کا ثمرہ ہے، تقلید کی مشروعیت خواہ شخصی ہو یا غیر شخصی کا انکار کرنا آفتاب نیروز کو منہ چڑانا ہے۔

## تقلید غیر شخصی کو جائز کہنا اور تقلید شخصی کو ناجائز کہنا جہالت ہے

غیر متقلدین کہتے ہیں کہ تقلید شخصی ناجائز ہے اور تقلید غیر شخصی جس کو یہ لوگ تقلید شرعی بھی کہتے ہیں جائز ہے۔ مولانا صادق صاحب فرماتے ہیں کہ یہ "محل نزاع نہیں ہے"۔ (منہ ۱۴)

غیر متقلدین علماء کی آپ کتابیں پڑھیں یہ مطلق تقلید کو جائز کہیں گے اور تقلید شخصی کو ناجائز یہ غیر مقلدوں کی منطق ہے جو ہمارے سمجھ میں نہیں آتی، کسی بھی پڑھے لکھے آدمی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی۔ مطلق جو چیز ناجائز ہوگی اس کا کوئی فرد جائز کیسے ہوگا اگر تقلید بدعت ہے تو تقلید غیر شخصی بدعت کیوں نہ ہوگی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدعت کے بارے میں ارشاد ہے کل بدعت ضلالۃ ہر بدعت گمراہی ہے، اگر تقلید بدعت ہے تو اس کا ہر فرد بدعت ہوگا، کوئی فرد جائز نہ ہوگا، تقلید شخصی کو بدعت قرار دینا اور غیر شخصی کو بدعت قرار نہ دینا اور پھر تقلید کے بیان میں مطلق تقلید کو بدعت قرار دینا یہ غیر متقلدین کا گورکھ دھندہ ہے۔

اس گورکھ دھندے کو غیر متقلدین حل کر کے اپنی یلداقت و قابلیت کا ثبوت ہیا فرمائیں، غیر مقلدوں کا یہ کہنا ایسا ہی ہے کہ مطلق شرک تو ناجائز ہے مگر غیر شخصی جائز ہے، اور شخصی ناجائز ہے، یعنی اگر خاص ایک مہبود کو اللہ کا شریک قرار دیا جائے تو ناجائز ہے اور چند کو اللہ کا شریک قرار دیا جائے تو جائز ہے۔

غیر متقلدین لاکھ ہاتھ پاؤں ماریں مگر اس کے علاوہ چارہ نہیں کہ مطلق تقلید کو اباحت و جواز کے قائل ہو جانے کے بعد تقلید شخصی کی اباحت و جواز کے وہ قائل ہوں اس کے انکار کی کھلی شکل نہیں ہے۔

میں بتلا چکا ہوں کہ تقلید کا ثبوت فاستلوا اہل الذک والی آیت سے بین طور پر ہوتا ہے، تو کیا اب یہ کہا جائے گا کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ دین و شریعت پر



عمل کرنے کے لئے متعدد مفتیوں سے فتویٰ حاصل کرنا ضروری ہے۔ ایک مفتی سے فتویٰ حاصل کرنا حرام ہوگا؟ غیر مقلدین کی منطق تو یہی کہتی ہے۔

### تقلید اور اتباع کا مفہوم ایک ہے

غیر مقلدوں کی جب گاڑی پھنسی ہے اور تقلید کا اقرار کئے بغیر چارہ نہیں رہتا تو نوٹنگی دکھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں اتباع کا حکم ہے تقلید کا نہیں، صحابہ کرام آنحضورؐ کی اتباع کرتے تھے تقلید نہیں کرتے تھے، خیر القرون میں اتباع اور اطاعت کا وجود ثابت ہوتا ہے تقلید کا نہیں۔

یہ محض غیر مقلدین کی نوٹنگی ہے، سوال یہ ہے کہ جب اللہ کے رسولؐ کی اتباع بلا طلب دیل صحابہ کرام کرتے تھے تو یہی تو تقلید ہے، یا غیر مقلدین یہ ثابت کر دیں گے کہ رسول اللہؐ سے صحابہ کرام آپ کے ہر قول و فعل کی دیل مانگا کرتے تھے۔ میں بتلا چکا ہوں کہ مطاع حقیقی اور آمر حقیقی اور شارع حقیقی اللہ ہے، اللہ کی مرضی کے خلاف اللہ کا رسول کوئی حکم نہیں دیتا۔ تو پھر بتلا یا جلئے کہ کیا یہ جاننے کے لئے کہ رسول کا فلاں حکم اللہ کی مرضی کے مطابق ہے صحابہ کرام اللہ کے رسول سے کوئی دیل مانگتے تھے یا آپ کے فرمان پر بے چون و چرا عمل کرتے تھے، یقیناً صحابہ کرام کے عمل کی یہی دوسری شکل تھی، اور جب یہی شکل تھی تو اس کا جو چاہے ناکار کھا جائے یہ حقیقت کے اعتبار سے تقلید ہی ہے، ناکار بننے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

اسی طرح سے کیا کوئی عقل باور کرے گی کہ حضرت معاذؓ آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جب مفتی و معلم ہو کر یمن پہنچے تو ان کے ہر ہر فتویٰ و فتوا کی یمن والے ان سے دیل طلب کرتے تھے؟ کیا غیر مقلدین کے بس میں ہے کہ اس بات کو وہ دلائل سے ثابت کر دیں؟

مصنف عبد الرزاق مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ امارت کی کتابوں میں صحابہ کرام

اور تابعین عظام کے ہزاروں فتاویٰ منقول ہیں، صرف مفتیوں کے فتاویٰ ہیں، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ان کے فتاویٰ کے ساتھ ان کی دلیلیں نقل نہیں کی گئی ہیں، ایسا کبھی تھا ہی نہیں کہ ہر مفتی و مجتہد کے لئے اپنی بات کی کتاب و سنت سے دلیل کا ذکر کرنا ضروری ہو، فتاویٰ کتاب و سنت کی روشنی میں دیئے جاتے تھے مگر ہر ہر فتویٰ اور ہر قول کی کتاب و سنت سے دلیل ذکر کرنے کو کوئی ضروری نہیں سمجھتا تھا، نہ اس زمانہ میں یہ ضروری تھا اور نہ آج ضروری ہے اس لئے کہ عوام کو دلائل کی نہیں مسائل کی ضرورت ہے، دلائل کا سمجھنا ہر عامی کے بس میں بھی نہیں ہوتا، شیخ ابن باز غیر مقلدوں کے بہت بڑے عالم ہیں اخبار العالم الاسلامی میں ان کے فتاویٰ چھپتے ہیں لیکن سیکرٹوں فتوے ایسے جس جن کی شیخ کتاب و سنت سے دلیل ذکر نہیں کرتے اور غیر مقلدین بلا چون و چرا اور بلا دلیل ان فتووں پر ایمان لاتے ہیں۔

غرض غیر مقلدوں کا یہ فریب کہ اتباع تو جائز ہے اور تقلید حرام اور شرک ہے کسی پڑھے لکھے آدمی پر نہیں چل سکتا، اس سے جاہل غیر مقلدوں ہی کو بہلایا اور بہکایا جاسکتا ہے پڑھے لکھے لوگوں کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا، اور جب یہ بات ہے کہ فتاویٰ کے ساتھ دلائل کا ذکر ضروری نہیں ہے تو مولانا مادیق سیالکوٹی کی یہ بات قطعاً غلط ہے کہ۔  
 ”اقوال کو حدیث پر پیش کرو“ (۱۴۱)

اور یہ بھی غلط ہے کہ۔

مسلمان بھائیو یاد رکھو دین کا ہر مسئلہ قرآن و حدیث کی دلیل سے مانو۔

اور پھر عمل کرو، (۱۴۲)

کیا غیر مقلدین عوام نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ، نکاح و طلاق وغیرہ شرعی مسائل پر قرآن و حدیث سے دلیل معلوم ہی کر کے عمل کرتے ہیں، عوام کو چھوڑیے کیا ان کے تمام علماء تمام مسائل شرعی کی دلیل سے واقف ہی ہو کر اس پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو ناواقفوں کو اس کا مکلف بناتا ہے کہ علماء سے مسئلہ

قابلیت و علمی صلاحیت و کتاب و سنت کی معرفت اور ان کے غیر مقلدین کو کھول کھول کر اور علی الاعلان اور پکار پکار کر بیان کر رہا ہے۔

برادران غیر مقلدین حکیم صاحب کی اس قابلیت کی ضرورت داد دیں گے، ہم تو صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ .. مجتہد صاحبوں کے کیا کہنے ..

حضرات، غیر مقلد عالم و قابل مولانا حکیم صادق سیالکوٹی کی علم و بعیرت سے بھری بات تو آپ نے سن لی۔ مگر شاید حکیم صاحب کو پتہ نہیں چلا کہ .. چلی تھی کسچ یہ برہمی کس کے آن لگی .. حکیم صاحب نے تو اپنی خدا داد قابلیت کی برہمی چلائی تھی حنیفوں کو زخم پہونچانے کے لئے، مگر غیر شعوری طور پر وہ خود کو زخمی کر گئے، اس لئے کہ فاسٹو اہل الذکر کے سلسلہ میں ان کی اس تقریر دہیز کا حاصل یہ نکلا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور نزول وحی کے وقت مقلدین کا ایک گروہ تھا، اور آیت میں انھیں مقلدین جاہلین سے خطاب ہے کہ تم اہل علم سے سوال کر یا کرو، پس غیر مقلدین کی یہ بات ہو ایسے ارگن کی تقلید کا وجود چوتھی صدی ہجری میں ہوا، خود حکیم صاحب نے غیر شعوری طور پر اعتراف کر لیا کہ تقلید خود آنحضور کے زمانہ میں تھی اور صحابہ کی ایک جماعت مقلدین کی تھی، اسی کو کہتے ہیں کہ حق اپنے آپ کو خود ہی منوالیا ہے۔

چٹکیاں لیتی ہے فطرت چیخ اٹھتا ہے ضمیر  
کوئی کتنا ہی حقیقت سے گریزاں کیوں ہو

### تقلید واجب یا نہیں

آپ نے ابھی ارشاد خداوندی سنا کہ اللہ بندوں کو امر فرماتے ہیں کہ فاسٹو اہل الذکر ان کنتھ لا تعلمون کہ جو ناواقف کار ہیں وہ واقف کاروں سے دین کی باتیں معلوم کریں، یہ خداوند قدوس کا امر اور حکم ہے اور امر اور حکم کی حقیقت وجوب ہوتی ہے۔ تو پھر اس آیت کے پیش نظر شرعی حکم یہ ہوا کہ ناواقفوں کو واقفان شریعت

سے شرعی مسائل معلوم کرنا ضروری ہے۔ یعنی علماء اور واقفان شریعت جو مسئلہ بتلائیں اس مسئلہ میں ان کی بات کا ماننا ضروری ہے، ورنہ سوال کا مقصد ہی فوت ہو جائیگا۔ غرض یہ آیت وجوب تقلید کو مراحت سے بتکاری ہے، اس لئے مطلق تقلید کے وجوب کا انکار کرنا قطعاً باطل ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید شخصی کے وجوب پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں، یہ ان کی خواہ مخواہ کی کج بحثی ہے۔ اس آیت کریمہ میں مطلق تقلید کے وجوب کا حکم ہے۔ اور یہی وجوب کا حکم منجر ہوگا تقلید کے تمام افراد میں خواہ شخصی ہو یا غیر شخصی، مثلاً چند علماء کسی بستی میں ہوں، اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ فلاں سے اگر مسئلہ معلوم کیا جائے تو ہماری صحیح رہنمائی ہوگی تو اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس فلاں متعین ہی سے مسئلہ معلوم کریں۔ یا مثلاً کسی بستی میں صرف ایک صاحب علم رہا ہر شریعت ہو تو بستی والوں کو اسی سے مسئلہ معلوم کرنا ضروری ہوگا۔ غرض تقلید کا اقرار کر لینے کے بعد اور اس کی مشروعیت کے قائل ہو جانے کے بعد شخصی اور غیر شخصی کی تقسیم کا گورکھ دھندا پھیلانے کے ایک کو جائز قرار دینا اور دوسرے کو ناجائز یہ حماقت اور جہالت کی بات ہے، جس کا زبان سے نکالنا اہل علم کی شان نہیں ہے۔

حکیم صاحب نے اپنی اس کتاب میں مولانا یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ سے تقلید اور مقلدین کے سلسلہ کے بہت سے اقتباسات نقل کئے ہیں، مگر ہمارے نزدیک حقیقۃ الفقہ نہایت ناکارہ اور جہالت کا پشتارہ کتاب ہے، اور اس کا مصنف علم و خود سے بیگانہ غیر این شخص ہے، ہم نے اس کو نہایت تفصیل کے ساتھ اپنے مضمون حقیقۃ الفقہ پر ایک نظریں ظاہر کر دیا ہے، اس وجہ سے ہم اس کتاب کے اقتباسات سے یہاں کوئی تعرض نہیں کرنا چاہتے۔ حقیقۃ الفقہ کے مصنف کا دجل و فریب سے اہل علم آگاہ ہیں اور روز قیامت وہ خود اس کا حشر دیکھ لے گا۔

# مقام صحابہ کتاب سنت کی روشنی میں

## اول

### مولانا مودودی

مدینہ میں آنحضورؐ کی نیابت پر | آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو

مدینہ میں اپنا نائب نامزد کیا، اس طرح آپ کی زندگی ہی میں آپ کو آنحضورؐ کا خلیفہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

عن ابی الحویرث قال  
استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم علی المدینہ فی غزوہ ذات  
الرقاع عثمان بن عفان و  
استخلفہ ایضا علی المدینہ فی غزوہ  
الی عطفان (طبقات ۳۹)

ابو حویرث سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا، نیز آپ نے ان کو غطفان کے غزوہ کے موقع پر مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا۔

بیعت رضوان اور حضرت عثمان کا شرف | صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضورؐ نے

قریش کے پاس بھیجا تھا۔ آپ کو وہاں سے واپس آنے میں دیر ہو گئی اتنے میں کسی نے یہ خبر ادا

کہ آپ کو قریش نے قتل کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خبر سے بہت متاثر ہوئے اور آپ نے حضرت عثمان کا قریش سے بدلہ لینے کیلئے صحابہ سے بیعت لی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیکر خود ان کی طرف سے بھی بیعت لی۔ یہ حضرت عثمان کا وہ شرف ہے جو ان کے علاوہ کسی دوسرے کے حصہ میں نہ آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس ہاتھ کا جس کو آپ نے اپنا ہاتھ قرار دیا تھا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ اس کو آپ نے کبھی استنجا کیلئے استعمال نہیں کیا۔ (سیرت ابن ہشام ص ۱۶۶)

**دین کی راہ میں آپ کی مالی قربانیاں** | حضرت عثمان بڑے تاجر تھے دل بھی آپ کو اللہ نے بڑا سخی دیا تھا، اسلام لانے کے بعد آپ نے اپنا مال اللہ کے راستہ میں لگایا اور اس سلسلہ میں بڑی فیاضی کا مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں کی آپ نے اپنے مال سے مدد کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ضرورت محسوس کی حضرت عثمان اپنا مال لے کر حاضر ہو گئے اور بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں۔

مدینہ میں مسلمانوں کو پانی کی بڑی تنگی تھی، ہاجرین زیادہ پریشان تھے پورے شہر میں صرف ایک کنواں تھا جس کا مالک یہودی تھا، حضرت عثمان نے اس کو یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، آپ نے اس کنواں کو جس کا نام بیرومہ تھا دو قسطوں میں تقریباً ۲۰ ہزار درہم میں خریدا۔

غزوہ تبوک ۹ھ میں پیش آیا، خبر یہ تھی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کے مقابلے کی تیاری کی، یہ زمانہ بڑی عسرت و تنگدستی کا تھا، اس غزوہ میں تیس ہزار پیادے اور ۱۰ ہزار سوار شامل تھے۔ حضرت عثمان نے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات اپنے ذمہ لئے اس طرح دس ہزار فوج کو آپ نے اپنے مال خاص سے مسلح کیا ان دس ہزار فوجوں کی ہر چھوٹی بڑی ضرورت آپ ہی کے پیسے سے پوری کی گئی اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لئے ایک ہزار دینار پیش کئے، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیاضی سے اس قدر مسرور ہوئے کہ آپ کی

زبان مبارک سے بے اختیار یہ دعا نکلی جو حضرت عثمان کے تاج فخر کا طرہ و شرف ہے۔  
 ماضی عثمان ماعمل بعد هذا آج کے بعد عثمان جو عمل کریں گے وہ انہیں  
 (یوم - رستمذی) نقصان نہیں پہنچائے گا۔

مسجد نبوی کی تعمیر میں حضرت عثمان ذوالنورین کا ہاتھ سب سے زیادہ نمایاں ہے  
 عہد نبوی میں جب مسلمانوں کی کثرت کے باعث مسجد کی وسعت نا کافی ثابت ہوئی تو اس کی توسیع  
 کے لئے حضرت عثمان نے قریب کا قطعہ زمین خرید کر بارگاہ نبوت میں پیش کیا پھر اپنے عہد میں  
 بڑے اہتمام سے اس کی وسیع اور شاندار عمارت تعمیر کرائی۔ (مہاجرین ص ۲۲۲/۱ قسم اول)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم مواقع پر حضرت عثمان کی فیاضیوں سے مسلمانوں نے  
 فائدہ اٹھایا۔ حضرت عمر کے زمانے میں جب قحط پڑا اس وقت حضرت عثمان نے سیکڑوں اونٹوں  
 سے لدا ہوا کھانے پینے کا سامان اہل مدینہ کے لئے عام کر دیا۔

ایک دفعہ جماد میں مسلمانوں کے چہرے فقر و فاقہ سے اداس تھے آپ نے چودہ اونٹوں  
 پر سامان غور و نوش لاد کر کے آنحضرت کے پاس بھیجا، آپ اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔

(مہاجرین ص ۲۵۹ ج ۱)

مذکورہ بالا فیاضیوں کے علاوہ روزانہ جو دو کم اور صدقات و خیرات کا سلسلہ جاری رہتا  
 تھا، ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتے تھے۔ (مہاجرین ص ۲۵۹)  
 آپ کو قرآن سے خاص شغف تھا، پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھ جاتے تھے۔  
**عبادت** استیعاب اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی ہے۔

کان یحیی اللیل بسکعة یجمع فیہا یعنی ایک رکعت سے پوری رات کو زندہ رکھتے  
 القرآن (استیعاب ص ۲۶۹) تھے اور اس میں پورا قرآن پڑھ جاتے تھے۔

روزہ بھی آپ کو خاص شغف تھا۔ لوگوں نے لکھا ہے آپ صائم الدھر تھے۔

کان یصوم الدھر۔ (استیعاب) آپ صائم الدھر تھے۔

**حیا** | آپ حیا و شرم کے پتکے تھے، آپ میں اس درجہ حاد شرم تھی کہ خود آنحضرت اس حیا کا

پاس دلخاوار کھتے تھے، دوسرے صحابہ کے ساتھ آپ بے تکلف بیٹھتے لیکن حضرت عثمان کی موجودگی میں آپ اپنے کپڑے وغیرہ برابر کے اہتمام سے بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے۔

الاستحي من رجل يستحي من  
کیا میں اس آدمی سے حیاء نہ کروں جس سے  
فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے بعد بالاتفاق آپ کو لوگوں نے خلافت کے جلیل القدر منصب کے لئے چن لیا اور اسد الغابہ میں ہے کہ آپ

کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت شنبہ کے روز غزوہ محرم ۲۲ھ میں ہوئی، حضرت عمرؓ نے اپنے بعد چھ آدمیوں کو نامزد کر دیا تھا کہ اس میں سے جس کو مسلمان چاہیں خلیفہ بنالیں وہ چھ آدمی یہ ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبدالرحمنؓ۔ یہ چھ وہ حضرات ہیں جن کو آنحضورؐ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت سنا دی تھی، لیکن خود حضرت عمرؓ کا یہ خیال تھا کہ لوگ ان میں سے صرف دو یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بیعت پر مجتمع ہو سکیں گے چنانچہ آپ کا ارشاد تھا۔

ما ظن الناس يعدلون بعثمان و  
میں نہیں سمجھتا ہوں کہ لوگ حضرت عثمانؓ اور حضرت  
علیؓ احدا۔ (البدایہ ۱۳۵ھ)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
جو خود خلافت کے لئے نامزد تھے انھوں نے

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اس سلسلہ میں صحابہ کرام سے مشورہ لینا شروع کیا خود ان نام زد پانچوں حضرات نے بھی حضرت عبدالرحمنؓ پر کمال اعتماد کیا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے ہر چھوٹے بڑے سے مشورہ کیا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے بھی مشورہ لیا بلکہ مکاتیب کے بچوں سے بھی اس بارے میں ان کی رائے معلوم کی، مدینہ میں جو دیہاتوں سے آنے والے دیہاتی پلہ و سر شہروں سے آنے والے مسافر تھے ہر ایک کی رائے معلوم کی تین روز تک آپ رات دن اس سلسلہ میں رہے اور لوگوں سے مشورہ کرتے رہے لیکن ہر ایک کی زبان پر صرف حضرت عثمانؓ



کا نام تھا۔

حضرت عبدالرحمن نے اہل شوریٰ اور غیر اہل شوریٰ  
جس سے بھی اس بارے میں دریافت کرنا  
ممکن تھا سب کی رائے معلوم کی ہر ایک نے  
صرف حضرت عثمان کا مشورہ دیا۔

انہ سال من یمكنه سواله من اهل  
الشوریٰ وغیرہم فلا یشیر الا بعثمان  
بن عفان۔

(البدایہ ص ۱۲۶ ج ۷)

حضرت عبدالرحمن نے کتنی جدوجہد کی اس کا اندازہ ابن کثیر کے اس بیان سے لگتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اس بارے میں  
تین دن شب و روز مسلسل لگے رہے ان  
تین دنوں میں آپ بہت کم سوتے تھے، یا نماز  
میں رہتے یا دعائیں یا استخارہ کرتے اور  
لوگوں سے جو اہل رائے تھے مشورہ کرتے انکو  
نے کسی ایک آدمی کو بھی نہیں پایا کہ وہ حضرت  
عثمان کے برابر کسی اور کو سمجھتا ہو۔

فنعى في ذلك عبد الرحمن ثلثة  
ایام بیالیسما لا یتغص بکثیر نوم الا  
صلوة ودعاء واستخارة وسوالا  
من ذوی السای عنهم فلم یجد احدا  
یعدل بعثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(البدایہ ص ۱۲۶ ج ۷)

اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مقبولیت عامہ اور صحابہ کرام کے دل میں آپ کی عظمت  
و احترام کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ آپ کے ہاتھ پر جس جوش و خروش اور خوشی و مسرت کے ساتھ لوگوں  
نے بیعت کی اس کا اندازہ ابن کثیر کے اس بیان سے لگتا ہے، جب حضرت عبدالرحمن نے حضرت  
عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو بقول ابن کثیر۔

لوگوں کا اژدھام ہو گیا، حضرت عثمان سے  
لوگ بیعت کر رہے تھے اژدھام اٹا تھا کہ  
لوگوں نے ان کو منبر کے نیچے ڈھانک لیا۔

واندحم الناس بیایعون عثمان  
حتى غشوا تحت المنبر۔

(البدایہ ج ۷، ص ۱۲۷)

سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے اور اس کے

بعد حضرت علیؑ نے بیعت کی۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔

اول من بايع عثمان عبد الرحمن سب سے پہلے جس نے بیعت کی وہ حضرت  
شہم علی بن ابی طالب (ص ۲۲۰)

بعض مورخین نے یہاں حضرت علی کے سلسلہ کے بعض افسانے نقل کئے ہیں جس کا  
حاصل یہ ہے کہ حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی، وہ عرصہ تک حضرت عثمان سے الگ تھلگ  
رہے، حضرت عثمان کی خلافت سے آپ راضی نہیں تھے۔ مگر یہ سب افسانے ہیں اور یہ  
شیعوں کی اڑائی ہوئی باتیں ہیں، ابن کثیر اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

الى غير ذلك من الاخبار المخالفة  
لما ثبت في الصحيح فهي مصادرة  
على قائلها وناقليها۔ (البدایہ ص ۱۲۴)  
اس طرح کی جو صحیح روایتوں کے خلاف باتیں  
منقول ہیں یہ سب ناقضین اور قائلین کی ناقابل  
قبول اور مردود باتیں ہیں۔

صحابہ کرام کے بارے میں شیعوں اور خوارج نے بڑی رنگ آمیزیاں کی ہیں اس کو ہمارے  
علمائے بلا بحث و تحیص کے قبول کر لیا ہے حالانکہ صحابہ کرام کے بارے میں بڑا پھونک پھونک کر  
قدم رکھنے کی ضرورت ہے اور جو بات ان کی عام زندگی کے مناسبت نہ ہو اس کو رد کر دینا ہی  
ایمان و اسلام کی سلامتی کے لئے ضروری ہے، ابن کثیر فرماتے ہیں۔

والظنون بالصحاب خلافة ما يتهم  
كثير من الرافضة واغبياء القضاة  
الذين لا يميز عندهم بين صحيح  
الاخبار وضعيفها وسقيها  
صحابہ کرام کے بارے میں جو بیعت سے روافض  
یا بے وقوف قعدہ گوجن کو صحیح اور غلط خبروں کی  
تمیز نہیں ہے باتیں نقل کرتے اس کے برخلاف  
ہمارا گمان ہونا چاہیئے۔

ومبادها وقويها۔ (البدایہ ص ۱۲۴)

غرض اس موقع پر حضرت علی کے سلسلہ کے جو واقعات نقل کئے جاتے ہیں، تاریخی  
حیثیت سے ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کی بیعت خوشی سے کی اور  
جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت عبد الرحمن کے بعد آپ ہی پہلے بیعت کرنے والے تھے۔

آئندہ ہم بتلائیں گے کہ حضرت علی کے دل میں حضرت عثمان کا کتنا احترام تھا اور ان کے

جذبات حضرت عثمان کے بارے میں کیسے تھے۔

## حضرت عثمان کی بیعت خلافت پر حضرت ابن مسعود کا تبصرہ

جب نام ہو چکی تو حضرت ابن مسعود نے حضرت عثمان اور اس خلافت کے بارے میں مندرجہ ذیل تبصرہ کیا جس کو طبقات ابن سعد میں نقل کیا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

استخلفنا خیر من بقی دلم نالہ ہم نے اس کو خلیفہ بنایا جو سب سے بہتر تھا

(طبقات ج ۲ ص ۴۲) اور اس بارے میں ہم نے کوتاہی نہیں کی۔

اور اس بات کو آپ مسلسل مسجد میں جمعہ کے خطبے میں لوگوں سے کہا

کرتے تھے۔ نزال ابن سہرہ کی روایت ہے۔

شہادت عبد اللہ بن مسعود فی یعنی میں اس مسجد میں حضرت ابن مسعود کے

ہذا المسجد ما خطب خطبۃ الا ساتھ حاضر ہوا اور آپ نے کوئی خطبہ ایسا نہیں

قال امرنا خیر من بقی دلم نال۔ دیا جس میں یہ نہ کہا ہو کہ ہم نے جو لوگ باقی رہے

گئے تھے ان میں سب سے بہتر جو انسان تھا اس کو

(ایضا)

خلیفہ بنایا اور ہم نے کوتاہی نہیں کی۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ حضرت عثمان اس وقت صحابہ کرام میں

سب سے افضل تھے اور اس کا اعتراف اجلا و صحابہ کو بھی تھا نیز عقل کا بھی یہی فیصلہ

ہے کہ صحابہ کرام اس اہم کام کیلئے کسی ایسے کا انتخاب نہ کریں گے جس سے بہتر کوئی

دوسرا موجود ہو۔

## حضرت عثمان کی خلافت کیلئے آنحضرت کا اشارہ

آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں حضرت عثمان کی خلافت کی

طرف اشارہ فرما دیا تھا، طبقات کی روایت میں ہے کہ -

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
عثمان ان الله كساك يومئذ ياما لا  
فان ارادك المناقون على خلفه  
فلا تخلعه نظالم - (ص ۲۹)

آنحضورؐ نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ ایک  
روز اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیص پہنائے گا اگر  
منافقین تم کو اس کے آثار نے کیلئے مجبور  
کریں تو تم کسی ظالم کیلئے اسکو مت اتارنا۔

یہ صاف حضرت عثمان کی خلافت کی طرف اشارہ ہے بلکہ روایات سے یہ بھی  
معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو یہ بشارت بھی دی تھی کہ تمہاری  
شہادت مقدر ہے اور اس کی اطلاع بھی کر دی تھی کہ تم کو مصائب و محن سے بھی گزرنا ہوگا  
چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان ایام فتنہ میں صبر و استقامت کا ہاتھ تھامے خاموش رہے  
اور مفسدین کے خلاف آپ نے کوئی کارروائی نہیں کی، چنانچہ آپ آئندہ اس سلسلہ کی کچھ  
باتیں اس کتاب میں بھی پڑھیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت بڑا مسعود و مہمون

## عہد عثمان کے کارنامے

تھا۔ فتوحات کا دروازہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا اور

مجاہدین اسلام آپ کے زمانہ میں یورپ اور افریقہ تک گھسے چلے گئے، کسریٰ کی شہنشاہت  
ٹوٹ کر اسلامی حکومت کے زیر نگیں ہو گئی، ایک طرف طرابلس، ابرقہ، اور مراکش میں اسلام  
کا پرچم لہرانے لگا تو دوسری طرف ایران، افغانستان، خراسان اور ترکستان سب پر  
مسلمانوں کا تسلط ہو گیا، مصر و شام کا سارا علاقہ اسلامی جھنڈے کے نیچے آ گیا، آرمینیا  
اور آذربائیجان مفتوح ہو کر اسلامی سرحد کوہ قاف تک پھیل گئی، اس طرح ایشیائے  
کوچک کا ایک وسیع خطہ ملک شام میں شامل کر لیا گیا۔ غرض عثمانی عہد میں بڑی تیزی کے  
ساتھ اسلام پھیلا خصوصاً آپ کے زمانہ خلافت کا ابتدائی ۶ سال بڑی خیر و برکت کا رہا۔  
غلام کی بھی بڑی کثرت ہوئی، فقر و فاقہ کی زندگی ختم ہو گئی اور مسلمان آرام و سائش  
کی زندگی گزارنے لگے۔ استیعاب میں ہے۔

عن ابن سیرین قال کثر المال  
فی زمان عثمان حتی بیعت جاریة  
بوزن مئاد فرس بمائة درهم ومغلة  
بalf درهم (مش ۲۶۷)

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے  
زمانہ میں مال کی کثرت ہوئی یہاں تک کہ ایک  
ایک لونڈی کی فروخت اس کے وزن کے برابر  
سے ہوئی ایک گھوڑا سو درہم میں فروخت  
ہو گیا، گھوڑا کا ایک درخت ہزار درہم میں بکا۔

نمود حضرت عثمان اپنے مخالفوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ آخر کس وجہ سے میرے خلاف ہو  
ما من یوم الا وتقسقون فیہ  
کوئی روز ایسا نہیں گذرتا جس میں تم لوگ  
خیو۔ (ایضاً) کچھ خیر حاصل نہ کرتے ہو۔

بہر حال آپ کا دور ہر اعتبار سے کامل اور مکمل اور کامیاب دور تھا، اسلام نے ہر  
اعتبار سے ترقی کی اور مسلمانوں کا اقوام عالم پر رعب و داب قائم ہو گیا۔ آپ کی مدتِ خلافت  
کا نصف آخر پریشانیوں میں گذرا، سبائی جماعت نے مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تیار  
کی جس کا مقصد مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا تھا اور اسلامی پایہ تخت کو کمزور کر کے  
اپنے اغراض فاسدہ کو بروئے کار لانا تھا اور افسوس یہ ہے کہ اس سازش کے شکار  
بعض اجلائے صحابہ کرام کی اولاد بھی ہو گئی جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو ایسے حادثے سے  
دوچار ہونا پڑا کہ آج بھی ہم اس کا تدارک کرنے سے عاجز ہیں۔

حضرت عثمان سے ناراضگی کا سبب  
میں نے عرض کیا کہ حضرت عثمان کے  
خلاف سبائیوں نے ایک زبردست

سازش رچی تھی جس کا مقصد حضرت عثمان کو بدنام کرنا اور مسلمانوں میں انتشار پیدا  
کرنا اور اسلامی خلافت کی اساس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا، اس سازش کو کامیاب  
بنانے میں بعض باتیں حضرت عثمان کی خود بھی مددگار بن گئیں یا انھیں حضرت عثمان  
کے خلاف لوگوں کو اکسانے کا بہانہ بنا لیا گیا مثلاً حضرت عثمان پر ایک الزام یہ تھا کہ  
وہ اپنے رشتہ داروں کا زیادہ خیال رکھتے ہیں حکومت کے عہدے زیادہ تر انھیں کے

سپرد کئے جاتے ہیں۔

ایک الزام یہ تھا کہ آپ نے قرآن کریم کے نسخوں کو جلا دیا تھا، ایک الزام یہ تھا کہ آپ نے بعض کام سنت کے خلاف کیا اور بیت المال میں بے جا تصرف کا بھی الزام تھا۔ نیز بعض اجلائے صحابہ کو آپ نے گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ دوسروں کا تقریر کر دیا تھا اس میں اہم ترین پوزیشن عمرو بن العاص کی تھی جو مصر میں اپنی حکومت و سیادت کا شک جھانچکے تھے اور اہل مصر آپ سے مانوس تھے یہ وہ باتیں ہیں جو عام طور پر لوگوں کو پسند نہیں تھیں اور انھیں باتوں کو شورش پسند لے کر آپ کے خلاف لوگوں کے جذبات بٹھرا دیا کرتے تھے۔

لیکن درحقیقت ان سارے الزامات کے پیچھے یہودیت اپنا کام کر رہی تھی جو عبد اللہ بن سبا کی شکل میں نفاق کا لباس پہن کر مسلمانوں میں گھس آئی تھی ورنہ یہ سارے الزامات بے جان ہیں انھیں کسی طرح بھی حضرت عثمان کے خلاف اقدام کرنے کے لئے جواز نہیں بنایا جاسکتا۔

**حضرت عثمان کے خلاف سارے الزامات بے بنیاد ہیں** | اپنے رشتہ داروں کا

زیادہ خیال رکھتے تھے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس بارے میں آپ خلافِ دیانت کسی ناجائز لہر کا بھی ارتکاب کرتے تھے؟ تو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں پیش کیا جاسکتا جس سے معلوم ہو کہ آپ اپنے رشتہ داروں کی کبھی کوئی ناجائز حمایت یا رعایت کی ہو محض صلہ رحمی یہ تو کوئی ناجائز اور نامشروع بات نہیں ہے بلکہ یہ تو شریعت کا مطلوب اور قرآن و حدیث میں اس کی بڑی تاکید ہے۔

کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عیالے دیا کرتے تھے تو اگر یہ عیالے بیت المال میں سے وہ دیتے تھے تب تو بلاشبہ خلافِ دیانت اور نامشروع عمل کا وہ ارتکاب کرتے تھے لیکن کیا کسی ایک واقعہ سے بھی یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے بیت المال میں سے اپنے کسی رشتہ دار کو ناجائز طریقہ پر کچھ دیکر خیانت کا ارتکاب کیا ہو۔ حضرت عثمان جنھوں نے شروع اسلام سے لے کر اخیر تک اسلام کی راہ میں بے دریغ مالی قربانیاں پیش کیں

ان کے بارے میں ایسا گمان کرنا خود اپنی بد طبیعتی اور خبیث باطن کا اعلان و اظہار کرنا ہے حضرت عثمان بلاشبہ اپنے رشتہ داروں کی خبر گیری رکھتے تھے ان کو ہدایا و عطایا سے نوازتے بھی تھے مگر یہ سب ان کے اپنے ذاتی مال میں سے ہوا کرتا تھا، کون نہیں جانتا کہ حضرت عثمان عرب کے مالدار ترین لوگوں میں سے تھے جو دس دس ہزار شکر کا اپنے جیب خاص سے خرچ برداشت کرنے کی طاقت رکھتے تھے، حضرت عثمان کا خود بیان پڑھ لیجئے فرماتے ہیں۔

قالوا انی احب اهل بیتی و اعطیهم فاما  
 حی فانه لم یمل معہم علی جور  
 بل احمّل الحقوق علیہم و اما  
 عطاء ہم فانی اعطیہم من مالی  
 و لا یستحل اموال المسلمین لفسی  
 و لا لاحد من الناس و لقد کنت  
 اعطی العطیہ الکبیرۃ الرغیبہ  
 من صلب مالی فی الزمان رسول  
 اللہ و ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما  
 و انای مئید حریص شحیم افحین  
 ایت علی اسنان اهل بیتی و فی عمری  
 و دعوت الذی الی فی اہلی قال الملحد  
 ما قالوا۔

لوگ کہتے ہیں کہ اپنے خاندان والوں سے  
 محبت رکھتا ہوں اور ان کے ساتھ فیاضی کرتا  
 ہوں لیکن میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل  
 نہیں کیا ہے بلکہ میں صرف ان کے واجب حقوق  
 ادا کرتا ہوں اسی طرح فیاضی بھی اپنے ہی مال تک  
 محدود ہے مسلمانوں کا مال نہیں اپنے لئے حلال  
 سمجھتا ہوں نہ کسی دوسرے کے لئے۔ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر کے عہد میں  
 بھی اپنے مال سے گرانقدر عطیے دیا کرتا تھا،  
 حالانکہ میں اس زمانہ میں بخیل و حریص تھا اور جب  
 کہ میں اپنی خاندانی عمر کو پورے چھ پچاس برسوں زندگی  
 ختم ہو چکی ہے اور اپنا تمام سرمایہ اپنے اہل و  
 عیال کے سپرد کر دیا ہے تو محمد بن ابی ہاشم

کہتے ہیں۔ (طبری ص ۲۱۸ ج ۱ مہاجرین)

اس باب میں حضرت عثمان کے تقویٰ اور احتیاط کا قویہ عالم تھا کہ بیت المال سے  
 اپنا جائز راتب بھی نہیں لیتے تھے۔ فرماتے ہیں:

وما یتبلغ منہ ما اکل الا من مالی۔ میں اس سے کچھ نہیں لیتا یہاں تک کہ کھاتا بھی ہوں

(یعنی) اپنے مال سے۔

اس صاف اور مرتب بیان کے بعد حضرت عثمان کی دیانت و امانت پر جو لوگ حملہ کرتے ہیں اس کے جواب میں اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی عاقبت پر باد کو رہے ہیں۔

رہا یہ الزام کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیا کرتے تھے تو یہ الزام بھی قابل اعتناء نہیں ہے اس وجہ سے کہ ان عہدوں کی تقسیم اگر محض اس وجہ سے ہو کہ فلاں رشتہ دار ہے تو بلاشبہ یہ قابل اعتراض بات ہے لیکن اگر عہدوں کی تقسیم کے وقت صلاحیت ہی پیش نظر ہو عہدوں کے لئے بنیاد صلاحیت ہی کو بنایا جاتا رہا ہو اب اتفاق سے یہ جس کو عہدہ دیا جاتا ہے اس میں صلاحیت کے ساتھ اس سے قربت کا بھی رشتہ ہے تو یہ کبھی اور کسی زمانہ میں بھی قابل اعتراض بات نہیں شمار کی گئی ہے محض اس وجہ سے ان صاحب صلاحیت لوگوں کو رد کر دینا یہ نہ شریعت کا مطالبہ نہ عقل کا تقاضا ہے، آئیے دیکھئے حضرت عثمان کے زمانہ میں آپ کے اموی اعمال کون لوگ تھے اور کیا ان کا گورنری کے عہدے پر تقریر یہ کوئی حضرت عثمان کی بدعت تھی یا وہ لوگ پہلے بھی اہم عہدوں پر فائز رہ چکے تھے۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں بنی امیہ کے  
حضرت عثمان کے زمانہ کے اموی اعمال | جو لوگ عہدوں پر فائز تھے وہ مندرجہ

ذیل حضرات ہیں۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان، عبد اللہ بن عامر، مروان بن الحکم، ولید بن عقیبہ، سید بن الغاص صرف یہی پانچ وہ اموی حضرات ہیں جو حضرت عثمان کے زمانہ میں اہم عہدوں پر رہے ہیں۔

ان میں سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان تو ان لوگوں میں سے ہیں جو آنحضرت کے زمانہ سے حضرت عمر فاروق کے زمانہ تک برابر کسی نہ کسی عہدے پر رہے۔ آنحضرت کے زمانہ میں آپ کتابت وحی کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر کے عہد میں آپ کا نام ہے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں آپ شام کے گورنر تھے۔



دلا لا عمر علی الشام عند موت  
اخیہ یزید۔ (استیعاب ص ۲۵۳)  
حضرت عمر نے ان کو ان کے بھائی یزید کی  
وفات کے بعد شام کا گورنر مقرر کیا تھا۔

حضرت عمر کے زمانے میں آپ چار سال تک اس عہدے پر رہے۔  
وکتب الی معاویہ بولایتہ علی  
الشام فاقام اربع سنین۔  
(ایضاً)  
حضرت عمر کے زمانے میں چار سال تک رہے۔  
معاویہ کو خط لکھا تھا، چنانچہ آپ اس عہد پر

حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان نے بھی ان کو اسی عہدے پر باقی رکھا اور وہ  
شام کے گورنر کی حیثیت سے حضرت عثمان کے مدد و معاون رہے۔

فانقلا عثمان علیہما۔  
(ایضاً)  
حضرت عثمان نے بھی ان کو شام ہی کے عہد  
گورنری پر باقی رکھا۔

دوسرے ہیں ولید بن عقبہ یہ بھی حضرت عمر کے زمانے میں انگریزوں کے عامل  
تھے۔ اس عہدے پر شام میں حضرت عمر نے ان کا تقرر کیا تھا نیز یہ عہد مدیعی میں  
اردن کی طرف سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے تھے۔

ان پانچ میں سے دو کے بارے میں آپ نے معلوم کر لیا کہ یہ دونوں حضرات  
صرف حضرت عثمان ہی کے زمانے میں نہیں بلکہ عہد فاطمی بلکہ حضرت معاویہ تو عہد نبوی  
میں بھی اہم عہدوں پر رہے ہیں۔

اب صرف تین حضرات وہ ہیں جن کا تقرر حضرت عثمان نے اپنے زمانے  
میں کیا تھا، عہد اللہ بن عامر، مردان بن حکم اور سعید بن العاص، میں پوچھتا ہوں کہ کیا  
حضرت عثمان جو کہ خلیفہ وقت ہیں ان کو آپ اتنا بھی اختیار نہیں دیں گے کہ وہ اپنی  
مصلحت اور اپنی رائے اور اپنے اختیار سے تین آدمی کو کوئی عہدہ دے سکیں؟ پھر  
یہ کہ ان تینوں کا تقرر بھی ان کے بے نظیر صلاحیتوں کی بنا پر تھا نہ کہ محض قرابت کی بنا پر۔  
عہد اللہ بن عامر نہایت شجاع، بہادر، دور اندیش اور فہم حرب کے ماہر

تھے، عزم تھی مگر فطری صلاحیتوں کی وجہ سے وہ اپنے ہم عصروں میں بہت ممتاز تھے۔ انھوں نے کابل، ہرات، بھجستان اور نیشاپور کو اسلام کے زیر نگیں کیا تھا، ابن کثیر لکھتے ہیں۔

ففتح خراسان کلھا و اطراف  
فارس و بھجستان و کرمان و بلاد  
انھوں نے سارے خراسان کو فتح کر لیا تھا  
نیز فارس کے اطراف اور بھجستان اور کرمان  
اور غزنہ کے شہروں کو اسلامی مفتوحات میں  
داخل کر لیا تھا۔ (البداایہ ص ۸۸)

اندازہ لگائیے کہ جوان جنگی اور قائدانہ صلاحیتوں کا مالک ہوا ہے اگر حضرت عثمان نے بصرہ کا گورنر بنا دیا تو کون سا ظلم کیا، کیا محض اس وجہ سے ان کو کسی عہدہ پر رکھنا جرم تھا کہ ان کا تعلق خاندان بنی امیہ سے تھا۔

اب رہے سعید بن العاص تو یہ بھی عرب کے مشہور شجاع اور مدبر انسانوں میں سے تھے جنگی اور انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے، طبرستان اور آرمینیا کو انھوں نے فتح کیا تھا اور جن کے ایمان کی شہادت بطور خاص آنحضرتؐ نے دی تھی۔

پانچواں نام مروان بن الحکم کا ہے تو اس کے لئے خود مولانا مودودی کا یہ بیان پڑھ لیجئے جس سے مروان کے بارے میں آپ کو بصیرت حاصل ہوگی۔ مولانا فرماتے ہیں۔

۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اپنے خاندان کے جن لوگوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ مناصب دیئے انھوں نے اعلیٰ درجہ کی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا ثبوت دیا اور ان کے ہاتھوں بہت سی فتوحات ہوئیں: (مذاہل خلافت و ملوکیت)

ظاہر بات ہے کہ ان لوگوں میں مروان بھی داخل ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مروان نے خلافت عثمان کو بڑا مستحکم کیا اگرچہ ان کی بعض باتیں ناپسندیدگی کی نگاہ سے بھی دیکھی جاتی ہیں مگر جہاں تک انتظامی صلاحیتوں کا تعلق ہے مروان بن الحکم ان

صلاحیتوں سے پورے طور سے آراستہ تھا۔ یوں بھی لوگوں نے ان کے بارے میں بہت سی بے سند باتیں اڑائی ہیں جو ناقابل اعتبار ہیں۔

بہر حال آپ نے دیکھا حضرت عثمان کے بارے میں مخالفین کا یہ اعتراض بالکل بے جان ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو اہم عہدوں سے نوازتے ہیں۔ حضرت عثمان نے جس کو بھی عہدہ دیا اس کی بنیاد رشتہ داری نہیں بلکہ صلاحیت اور انتظامی قابلیت تھی۔ رہا یہ کہنا کہ بعض اجلائے صحابہ کو آپ نے عہدوں سے معزول کر کے ان کی جگہ ان سے کم حیثیت لوگوں کو مقرر کر دیا تھا تو یہ الزام بھی غلط ہے اس لئے کہ اولاً تو یہ دیکھنا چاہئے کہ جن کو معزول کیا تھا ان کو معزول کرنے کی کوئی معقول وجہ تھی؟ یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ جس کے ہاتھ میں نظام کار ہوتا ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ حکومتوں میں عہدوں کی تبدیلی اور ایک کا دوسرے کی جگہ پر تقریر عام بات ہے۔ حضرت علی جب سربراہائے خلافت ہوئے تو انھوں نے ایک ایک کر کے بنی امیہ کے خاندان کے لوگوں کو عہدوں سے الگ کر دیا آخر کیوں؟ ظاہر بات ہے نظام حکومت ان کو چلانا تھا وہ سمجھ سکتے تھے کہ وہ کس طرح پر اپنی ذمہ داری پوری کر سکیں گے اور کتنے لوگ ان کے لئے مفید ثابت ہو سکیں گے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت خالد سیف اللہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت سعد بن وقاص جیسے جانبازوں اور عظیم صلاحیتوں کے لوگوں کو معزول کر دیا تھا، جن کی شجاعت و بہادری اور تدبیر و سیاست کی داستانوں سے بچہ بچہ واقف ہے۔ آخر کس کی مجال ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو ملامت کرے پھر جن کو حضرت عثمان نے معزول کیا ان کے معزول کرنے کی معقول وجہ تھی۔ اگر ہمارے سامنے

---

۱۔ عہد نبوی میں بنی امیہ کے جو لوگ عہدوں پر تھے انکی تعداد گیارہ تھی، عہد صدیقی میں انکی تعداد چھ تھی، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں انکی تعداد ۴ تھی اور حضرت عثمان کے زمانہ میں ۵۔

اختیار نہ ہوتا تو ہم اس کو بتلاتے۔

ربا قرآن کے نسخوں کو جلانے والا الزام یہ بھی محض سبائی پروپیگنڈہ ہے۔  
حضرت عثمان کا سارے مسلمانوں کا ایک قرآن کے نیچے جمع کر دینا یہ ان کا وہ کارنامہ ہے  
جس کی شکر گزاری سے مسلمان تاقیامت عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اگر قرآن کا جلانا  
کوئی مصلحت سے خالی اور ناجائز عمل ہوتا تو آخر صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کیوں نہیں کیا  
کیا صحابہ کرام جن میں اکابر صحابہ تھے اس عمل ناجائز اور نامشروع پر خاموش رہ سکتے تھے  
خود حضرت ابوبکر کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے احادیث کا وہ مجموعہ جس کا نام  
صحیفہ صادقہ تھا اس کو جلادیا تھا۔ (تفصیل کیلئے دیکھو تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابوبکر)  
بہر حال حضرت عثمان کے خلاف مفسدوں کے جو الزامات تھے اور جن کو بنیاد  
بنا کر وہ حضرت عثمان کے خلاف شورش برپا کر رہے تھے وہ سب ایک سازش کا نتیجہ  
تھا اور اس کے پیچھے یہودیت، سبائیت کے بھیس میں اپنا کام کر رہی تھی۔

مکمل و جمل مفتاحی

۱۔ اس کیلئے پہا جین جلد اول کی قسم اول کی طرف مراجعت کی جائے وہاں ایک کی معزولی  
کی معقول وجہ مذکور ہے۔

## بریلوی مذہب پر ایک نظر

### عیدین کی نماز عام مسلمانوں کے پیچھے جائز نہیں

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں :

عیدین کی نماز ہر امام کے پیچھے نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں بھی مثل جمعہ لازم ہے کہ امام خود سلطان ہو اس کا ماذون ہو اور ان میں سے کوئی نہ ہو تو بجبوری جسے مسلمانوں نے امام جمعہ مقرر کیا۔ (ایضاً ج ۱ ص ۶۱۸)

فائدہ :- معلوم ہوا کہ عیدین کی نماز صرف تین آدمی کئی پیچھے جائز ہے بادشاہ اسلام یا اس کا نائب یا امام جمعہ بریلوی حضرات عیدین کی نمازوں پر اب تک جو انھوں نے پڑھی ہیں غور کریں ان میں سے کتنی جائز ہوئی اور کتنی ناجائز۔

### ذیل پیشہ کرنے والا عالم و فاضل ہو جائے جب بھی ذیل ہی رہتا ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :-

جو لاپے اور کھال پکانے والے اور موچی اور اس کے مثل ذیل پیشہ درجہ اپنے ان پیشوں کے ساتھ معروف ہوں یہ اگر عالم بھی ہو جائیں جب بھی شرفاء کے کفو نہیں ہو سکتے۔

(ایضاً ج ۲ ص ۱۱۷)

فائدہ :- اعلیٰ حضرت اگر ذرا بھی شرم و غیرت کے مالک ہیں تو قرآن و حدیث

سے ثابت کریں کہ کوئی پلینہ ذیل ہے اور اسلام نے اس پیشہ کرنے والے کو ذلیل سمجھا ہے، اگر اعلیٰ حضرت مرگئے ہیں تو ان کے امتی موجود ہیں۔ وہ ثابت کریں اگر نہیں ثابت کر سکتے تو اسلام کا نام لے کر یہ فتویٰ دینے والا خود سب سے بڑا ذلیل ہے، منقری ہے، کاذب ہے، خائن ہے۔

## پٹھان سید کا کفو ہوتا ہے

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

ہمارے ان بلاد میں سیدانیاں ایسے پٹھانوں اور مغلوں سے عار نہیں کرتیں جو زیر علم و عقل سے آراستہ ہوں پٹھان اور مغل اپنے آپ کو شرفاء و انجباب سے شمار کرتے ہیں، توجب اس شرف نسب سے شرف علم مل جائے گا تو نسب علوی سے جو کمی ہے اسے پورا کر دے گا بخلاف جولاہوں، تانیوں وغیرہم کے کہ ان کے علم کے سبب عار ذاتی نہیں ہوتی۔ (ایضاً ص ۱۱۷)

فائدہ۔ دیکھا آپ نے خانصاحب نے اپنے لئے سیدوں میں گھسنے کیلئے چور و زور تلاش کر لیا یعنی سارے مغل اور پٹھان سیدوں کے کفو نہیں ہیں صرف وہی کفو ہیں جو زیر علم سے آراستہ ہوں۔ جیسے خانصاحب وغیرہ، خانصاحب کی اس عبارت سے مغل ہوا کہ پٹھان مغل وغیرہ اپنے کو شرفاء میں سے شمار کرتے ہیں اس وجہ سے وہ شرفاء ہو گئے گویا شرافت کا دار و مدار دعلیٰ شرافت اور شرفاء میں سے شمار کرنا ہوا یعنی خاندانی شرافت کوئی چیز نہیں جو بھی مغل پٹھان اپنے کو شریف شمار کر لے وہ شریف ہو کر سیدوں کے برابر ہو جائے گا، خانصاحب سے کوئی پوچھے کہ یہ ناپنے کا ڈو پیالہ الگ الگ کیوں، کوئی مغل پٹھان شرافت کا دھوئی کر لے تو وہ سید کے برابر ہو جائے اور کوئی جولاہ یا نانی کر لے تو وہ برابر نہ ہو۔

نیز خانصاحب کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نسب شرافت کی کمی دوسری طرح بھی پوری ہو جاتی ہے کیوں نہیں آخر خانصاحب کو سیدوں کے برابر ہونا بھی تو ہے۔

## گوشت کی حلت و حرمت میں ماں کا اعتبار ہوگا

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں ۔

جانوروں میں ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہوتا ہے ، ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہے اگرچہ باپ حرام ہو جیسے بکری کا بچہ بھڑیے یا کتے سے پیدا ہو ۔ (ایضاً ج ۱ ص ۶۱)  
 فائدہ :- خانصاحب نے بریلویوں کے لئے ایک اچھا دروازہ کھول دیا ، اب بریلوی حضرات بڑے شوق سے اس پر عمل کریں ۔ بکری اور کتے سے جو بچہ پیدا ہو اس کو کھائیں مسئلہ کہ وہ حلال ہے خانصاحب نے فرما دیا ہے کہ اصل اعتبار ماں کا ہوتا ہے اور بکری حلال ہے ۔ نیز سور اور بکری سے جو بچہ پیدا ہو اس کو بھی شوق سے یہ حضرات تناول فرمائیں کہ یہ بھی حلال ہے مسئلہ کہ اعتبار ماں کا ہوتا ہے ، گھوڑی اور گدھے سے جو بچہ پیدا ہو اس کو خچر کہا جاتا ہے اس کا گوشت تو خانصاحب کے یہاں حلال ہی ہے چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں ۔

### بریلوی مسئلہ میں خچر کھانا حلال ہے

خچر جس کی ماں گھوڑی ہو گھوڑے کے حکم میں ہے اس کا جھوٹا یا کبھی اور کھانا مکروہ ہے حرام نہیں ۔ (ایضاً )  
 فائدہ :- خانصاحب نے اسی کے بعد لکھا ہے کہ جانوروں میں ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہوتا ہے کھائیں شوق سے بریلوی حضرات خچر اور بکری سور سے پیدا بچہ ۔

### عورت مرتد ہو جائے جب بھی نکاح سے نہیں نکلتی

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۔

اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکلتی

وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے ۔ (رناوی ج ۱ ص ۳۹۳)

خائن کا :- اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد قرآن و حدیث کے مرتکب خلاف ہے فقہ کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ عورت مرتد ہو کر بھی مسلمان شوہر کے نکاح سے نہیں نکلتی؟ اعلیٰ حضرت نے یہ فتویٰ اپنے گھر سے ایجاد کیا ہے۔ اور انھوں نے زنا کا دروازہ کھولا ہے اس فتویٰ پر بریلیوں نے ضرور عمل کیا ہوگا، نہ معلوم اس فتویٰ کے بموجب کتنی حرامی اولاد بریلیوں کے گھر ہوں گی۔

## آنحضورؐ کے علم کی صفت

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

بیشک حضرت عزت عظمیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا، مشرق تا مغرب، عرش تا فرش سب انھیں دکھایا، ملکوت السموات والارض کا شاید بنایا و زوال سے روز آخر تک کا سب ماکان و مایکون انھیں بتایا، اشیاء نہ کورہ سے کوئی ذرہ حضورؐ کے علم سے باہر نہ رہا، علم عظیم حبیب کریم علیہ فضل الصلوٰۃ والسلام ان سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر طب و دواء جو پتہ گم تاجہ زمین کی اندھیروں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، والحمد للہ حمداً کثیراً بلکہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین و کرم بلکہ علم حضورؐ سے ایک چھوٹا حصہ ہے ہنوز احاطہ محمدی میں وہ ہزار در ہزار سجد و بے کنار سمندر پہلو رہا ہے۔ (انباء المصطفیٰ ص ۳)

خائن کا :- اعلیٰ حضرت نے بلا وجہ اس طول کلامی سے کام لیا، اگر محض شاعرانہ و خطیبانہ انداز کا مظاہرہ کرنا نہ ہوتا تو صاف صاف دو لفظوں میں کہہ دیتے کہ حضور وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اللہ جانتا ہے، خالق و مخلوق اور عابد و معبود دونوں کا علم برابر ہے مسئلہ صاف تھا، ہاں البتہ اگر اعلیٰ حضرت سے کوئی سوال کر دے کہ اعلیٰ حضرت یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے صرف زبان چلانے سے کام نہیں چلے گا، دلائل قطعیہ سے اسی تفصیل کے ساتھ آنحضورؐ کیلئے



علم ثابت کیجئے، تو اعلیٰ حضرت لکس گے بغلیں جھانکے نصاریٰ والا یہ اطرار و غلو بدعتیوں اور گمراہوں کا خاصہ ہے۔ اس کو یہ آنحضور کی عظمت سمجھتے ہیں اور یہ جاہل یہ نہیں جانتے کہ آنحضور کی عظمت فی الاصل یہ ہے کہ ہم آنحضور کی لائی تعلیمات پر سچے عامل بن جائیں اور اللہ و رسول کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی بات نہ گڑھیں، کیا صحابہ کرام، ائمہ دین، فقہائے امت کا علم رسول کے بارے میں یہی عقیدہ رہا ہے۔ قرآن و حدیث موجود ہے، فقہ کی کتابیں موجود ہیں عقائد کی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، قرآن کی کس آیت، رسول کی کس حدیث، صحابہ کے کس قول، فقہ اور عقائد کی کس کتاب میں آنحضور کے علم کے بارے میں یہ لکھا ہے جو اعلیٰ حضرت نے شاعرانہ اسلوب میں پیش کیا ہے؟ اور جو قرآن و حدیث پیش کریں یہ بھی بتلائیں کہ علمائے امت اور شراح حدیث اور مفسرین نے اس آیت یا اس حدیث کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو اعلیٰ حضرت کا مقصود ہے۔

اور ایک بات اور یاد رکھئے کہ یہ عقیدہ خود اعلیٰ حضرت اور بریلوی علماء کے اس مسلک کے خلاف ہے کہ آنحضرت کو صرف بعض غیوب کا علم تھا، آپ کا علم علم محیط نہ تھا اعلیٰ حضرت و دیگر بریلوی علماء کی تقریحات اس کتاب میں بار بار گزر چکی ہیں، ایک دفعہ انکو ضرور دیکھ لیں، بریلوی مسلک تضاد و تناقض کا وہ مجموعہ ہے جس کو ہماری زبان میں چون چون کا مرہ کہتے ہیں۔

## ترجمہ کلام پاک میں خیانت

اعلیٰ حضرت قرآن کی اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں۔  
 لیغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر یعنی تاکہ اللہ بخشدے  
 تمہارے واسطے اگلے پچھلے گناہ۔ (انباء المصطفیٰ ص ۵)  
 فائدہ :- اعلیٰ حضرت نے سارے مفسرین کے بالکل برخلاف اپنا من مانا  
 ترجمہ کیا ہے، اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ تاکہ آپ کے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ

اگلے پچھلا سارا گناہ بخش دے۔

کوئی بھی ترجمہ کلام پاک اٹھا کر دیکھئے یہی یا اس طرح کا ملتا جلتا ترجمہ آپ کو ملے گا۔  
 اولاً تو تمہارے واسطے ترجمہ کیا نہایا اگلے پچھلے گناہ ترجمہ کیا ضمیر مخاطب جس کا ترجمہ آپ  
 کے گناہ تھا ہر پ کہ گئے اگر اس کا ترجمہ کرتے تو جو غلط مفہوم وہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کی  
 کوئی راہ نہ تھی ضمیر مخاطب کے ترجمہ کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ یہ ہوتا تھا کہ بخشدے اللہ تمہارے  
 واسطے سے سب تمہارے اگلے پچھلے گناہ اور اس ترجمہ کا پہل ہونا بالکل ظاہر ہے کہ خود آپ  
 کے واسطے سے آپ کے اگلے پچھلے گناہ کو معاف کیا جائے اس طرح کی تحریفات، کلام خداوندی  
 کے ساتھ خیانت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھر کر نص قرآنی کے ساتھ تسخر و مذاق،  
 اعلیٰ حضرت کا زندگی بھر کا معمول رہا ہے۔

## تقویۃ الایمان کتاب کے ایمان جاتا رہتا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ لکھتے ہیں۔

بجو پر بھوکے گمراہ بددین ہونے میں اصلًا شبہ نہیں اور اگر کچھ نہ ہوتا تو صرف اتنا ہی  
 کہ تقویۃ الایمان پر جو حقیقہ تقویۃ الایمان ہے اس کا ایمان ہے یہی اس کا ایمان سلامت  
 نہ رکھنے کو بس تھا۔ (ابناء ص ۱۷۱)

فائدہ :- ہر شخص کو دعوت عام ہے۔ حضرت اسمعیل شہید علیہ الرحمۃ کی کتاب  
 تقویۃ الایمان اٹھا کر دیکھ لے، اس کی ہر بات قرآن و حدیث سے مؤید ہے، جو کچھ وہ  
 کہتے ہیں اس سے پہلے قرآن کی کوئی آیت یا حدیث پیش کرتے ہیں، مگر چونکہ ان بدعت کے  
 متوالوں کو کتاب و سنت سے چڑھ ہے ان کا نام آتے ہی ان کی جان جاتی ہے اس وجہ سے  
 تقویۃ الایمان کے خلاف یہ ایک شور برپا کئے ہوئے ہیں، حالانکہ حقیقت میں یہ ان آیات الہیہ  
 اور احادیث نبویہ کے خلاف ایک شور بدتمیزی ہے جن سے تقویۃ الایمان کا مضمون ماخوذ ہے

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد

## حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

حماد بن زید بڑے پایہ کے محدث تھے، امام ذہبی ان کا ذکر ان الفاظ سے کرتے ہیں۔ الامام الحافظ شیخ العراق ان کے شاگردوں میں عبد الرحمن بن مہدی اور امام بخاری کے شیخ علی بن مدینی جیسے کبار محدثین ہیں۔

ابن مہدی کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر لغت کا عالم نہیں دیکھا، اور نہ فقہ میں ان سے زیادہ با بصیرت کسی کو دیکھا، نیز فرماتے تھے کہ میں نے ان کو سفیان اور امام مالک سے بھی بڑھ کر پایا، ابو عاصم ان کی وفات کے روز کہتے تھے کہ میرے علم میں عالم اسلام میں ایسی مثال نہیں تھی، یحییٰ بن یحییٰ فرماتے تھے کہ میں نے کسی محدث کو ان سے زیادہ حافظ حدیث نہیں پایا۔ امام احمد ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ حماد بن زید مجھ کو حماد بن سلیم سے زیادہ محبوب ہیں، یہ چار ہزار حدیث کے حافظ تھے اور ان احادیث کو وہ بلا کتاب زبانی بیان کرتے تھے۔ قرشی فرماتے ہیں اخذ الفقہ عن ابی حنیفہ، یعنی فقہ کا علم انھوں نے امام ابو حنیفہ سے حاصل کیا تھا۔ مسند امام اعظم میں حضرت امام سے ان کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

حکایات و واقعات ————— محمد ابو بکر غازی پوری

## قیاس صحیح (یعنی صحیح اندازہ)

احمد بن طولون اپنے وقت کا بڑی جاہ و حشمت والا حکمران تھا، مصر کے اطراف میں اس کی حکومت تھی، شام اور دمشق پر بھی اس نے حکومت کی تھی۔  
یہ اپنے وقت میں، تدبیر، حکمت، سیاست، عقلندی، فراست، شجاعت و بہادری سماعت جیسے اوصاف بھی بے نظیر تھا، دیندار بھی تھا، اور جابر و ظالم بھی تھا، دینداری کا قصہ یہ ہے کہ اس نے مصر کے باہری حصہ میں اس زمانہ میں ایک لاکھ دینار میں جامع مسجد بنوائی تھی۔  
اور ظلم کی بات یہ ہے کہ اس نے جن لوگوں کو بلا وجہ قتل کیا یا اس کی قید میں رہے انکی تعداد اٹھارہ ہزار بتائی گئی ہے۔

ایک دفعہ یہ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا، اس کے دروازہ پر ایک سائل آیا، اس نے اس کیلئے ایک مرغ اور حلوہ بھیجوا دیا، جو غلام کھانا لیکر گیا تھا اس نے اس سے آکر کے کہا کہ سائل ان چیزوں کو پا کر بہت خوش نظر آیا، تو احمد بن طولون نے اس سائل کو اپنے پاس بلوایا، جب وہ ابن طولون کے سامنے کھڑا ہوا تو اس پر ابن طولون کی شخصیت اور اس کے رعب و جلال کا کچھ اثر نہیں تھا، نڈر ہو کر کھڑا تھا، تو ابن طولون نے اس سے کہا کہ تمہارے پاس جو کاغذات ہیں وہ نکال اور سچ سچ سارا واقعہ بیان کر، تو جاسوس ہے، پھر اس نے غلاموں سے کہا کہ کوڑے لاؤ، جب اس آدمی نے دیکھا کہ اب پیٹھ پر کوڑے پڑیں گے تو اس نے اقرار کیا کہ واقعہ وہ جاسوس ہے۔

اس کے دسترخوان پر جو امراء بیٹھے تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ کیا آپ کا یہ جادو تھا؟ تو اس نے کہا کہ جادو نہیں تھا بلکن قیاس صحیح، لیکن صحیح اندازہ تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۲۹۹)

واہ رے سلفی محدث صاحب ماں کے ساتھ یہ سلوک رہا

یعقوب بن سفیان فسوی مشہور محدث، علامہ حافظ حدیث ہیں، طلب علم میں آنا

وامصار لاجچو لگایا، ایک سوٹی سی کتاب بھی تاریخ میں لکھی ہے، جو آجکل چھپ چکی ہے  
 فسوی لوگوں سے اپنے شیوخ کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ بتلاتے تھے، لیکن  
 امام ذہبی لکھتے ہیں۔ لیس فی شیخہ الانحو من ثلاث مائة شیخ فائین  
 باقی؟ ثم فی الذکورین جماعۃ قد ضیعوا، یعنی ان کے شاخ حدیث تقریباً  
 تین سو ہیں، تو بقیہ سات اور کہاں ہیں؟ اور ان تین سو میں بھی ایک بڑی جماعت ضعیفہ کی ہے۔  
 بہر حال یہ سلفی محدث سلفی تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ وما علمت یعقوب  
 الفسوی الا سلفیاً وقد صنف کتاباً بصغیراً فی السنۃ۔ یعنی جہاں تک مجھے  
 علم ہے یعقوب فسوی سلفی تھے۔ ایک چھوٹی سی کتاب بھی سنت کے بارے میں لکھی تھی۔  
 ان کا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص حمزہ نامی محدث تھے، وہ ان سلفی محدث صاحب کی خدمت  
 میں دستبرد زمانہ کے مطلق سفر کر کے حدیث سننے کیلئے گئے، اور یہ بیچارے جو دروازہ کا سفر  
 کر کے آئے تھے چھ مہینہ ان کی چوکھٹ پر جمے رہے، اور یہ صاحب حدیث سننے میں آنا کافی  
 کرتے رہے، جب چھ ماہ کی مدت گزر گئی تو حمزہ نے ان سے کہا کہ میرا آپ کے یہاں قیام بہت  
 طویل ہو گیا ہے، اور میری والدہ ہیں (جو میرا انتظار کر رہی ہیں) تو یہ محدث سلفی اسکے جواب  
 میں ان سے فرماتے ہیں کہ میں نے تو تیس سال تک اپنی ماں پر دروازہ بند کر رکھا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۰۶)

## روزانہ ایک لاکھ تسبیح پڑھنے والا آدمی

حضرت امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ ابو عبیدہ آجری نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ  
 عمیر بن ہانی مہیا قدری تھا، اور وہ روزانہ ایک لاکھ تسبیح پڑھا کرتا۔  
 لیکن عمیر بن ہانی قد ریا تسبیح کل یوم مائة الف تسبیحة ۳۴۲  
 (سیر اعلام النبلاء)

## ایک اندھے کا اپنے ملک کے وزیر کو جواب

ابوالعینار نامی ایک آدمی تھا، بصرہ شہر میں پلا پڑھا تھا، وزیر اور بادشاہوں کے دربار میں جاتا تھا اور ان کو ہنسی مذاق کی باتیں اور قصے سنا کر انعام ٹھواتا تھا، چالیس سال کی عمر میں اندھا ہو گیا تھا، اپنی ڈاڑھی سرخ خضاب لگا کر خوب لال لال کئے رہتا تھا، ایک دفعہ وزیر کے دیباہیں کئی روز کے بعد پہنچا، تو وزیر نے اس سے پوچھا اتنے دنوں تک کیوں نہیں آئے؟ تو اس نے کہا کہ میرا گھوڑا چوری ہو گیا تھا، وزیر نے پوچھا کہ کیسے چوری ہو گیا؟ تو اس نے کہا کہ میں گھوڑے کے ساتھ نہیں تھا کہ میں جانوں کہ کیسے چوری ہو گیا، تو وزیر نے کہا کہ دوسری سواری پر کیوں نہیں آیا؟ تو اس نے کہا کہ میرے پاس روپیہ نہیں تھا کہ سواری خریدوں، اور میں نے ادھار لے کر کے سوار ہونے کی ذلت کو پسند نہیں کیا اور کرایہ پر اسلے نہیں لیا کہ کرایہ پر دینے والوں کی بدخلقی اور ترش کلائی کو میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۱۰ ج ۲۹)

## اللہ کی طرف سے غیبی مدد

علی بن ابی طاہر ایک شہرہ محدث تھے، ان کے بارے میں سلیمان بن زید فرماتے ہیں کہ یہ ملک شام حدیث کی تحصیل کے لئے گئے تھے، جب وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا تو اپنی نکھی ہوئی حدیث کی کتابوں کو انھوں نے صندوق میں رکھ دیا تھا، صندوق کو پہلے ایسے مادہ سے لپ پوت دیا تھا کہ اس میں پانی کا اثر نہ ہو اور پانی اندر نہ پہنچے، اب انھوں نے سمندر کا راستہ واپسی کے لئے اختیار کیا، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سمندر کے طوفان میں ان کی کشتی ہچکچا کر کھانے لگی، اور اس کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہوا تو انھوں نے کتابوں والے صندوق کو سمندر میں ڈال دیا، پھر طوفان ختم ہو گیا اور کشتی میں بھی بسکون پیدا ہو گیا۔ جب کشتی سے باہر آئے تو سمندر کے ساحل پر بیٹھے تین روز تک اللہ سے دعا کرتے تھے کہ ان کا

مندوق جس کو انھوں نے سمندر میں ڈال دیا تھا واپس ل جائے، تیسرے روز سجدہ میں گر کر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ سے دعا کی کہ اے اللہ اگر میرا علم حدیث کا طلب کرنا محض تیری رضا کیلئے تھا اور تیرے رسول کی محبت کی وجہ سے تھا تو تو مندوق واپس کر کے میرا مدد فرما، اس کے بعد جب سجدہ سے سر اٹھایا تو ان کا مندوق ان کے پاس موجود تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۵۶)

## اسی مرتبہ قرآن ختم کرنے پر اسی ہزار دہم خرچ کیا

ابوبکر محمد بن عبدالرحیم بن ابراہیم اصہبہانی امام القراء شہار کے مہلے تھے۔ ۵۲۹ھ میں انکی وفات ہوئی، پوری زندگی قرآن پڑھنا اور پڑھانا ہی ان کا مشغلہ تھا۔ امام ورش کی قرأت میں یہ اپنے زمانہ کے امام تھے، اللہ نے قرآن کی محبت اور اس کا احترام ان کے دل میں ایسا رکھ دیا تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں نے مصر کی طرف سفر کیا تو میرے ساتھ ہی ہزار دہم تھے جن کو میں نے اسی مرتبہ قرآن ختم کرنے پر خرچ کیا، یعنی ہر ختم پر ایک ہزار دینار اللہ کے راستہ میں اور لوگوں کی دعوت میں یہ خرچ کر دیا کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۵۲)

## اللہ نے سوال کرنے کی ذلت بچالیا

محمد بن ہارون الرویائی، محمد بن جویر الطبری و محمد بن خزیمہ و محمد بن نفرون چاروں محمد نام کے اشخاص شہرہ محدث ہیں، یہ چاروں مصر میں ایک زمانہ میں ایک ساتھ حدیث کی تحصیل میں لگے ہوئے تھے، کچھ مدت کے بعد ان کا سارا مال ختم ہو گیا اور کھانے پینے کیلئے پاس میں کچھ نہیں رہا، پہلے تو بھوک برداشت کرتے رہے مگر جب کئی روز ہو گئے اور بھوک کی وجہ سے ان کا حال بڑا ہو گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ اب لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، مگر لوگوں کے پاس جائے کون؟ تو انھوں نے قرعہ ڈالا کہ جس کا نام نکلے گا وہ جاکر اتفاق سے قرعہ میں پہلا نام محمد بن خزیمہ نکلا، تو انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے ذرا

دو رکعت نماز پڑھنے کی ہدایت دو، انھوں نے نماز شروع کی، ابھی ان کی دو رکعت پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ مصر کے گورنر کا آدمی ان کے پاس پہنچا اور پھر ایک کا نام لے کر پوچھا فلاں کون ہے اور فلاں کون ہے، جب ان لوگوں نے اپنا نام بتلایا تو اس نے ہر ایک کو پچاس پچاس درہم کی ایک ایک تھیلی دی اور کہا کہ گورنر نے خواب میں دیکھا ہے کہ محمدؐ، یعنی محمد نام کے لوگ بھوکے ہیں انکی فوراً مدد کرو، چنانچہ امیر نے مجھ کو یہ تھیلیاں دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے، اور آپ کو تاکید کی ہے کہ یہ مال جب ختم ہو جائے تو امیر کو اس کی اطلاع فوراً ضرور آپ حضرات کریں۔ اس طرح الشہان محمد بن کرام کو سوال کرنے کی ذلت سے بچا لیا۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۰ ج ۱۱)

## ساڑھے تین ہزار کتابوں کو ہاتھ سے لکھنے والا

ابو العرب جس کا نام محمد بن احمد تھا، افریقہ کا رہنے والا تھا، اس کے دادا افریقہ کے امرا میں سے تھے، یہ کثیر التصانیف آدمی تھا، مذاہب فقہیہ کا حافظ اور مفتی تھا، اس کی تصانیف میں سے بعض کتابوں کے نام یہ ہیں۔ طبقات اہل افریقہ، کتاب المحن، کتاب فضائل مالک، کتاب مناقب سمون، اور کتاب التاریخ جو گیارہ جلدوں میں ہے۔

اس کا کہنا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ساڑھے تین ہزار کتابیں لکھی ہیں، مگر محمد بن سمون کی کتاب الامامہ کے دونوں جلدوں کا پڑھنا میرے نزدیک ان تمام کتابوں سے افضل ہے۔ اس کا انتقال ۳۲۳ھ میں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۱۹ ج ۱۲)

## ستر زبان کا جاننے والا اور موسیقی کا ماہر فلسفی

ابونصر فارابی دنیائے منطق و فلسفہ کا مشہور شخص ہے، اس کو فلسفہ اور منطق کا معلم ثانی کہا جاتا تھا، معلم اول ارسطو تھے، اور معلم ثالث ابن سینا تھا۔ فارابی ترکی الاصل تھا، اس کا نام محمد بن محمد بن طرخان بن ازربخ تھا، ذکاوت میں مشہور زمانہ تھا، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ستر زبان کا عالم تھا، اور موسیقی کے فن کا



بہت بڑا ہر تھا، ایک دفعہ سیف الدولہ کے دربار میں گیا اور صدر مجلس میں بیٹھا اور اس نے گانے بجانے کا سامان نکالا، اور گانے لگا اس کے گانے سے ساری مجلس پر طرب و مسرت کا نشہ چھا گیا، پھر اس نے اپنا راگ بدلاتا تو سارے مجلس والے سو گئے، حتیٰ کہ دربان بھی سو گیا پھر یہ اٹھا اور چپلا گیا کسی کو پتہ بھی نہیں چلا۔

اس کا انتقال دمشق میں ۳۳۹ھ میں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۳۲ ص ۱۶۷)

## سورہ یس کی برکت

ابوبکر بن داؤد صوفی زاہد و عابد آدمی تھے، نیشاپور کے رہنے والے تھے، اولیاء اللہ میں ان کا شمار ہوتا تھا، یہ فرماتے ہیں کہ بصرہ میں جس زمانہ میں قحط پڑا تو میں نے چالیس روز میں صرف ایک روٹی کھائی۔ جب مجھے بھوک لگتی تو میں آسودہ ہونے کی نیت سے سورہ یس پڑھا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے میری بھوک ختم کر دیتا تھا۔

ان کی وفات ۳۴۲ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ص ۳۵ ج ۱۲)

## دعا کی تو آنکھ چلی گئی پھر دعا کی تو آنکھ واپس ہو گئی

ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم اذری دمشقی کے شیخ تھے، اور استجاب الدعوات بزرگ تھے، فرماتے تھے کہ میں نے اللہ سے دعا کی میری آنکھ چلی جائے، تو میری بینائی ختم ہو گئی، لیکن میں نے دیکھا کہ بینائی کے چلے جانے سے مجھے وضو کرنے میں دقت ہو رہی ہے تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ میری بینائی واپس ہو جائے تو اللہ نے میری آنکھ لوٹا دی۔ اذری کا انتقال ۳۴۴ھ میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء، ص ۶۹ ج ۱۲)

## بحوری کا اعتراف

ابو سہل احمد بن محمد بن عبد اللہ ثقہ محدث اور عراق کے بڑے علماء میں سے تھے۔

تہجد اور تلاوت کلام اللہ کے پابند تھے، کثرتِ تلاوت کی وجہ سے قرآن کے گویا حافظ ہو گئے تھے۔ مزاج میں مذاق تھا، ان کے بارے میں علی بن نصر فرماتے ہیں کہ ایک دفع ہم ان کے پاس تھے، ان کے سامنے ایک چھری تھی، ایک آدمی اس چھری کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا، تو احمد بن محمد نے اس سے کہا کہ کیا ارادہ ہے، تم کیوں اس کو اس طرح دیکھ رہے ہو، کیا تیرا ارادہ اس کی چوری کرنے کا ہے، جیسا کہ میں نے اس کی چوری کی تھی، میں نے اس چھری کو امام بغوی کے پاس چرایا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۹۲)

### ایک سو تین بیچ کا عمامہ باندھنے والا محدث

ابو اسحق بن علی، بھی امام حدیث تھے، اپنے زمانہ میں سند و وقت کہلاتے تھے، سو سال سے زیادہ عمر میں ان کی وفات ہوئی، اور اخیر تک ہوش و حواس بجا اور کامل تھے۔ عبدالرحیم بن احمد بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے بھی کسی کو دیکھا کہ اپنے سر پر عمامہ کو ایک سو تین بیچ دیا، تو میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ ان کی عمر ایک سو تین سال ہوگی۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۹۶ ج ۱۲)

ص ۶۴ کا بقیہ :-

باپ - جی بیٹا، فقہ حنفی کو سمجھنے کے لئے سطھی علم کافی نہیں ہے، وہ بڑا لکڑھٹا ہے۔  
بیٹا - ابا جی تو ہمارے لوگ اس فقہ کے خلاف کیوں دشمنی پالے ہوئے ہیں۔  
باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## نمارسلفیت

شیخ جن اور شیخ کلو کی تکرار  
بابت ایک مسمیٰ ستو مہر پر

بیٹا۔ اباجی  
باپ۔ جی بیٹا  
بیٹا۔ اباجی، آج تو شیخ کلو حفظ اللہ اور شیخ جن حفظ اللہ میں خوب خوب تکرار ہوئی  
اور یہ تکرار مسجد میں ہوئی۔

باپ۔ کیا ہو بیٹا، ان دونوں میں بڑی گاڑھی جھینتی تھی، شیخ کلو کی لڑکی کا نکاح  
گزشتہ جمعہ کو شیخ جن حفظ اللہ نے پڑھایا تھا، لڑکی کا مہر ایک مشیت  
مقرر کی تھی اور کہا تھا کہ میں مہر کی اس سنت کو زندہ رکھنے کے فقہ حنفی کو دفن کرنا ہے  
بیٹا۔ جی اباجی، شیخ جن حفظ اللہ کی بھی ایک لڑکی صفیہ نام کی ہے، اس کی نسبت  
شیخ کلو کے لڑکے سعد سے دو برس سے طے تھی، اب شیخ جن اپنی لڑکی کا نکاح  
شیخ کلو حفظ اللہ کے لڑکے سے نہیں کرنا چاہتے۔

باپ۔ کیوں بیٹا، یہ نسبت تو ہمارے سامنے طے ہوئی تھی شیرینی بھی بٹ چکی ہے  
اب شیخ جن حفظ اللہ کیوں انکار کر رہے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی، شیخ کلو نے کہا کہ میرے لڑکے کا نکاح بھی اتنے ہی مہر پر ہوگا، یعنی

ایک مٹھی ستوپر جیسا کہ آپ نے میری لڑکی کا ایک مٹھی ستوپر اپنے لڑکے سے نکاح کیلئے تو شیخ جن انکار کر رہے ہیں کہ ایک مٹھی ستوپر میری لڑکی کا نکاح نہیں ہوگا، بلکہ ہر بیس ہزار نقد پر ہوگا، ورنہ نسبت ختم، اسی بات کو لے کر دونوں میں خوب خوب تکرار ہوئی۔ شیخ کلو کا کہنا تھا کہ ہماری لڑکی کا ہر ایک مٹھی ستوپر تم نے اپنے لڑکے سے کیا تو تم کو اسی مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح کرنے سے اب انکار کیوں ہے۔ کیا اب سنت زندہ نہ ہوگی اور فقہ حنفی دفن نہ ہوگا۔

باپ۔ بیٹا شیخ کلو کی بات برحق ہے، ایک مٹھی ستوپر جیسا انکی لڑکی کا نکاح از روئے حدیث ہوا تو شیخ جن کو اس سے انکار کیوں ہے، حدیث میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر میں مٹھی بھر ستوپر یا مٹھی بھر کھجور دیدیا تو اس نے بیوی کو حلال کر لیا، ہمارے یہاں ایک مٹھی ستوپر ایک مٹھی جو ایک مٹھی کھجور، دسہ کی ایک انگوٹھی، ہر میں دو جوتی۔ ان چیزوں سے بیوی حلال ہو جاتی ہے اور ان سب چیزوں کا مہر مباح حدیث سے ثابت ہے، بلکہ اگر کسی نے کچھ نہیں دیا صرف قرآن کی دو ایک آیت بیوی کو سکھلا دی اس سے بھی بیوی حلال ہو جاتی ہے، اس کا بھی ذکر حدیث میں ہے، تو اب شیخ جن کو ازراہ شرافت اپنی لڑکی کا نکاح شیخ کلو کے لڑکے سعد سلمہ سے ایک مٹھی ستوپر کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے، ہمارے اہل حدیث ہونے کا یہی تقاضا ہے۔

بیٹا۔ اباجی مگر میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی کہ قرآن میں تو مہر کے بارے میں صاف ارشاد ہے ان تبتغوا بما واکم جس کا حاصل یہ ہے کہ نکاح میں مہر مال ہونا چاہئے تو کیا ایک مٹھی ستوپر قرآن کی ایک دوسری کھانا عرفاً یا شرعاً مال ہے کہ ان کو مہر مقرر کیا جائے؟ یہ تو قرآن کی صریح

مخالفت ہے۔

باپ۔ بیٹا، حدیث میں جیسے ہے تو جائز ہے۔

بیٹا۔ اباجی تو کیا حدیث میں وہ بات ہوگی جو قرآن کے مرتج مخالف ہو یہ تو قرآن اور حدیث میں زبردست ٹکراؤ ہے۔

باپ۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو کیا ہمارے علماء قرآن و حدیث سے جا مل سکتے ہیں کہ

یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اور انھوں نے ایک مٹھی ستو کو مہربانا جائز رکھا۔

بیٹا۔ اباجی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح ایک مٹھی ستو

یا قرآن کی دو تین آیتیں سکھانے پر کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

صحابہ نے اتنا مہر پر اپنی بیٹیوں کا نکاح کیا تھا، حضرت ابو بکر صدیق نے،

حضرت عمر فاروق نے، حضرت عثمان غنی نے، حضرت علی داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یا اور کسی

صحابی نے اتنا مہر یعنی ایک مٹھی ستو، یا ایک مٹھی کھجور پر اپنی صاحبزادیوں کا نکاح

کیا تھا، یا تابعین و تبع تابعین میں اس کا رواج تھا؟

باپ۔ بیٹا تم نے تو ہماری آنکھ سے پردہ ہٹا دیا، واقعی یہ قابل غور نکتہ ہے۔ اگر ایک

مٹھی ستو پر نکاح سنت ہوتا تو صحابہ و تابعین میں اس کا رواج ضرور ہوتا۔

بیٹا۔ اباجی اس قابل غور نکتہ پر ہمارے ائمہ حدیث غلامانہ غور کیوں نہیں کیا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

سلفی گھرانوں میں ہنگامہ  
شیخ جن نے مردہ کا گوشت قربانی کے گوشت کے نام پر تقسیم کیا

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی آج بقر عید کا دن ہے، اور محلہ میں ہنگامہ مچا ہوا ہے، شیخ جن حفظہ اللہ

کو لوگ بُرا بھلا کہہ رہے ہیں اور ان کا بھیجا ہوا قربانی کا گوشت ان کے گھر واپس کیا جا رہا ہے۔

باب - ہوا کیا بیٹا۔ شیخ جن کے گھر کا قربانی والا گوشت لوگ کیوں واپس کر رہے ہیں بیٹا۔ اباجی، شیخ جن نے ابکی دفعہ قربانی کیلئے گائے خریدی تھی، گائے بظاہر خوب تندرست تھی، اس کی قربانی جو ہوئی تو اس کے پیٹ سے مراہ ہوا بچہ نکلا، شیخ جن حفظہ اللہ نے اس کا گوشت بھی کھوا کر تقسیم کر دیا ہے، ہنگامہ اسی پر ہے کہ شیخ جن نے مردار کا گوشت تقسیم کیا ہے، لوگ شیخ جن کے گھر جمع ہو گئے اللہ خوب خوب ہنگامہ کیا۔

باب - شیخ جن حفظہ اللہ تو بڑے اللہ والے ہیں ایسی حرکت انھوں نے کیوں کی؟ بیٹا۔ شیخ جن لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ قربانی کے جانور سے مراہ ہوا بچہ نکلے تو وہ حلال ہے، اس کے ماں کی قربانی ہو گئی تو اس مردہ کی بھی قربانی ہو گئی اب وہ مردار حلال ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے، ائمہ حدیث مذہب میں یہی مسئلہ ہے اور یہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہے۔ زکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امہ، حضور کا ارشاد ہے یعنی پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی قربانی اس کے ماں کے قربانی ہے۔ مگر لوگ شیخ جن حفظہ اللہ کا بھیجا ہوا مردار کا گوشت کھانے کو تیار نہیں ہیں، شیخ کلو حفظہ اللہ تو سخت طیش میں ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں مردار کو حرام قرار دیا گیا ہے تو وہ حلال کیسے ہو جائیگا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے حومت علیکھ المیۃ یعنی تم لوگوں پر مردار کو حرام کیا گیا ہے، تو خدا نے جس چیز کو حرام کیا ہو وہ حلال کیسے ہو گی۔ شیخ کلو کہتے ہیں کہ ہمارے سب سے بڑے عالم حضرت ابن حزم ہیں۔ وہ صاف صاف فرماتے ہیں کہ لوصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقنابہ مسارعین دان لم یصح عنہ فلا یحل تولث القرآن لقل قابل او قائلین .... المعلى ۲۹۲۔

یعنی ابن حزم فرماتے ہیں کہ اگر اس مسئلہ میں نبی علیہ السلام سے صحیح طور پر کچھ ثابت ہوتا، تو ہم دور کر اس قول کو لیتے لیکن جب آپ سے اس مسئلہ میں صحیح طور پر کچھ ثابت نہیں ہے تو کسی ایک دو کے کہنے کی وجہ سے قرآن کا ترک کرنا حلال نہیں ہوگا۔  
 بیٹا۔ شیخ کلو کی بات تو بڑی مضبوط ہے، جس چیز کو قرآن حرام کہے اسے حدیث حلال کیوں کر بے گئی۔ حدیث میں تو قرآن کی تشریح ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی مخالفت۔ اگر ہم نے یہ سلسلہ جاری رکھا کہ جو قرآن میں حرام ہے اسے حدیث سے جائز قرار دیا تو لوگ قرآن و حدیث دونوں سے برگشتہ ہو جائیں گے اور اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیں گے۔

بیٹا۔ اباجی شیخ جمن حفظہ اللہ جو حدیث پیش کر رہے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟  
 باپ۔ بیٹا اس کا جواب تو علامہ ابن حزم نے دے دیا یعنی وہ فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

بیٹا۔ اباجی، اس بارے میں اخاف کا کیا مذہب ہے؟  
 باپ۔ بیٹا ان کے یہاں بھی جانور کے پیٹ سے نکلا ہوا مردہ بچہ مردار ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

بیٹا۔ تو کیا علامہ ابن حزم کی طرح اخاف نے بھی اس حدیث کو رد کر دیا ہے۔  
 باپ۔ بیٹا چلے ہمارے لوگ مائیں یا نہ مائیں اخاف کے یہاں احادیث کا بڑا احترام ہوتا ہے، وہ کسی حدیث کو رد کرنے کے بجائے اگر قرآن و حدیث میں بظاہر تعارض ہو رہا ہوتا ہے تو وہ حدیث کا ایسا مطلب بیان کرتے ہیں کہ یہ ٹکراؤ ختم ہو جائے اور قرآن و حدیث دونوں کا حکم اپنی اپنی جگہ پر باقی رہے اور اگر دو حدیثوں کے درمیان تعارض ہوتا ہو تو کسی ایک حدیث کو رد کرنے کے بجائے وہ دونوں حدیثوں کا ایسا معنی لیتے ہیں کہ دونوں حدیثیں اپنی جگہ پر باقی رہیں اور ان دونوں پر عمل ہو، انہما اخاف کی یہی کوشش ہوتی ہے، اسلئے ان کے یہاں ایسا

بہت کم اور تشاؤ و نا در حالت میں ہوتا ہے کہ وہ حدیث کو رد کریں، یہ فقہائے  
 اخاف اور فقہ حنفی کا طرہ امتیاز ہے۔ اب دیکھو زکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امہ کو  
 تو ابن حزم نے رد کر دیا کہ وہ قرآن کے خلاف ان کو نظر آئی مگر ائمہ اخاف کہتے  
 ہیں کہ زکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امہ کا تعلق مردہ جنین سے نہیں ہے بلکہ اس کا  
 مطلب یہ ہے کہ اگر جانور ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا  
 تو اس کی قربانی بھی اسی طرح سے ہوگی جس طرح اس کی ماں کی قربانی ہوئی  
 ہے۔ یعنی اس کو بھی ذبح کیا جائے گا جیسا کہ اس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہے  
 یہ حضور کا بلیغ کلام ہے جس میں حرف تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور  
 یہ استعمال عام ہے، ہمارے یہاں اردو میں بھی کہا جاتا ہے زید شیر ہے  
 یعنی شیر کی طرح ہے، حامد حاتم ہے، یعنی حاتم کی طرح ہے، اسی طرح حضور  
 کا یہ ارشاد ہے۔ زکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امہ اسی کو زکوٰۃ امہ یعنی جنین کا ذبح کرنا  
 اس کی ماں کے ذبح کرنے کی طرح ہے۔ جیسے اردو میں حرف تشبیہ ”طرح“  
 کو حذف کر دیا جاتا ہے، اسی طرح عربی میں کاف جو عربی میں تشبیہ کیلئے  
 ہوتا ہے اس کو حذف کر دیا جاتا ہے، تو اب اخاف نے یہاں دو باتیں  
 کہی ہیں، ایک یہ کہ اس حدیث کا تعلق پیٹ سے نکلے ہوئے مردہ بچہ سے  
 سے نہیں ہے بلکہ زندہ سے ہے، اور دوسری بات یہ کہ یہ ہے کہ حضور کے ارشاد  
 کا مطلب یہ ہے کہ اس بچہ کو بھی جب وہ زندہ ماں کے پیٹ سے نکلا ہے  
 اسی طرح ذبح کیا جائے گا جس طرح اس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہے۔ اب  
 دیکھو نہ حدیث کو ائمہ اخاف نے رد کیا اور نہ حدیث کا جو انھوں نے مطلب  
 بیان کیا ہے اس کی روشنی میں قرآن و حدیث میں تعارض رہا، اور نہ کسی کو مردہ  
 کا گوشت کھانا پڑا۔

بیٹا۔ اباجی فقہ حنفی میں اتنی گہرائی ہے؟



مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا اردو ماہی دینی و علمی مجلہ

شمارہ ۵

جلد ۱۲



رمضان ، شوال

۱۴۳۰ھ

سالانہ چندہ — ۸۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی دوستوں پر سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر ممالک سے وٹس فالو امریکی

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل سید غازی پور۔ پوری

موبائل نمبر: 94534 97685

23 3001

پین کوڈ

محمد اجمل مفتاحی مسو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

## فہرست مضامین

ردیف	مذہب	ادبیہ
۴	مدیر	ادبیہ
۶	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۹	" "	مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں
		اور مولانا مودودی
۲۷	محمد عبداللہ غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۳۴	محمد ابو بکر غازی پوری	کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقہ حنفی کے مقلد بن گئے؟
۴۰	" "	نقطہ اور اس کا جواب
۵۱	" "	طریقہ نماز احادیث و آثار کی روشنی میں
۵۲	" "	ہندوستانی نشاۃ ثانیہ میں قدیم دہلی کالج کا کردار
		ایک دستاویزی کتاب
۵۵	" "	ایمان العباد
۵۸	مولانا محمد انوار احمد اکاڑوی	قربانی کے دو مسئلے
۶۰	طہ اشیرازی	خمار سلفیت

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چین میں گزشتہ دنوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا، جیلوں کو ان سے بھرا گیا، ہزار ہا لوگ ظالموں کے ہاتھوں زخمی ہوئے، اور پوری دنیا نے اسلام میں اس کے خلاف صدائے برخواستہ دی، کسی ایک مسلمان ملک نے چینی حکومت کے اس ظلم کے خلاف منہ نہیں کھولا یہ ہماری بد بختی، بے حسی بے غیرتی اور بے حمیت کی انتہا ہے، چین اور روس میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہے، مگر مسلمانوں کو ان دونوں ملکوں میں ایسا دبا کر رکھا گیا تھا کہ مسلمان اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا موت کے منہ کو گلے لگانا تھا۔ ادھر کچھ آزادی ملی تھی، مگر یہ آزادی بھی برائے نام تھی، روس نے تو اپنے استبداد کا یہ مزہ چکھا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا اور اس کی تانا شاہی جاتی رہی۔

چین کی ابھی یہ حالت نہیں ہوئی ہے، اور وہ بظاہر ایک بڑی طاقت بن کر ابھر رہا ہے، مگر ظلم بے رحمی اور ظلم کی چکی بہت دنوں تک نہیں چلتی، ظالم ایک ایک روز اپنے انجام کو پہنچتا ہے، اس کی مثال ہمارے سامنے امریکہ ہے، جو طاقت کا باوا آدم کہلاتا ہے اور دنیا کا سب سے بڑا غنڈہ ملک ہے۔ جس کے سابق صدر شیطان صفت بش نے عراق اور افغانستان کو کھنڈروں میں تبدیل کر دیا ہے، لاکھوں انسانوں کو کم برب سا کر ہلاک کر دیا ہے، آج وہ بش ذلت و گنہائے کی زندگی گزار رہا ہے، اور ہر طرف سے اس پر تھوکتی کجباری ہے، موجودہ صدر اوباما بھی بش کی راہ پر گامزن ہے، اس کا بھی نشانہ

یہی انجام ہوگا، آج امریکہ اقتصادی اعتبار سے بدترین دور سے گزر رہا ہے، سینکڑوں جنگ دیوالہ ہو گئے ہیں، امریکیوں پر فقر و فاقہ کی تلوار لٹکی ہوئی ہے، اور کب یہ تلوار امریکہ کا کام تمام کر دے ہم اس کا دن کا انتظار کر رہے ہیں، وہ دن آئے گا اور انشاء اللہ ضرور آئے گا۔  
چین میں مسلمانوں کا جس بے دردی سے قتل ہوا ہے، وہ بھی ظلم کی بدترین مثال ہے، مظلوموں کی آہ اپنا اثر دکھاتی ہے، وقت لگتا ہے مگر قدرت اپنے وقت پر ظالموں سے انتقام لیتی ہے، چین کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔

اور جہاں تک بات ہے اس ظلم پر مسلمان ممالک کی خاموشی کی تو عیاشیوں میں پلنے والے حکمران اور مغربی تہذیبوں میں ڈوبے رہنے والے تحت و تاج کے مالکوں میں دینی حس اور دینی غیرت کو تلاش کرنا پے و قوفی ہے، حماقت ہے، پاگل پن ہے، اور فسق یہ ہے کہ ہم سے یہ بے وقوفی وقتاً فوقتاً صادر ہو ہی جاتی ہے۔  
ہمیں تو اب صرف اپنے مالک و خالق پر نظر رکھنی چاہئے کہ وہی بہترین تدبیر کرے والا اور بہترین انتقام لینے والا ہے۔

آپ کا مجلہ زمزم اس وقت بدترین اقتصادی مار کا شکار ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس کو کیسے باقی رکھا جائے، طباعت و کاغذ کی گرانی نے ہمت توڑ رکھی ہے۔  
بقایا جات وصول نہیں ہو رہے ہیں، زمزم کی اشاعت بہت کم ہو گئی ہے، مکتبہ کی کتابیں ختم ہیں ان کو دوبارہ شائع کرنے کیلئے رقم نہیں ہے، بعض کتابیں دوسروں کو شائع کرنے کیلئے دیں تو کتابوں کے کچھ نسخے صرف وصول ہوئے، مسائل غیر مقلدین، اور غیر مقلدین کی ڈائری کی نئی اشاعت ہوئی ہے مگر ان سے رقم حاصل نہیں ہوئی، ان کتابوں کے چند نسخے ان سے ملے، پاکستان سے جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں ان مخلصین کا معاملہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے۔ ان سے پیسے نہیں مل پارہے ہیں۔

ایسی حالت میں تراجم کا باقی رہنا بہت مشکل ہے، الایہ کہ مردے از غیب بر خیزد و کارے کند۔

۵  
 میں قارئین زرم سے اور خصوصاً ان لوگوں سے جن کے ذمہ زرم کا بقایا ہے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اور زرم کا بقایا ادا کر کے اور اس کی مالی امداد کر کے اس کو زندگی بخشیں، یا پھر وہ فیصلہ کر دیں کہ زرم کی اب ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔ اس کا کام پورا ہو گیا ہے۔

۵۴ کا بقیہ :-

اپنے موضوع پر بہت جاندار، دلچسپ، اور معلومات آفریں ہے۔  
 کتاب کے شروع میں ڈاکٹر صاحب نے کتاب کو اپنے والدین کی نذر کرتے ہوئے جو ایک شعر لکھا ہے، اس کا پہلا مصرع قابلِ توجہ ہے۔ شاید ”ہے“ کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔  
 ہے وہی دن جس میں ان کی محبت کا مقام ”مصرع اس طرح ہوگا“ ہے وہی دن جس میں ہے انکی محبت کا مقام ”

حیدر آباد، دہلی اور دیوبند کے کتب خانوں سے اس کتاب کو حاصل کیا جاسکتا ہے

مکمل و جمل مفتاحی

## نبوی ہدایات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا میں تم کو آگاہ نہ کروں کہ تم میں برے لوگ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو بکواس زیادہ کرتے ہیں اور چبا چبا کر تکلف سے بات کرتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ان کی اطلاع دوں جو تم میں اچھے لوگ ہیں پھر آپ نے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ (جامع الاصول ص ۳۹۹ ج ۳)

کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ زیادہ بات کرنے کو عقلمندی سمجھتے ہیں اور انکی عادت چبا چبا کر تکلف سے بات کرنے کی ہوتی ہے، عام طور پر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اپنی قابلیت کا اظہار مقصود ہوتا ہے یا اپنی باتوں سے دوسروں کو مرعوب کرنا ہوتا ہے حضور نے اس طرح بات کرنے والوں کو بدترین لوگوں میں شمار کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سادہ انداز میں گفتگو فرماتے تھے، یہی انداز ہم کو بھی اختیار کرنا چاہئے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حسن اخلاق بڑی شئی ہے اور یہ بات اس انسان میں ہوتی ہے جس میں خیر و صلاح کا مادہ ہوتا ہے۔ اچھے اخلاق والوں کو زبان نبوت نے بہترین لوگ بتلایا ہے۔

حضرت حماد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو جھاڑ پھونک کے ان کلمات کو نہ سکھلا دوں جو کے ذریعہ جبریل نے مجھے جھاڑ پھونک کیا تھا۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْكَ دَا اللّٰهُ یَشْفِیْكَ مِنْ كُلِّ دَا ؕ یُعِیْیْكَ -

پھر آپ نے فرمایا کہ ان کلمات کو یاد کر لو یہ کلمات تم کو مبارک ہوں۔

بعض لوگ مطلقاً جھاڑ پھونک سے منع کرتے ہیں اور اسے شرک اور بدعت بتلاتے ہیں، یہ بہت خطرناک بات ہے، جھاڑ پھونک کا ثبوت جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اسے ضلالت اور بدعت بتلانا کتنی بڑی گمراہی ہوگی، ان کلمات جھاڑ پھونک جن میں شرکیہ اور کفریہ کلمات نہ ہوں قطعاً درست اور جائز ہے اور اس کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و عملاً ثابت ہے اسلئے یہ ایک شرعی علاج ہوگا نہ کہ گمراہی اور بدعت کا عمل۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعا

اذان اور اقامت کے درمیان کی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خاص اوقات کے بارے میں بتلایا ہے کہ یہ اوقات دعا کی قبولیت کے اوقات ہیں، انھیں میں سے ایک وقت اذان اور اقامت کے درمیان کا ہے، اس وقت اگر اخلاص کے ساتھ اور حی لگا کر دعا کی جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائیں گے، اسلئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کو قبولیت دعا کا وقت فرمایا ہے، مگر یاد رکھنا چاہئے کہ دعا کے قبول ہونے کے بعض شرائط بھی ہیں اگر وہ شرائط پائے جائیں گے تو دعا انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی، مثلاً کھانا حلال ہو پینا حلال ہو، پہننا حلال ہو، کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے دعا نہ کی جائے، قلب کا حضور تام ہو وغیرہ شرطوں کے پائے جانے کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، ویسے اللہ کی رحمت کی دست کا کوئی اندازہ نہیں، بلا ان شرطوں کے بھی وہ دعا قبول کر لے۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو

تاریکیوں میں مسجد کو چل کر جلتے ہیں ان کو قیامت کے روز ایک چمکتی ہوئی روشنی کی بشارت سناؤ، یہ روشنی ان کے سامنے ہوگی اور انکے دائیں بائیں ہوگی۔

تاریکی میں پیدل چل کر مسجد میں پہنچنا اور جماعت سے نماز ادا کرنا بظاہر دشوار عمل ہے، لیکن یہ اتنا بڑا عمل ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشارت سناتے ہیں کہ دنیا میں اس مشقت کو برداشت کر نیوالوں کیلئے قیامت کے روز اللہ ایک تیرہ سو گنا پیدافرماؤں گے جو ان کے سامنے کی جانب کو اور دائیں بائیں کی جانب کو روشن کرے گی۔ یہ گویا دنیا کی تاریکی جھیل کر مسجد میں پہنچنے والوں کیلئے اللہ کی طرف سے انعام ہوگا اور یہ روشنی ان کے لئے پہچان بنے گی کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو شب تاریکی میں بھی مسجد میں پہنچ کر نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام تھا۔

درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نماز باجماعت کی اہمیت کو بتلانے کیلئے ہے اور یہ بتلانے کیلئے ہے کہ خواہ مانع چھوٹا ہو یا بڑا اس کو نماز باجماعت کے ترک کرنے کا بہانہ نہیں بنانا چاہئے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ یہ ارشاد پاک نقل کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاوجہ اگر عورت اپنے شوہر سے طلاق کو طلب کرے تو وہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گی، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہوگی۔

آج کل مسلمان خاندان میں بھی یورپی اقوام کا یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ عورت بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، عربوں میں تو اس کا عام رواج ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر عورت عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے، اور قاضی کے ذریعہ شوہر سے طلاق حاصل کرتی ہے، اس سے اولاد کی تربیت پر کتنا برا اثر پڑتا ہے اور معاشرہ کیسا بگڑتا ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سخت وعید کے ذریعہ مسلمان عورتوں کو منع کیا کہ بلاوجہ وہ طلاق حاصل کرنے کا شوق نہ پالیں۔



جلد ۱۔ جمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

قسط ۲۲

# مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں

اور

## مولانا مودودی

حضرت عمرو بن العاص کی معزولی پر مصریوں کی برہمی | حضرت عمرو بن العاص نے

مصر فتح کیا تھا حضرت عمر نے ان کو مصر کا عامل مقرر کیا تھا، لوگ ان سے خوش تھے، انھوں نے حسن تدبیر اور انتظامی صلاحیتوں سے مصر کو ہر حیثیت سے مستحکم کر دیا تھا لیکن مصر میں بھی سبائیوں کا گروہ اپنا کام کر رہا تھا بلکہ مصر سازش کا سب سے بڑا مرکز تھا، یہاں خارجیوں اور سبائیوں کا ایک گروہ جس کو حضرت عمر ابن العاص کی وجہ سے کھل کر اپنی شورش پھیلانے اور لوگوں کو درغلانے کا موقع نہیں مل پاتا تھا، وہ حضرت عمرو بن العاص کے خلاف خلیفہ وقت کے پاس شکایتیں بھیجتا اور ان کی شدت اور سختی کا شکوہ کرتا۔ تاہم ان کے خلاف مسلسل شکایتوں کے پہونچنے کی وجہ سے حضرت عثمان بھی ان سے کچھ آزرده خاطر ہو گئے اور ان کی جگہ عبداللہ بن سرح کو پورے مصر کا گورنر بنادیا اس سے جہاں سازشیوں کو خوشی ہوئی وہیں عام مصریوں کو حضرت عمر کا معزول کیا جانا ناگوار ہوا اور اس طرح مصری حضرت عثمان کی مخالفت میں پیش پیش ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص کی معزولی انھیں سبائیوں کی سازش تھی، اس کا تذکرہ ابن کثیر نے کیا ہے چنانچہ البدایہ میں لکھتے ہیں۔

دکان سبب ذلك ان الخواج من  
المصريين كانوا محصورين من عمر  
ابن العاص فجعلوا يعملون عليه  
حتى شكوه الى عثمان لينزعهم  
ويولي عليهم من هواليين من  
فلم يزل ذلك رايهم حتى عزل  
عمر وعنه الحرب وتركه  
على المملوّة۔

(البدایہ ص ۱۷۰ ج ۷)

حضرت عمرو بن العاص کی معزولی کا سبب یہ  
بات تھی کہ مصریوں میں سے جو خوارج تھے انکی  
حضرت عمرو بن العاص نے محصور کر رکھا تھا،  
چنانچہ انھوں نے حضرت عمر کے خلاف الزامات  
گھٹنے شروع کئے یہاں تک کہ انھوں نے حضرت  
عثمان سے شکایت کی کہ انکو ہٹا کر ان سے نرم خو  
انسان کو ان کا حاکم بنایا جائے، یہ ان کا طوط  
یعنی حضرت عثمان سے حضرت عمرو بن العاص کی  
شکایت) برابر پایاں تک کہ حضرت عثمان نے  
ان کو جنگ کے عہدہ سے معزول کر کے صرف نمازی پر  
باقی رکھا۔

اب ان کی جبکہ جنگ یا خراج کی ذمہ داری عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو سونپی  
گئی لیکن خوارج نے اپنی سازشوں اور اپنی لگائی بجھائی کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک  
کہ حضرت عمر اور عبداللہ بن سعد میں بھی چشمک شروع ہو گئی اور حضرت عثمان کو مجبوراً  
پورا مہر عبداللہ بن سعد کی امارت میں دیدینا پڑا اور انھوں نے حضرت عمر کو اپنے پاس مدینہ  
بلالیا۔ (البدایہ ص ۱۷۰ ج ۷)

اگرچہ خوارج اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے لیکن عام اہل مہر نے عبداللہ بن سعد  
کو پسند نہیں کیا، اور حضرت عمرو بن العاص کو معزولی سے وہ بہت دل برداشتہ ہوئے  
اور انکی جبکہ عبداللہ بن سعد کو وہ کسی طرح گوارا نہ کر سکے۔

دکھلا اہل مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بعد عما بن العاص (البدایہ ص ۱۷۱ ج ۷)  
اہل مہر نے حضرت عمرو بن العاص کی جبکہ عبداللہ بن سعد کو پسند نہیں کیا۔

نیز اصر حضرت عبداللہ بن سعد نے اپنی توجہ مصر لیں اور مہر سے زیادہ افریقہ کی

جنگ اور اس کی فتوحات پر مبذول رکھی مہر والے اس کے بھی شاکی تھے نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان کے خلاف مہر لیا کی ایک جماعت جس میں اتفاق سے بعض صحابہ کرام کے مہاجر زادے بھی تھے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے حضرت عثمان کی معزولی کا نعرہ بلند کر دیا۔  
شام اور عراق، بصرہ اور کوفہ میں بھی سبائیوں کی جماعت اپنی سازش میں لگی ہوئی تھی اور حضرت عثمان کے خلاف برابر پروپیگنڈہ جاری تھا۔

ادھر سبائیوں نے یہ کیا کہ حضرت عائشہ کے نام کی ایک فرضی چٹھی لوگوں میں شہر کرنی شروع کی جس میں حضرت عثمان کے خلاف وہی سبائیوں کے بے ہودہ الزامات تھے اور خلافت سے ان کی معزولی کا مطالبہ تھا، اس چٹھی نے لوگوں میں اور بھی اضطراب پیدا کر دیا۔ سبائیوں کی اس حرکت کا ذکر طبقات میں ہے۔

ابن سعد مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے حضرت عثمان کے قتل پر فرمایا۔

تو کتموہ کالتوب اتقی من الناس  
ثم توبتموہ تذب حونہ کمایذبح  
الکبش ہلا کان قبل ہنا فقال لہا  
مسروق ہذا عملک انت کتبت  
الی الناس تا منہم بالخ وج الیہ  
قال۔ قالت عائشہ والذی امن  
بہ المؤمنون وکفایہ الکفرون  
ما کتبت الیہم لبوداء فی بیضاء  
حتی جلست مجلسی ہذا قال  
الا عشی فکانوا یرون انما  
کتبت علی لسانہا (طبقات ۵/۳۴)

تم نے ان کو صاف ستھرے کپڑے کی طرح بنایا  
پھر تم نے ان کو ذبح ہونے کے لئے پیش کر دیا  
جیسے سینڈھا کو ذبح کیا جاتا ہے اگر یہ کرنا تھا تو  
پہلے ہی کیوں نہیں یہ کام ہوا مسروق نے کہا کہ یہ  
سب تو آپ کا عمل ہے آپ ہی نے لوگوں کے پاس  
لکھا اور ان کو حضرت عثمان کے خلاف نکلنے پر آمادہ  
کیا اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا ہرگز نہیں اس  
خدا کی قسم جس پر ایمان لانے والے ایمان لائے اور  
جس کا انکار کرنے والوں نے انکار کیا میں نے اس بارے  
میں سیاہی اور کاغذ کا کوئی استعمال نہیں کیا راوی  
حضرت عائشہ فرماتے ہیں کہ لوگ سمجھنے لگے تھے کہ

حضرت عائشہ کے نام سے یہ خط لکھے گئے ہیں۔  
 غرض سازشیوں نے حضرت عثمان کے خلاف ایسا فتناک جال بن دیا تھا کہ اس  
 میں اچھے اچھے لوگوں کا پھنس جانا عین ممکن تھا اور یہی ہوا۔ اور پھر حضرت عثمان کے خلاف  
 ان سازشیوں نے بہت سی معتد شخصیتوں کو اپنے ساتھ شریک کر لیا اور مدینہ پر چڑھائے  
 اور حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

چالیس روز تک محاصرین نے اس مظلوم خلیفہ رسول کو محاصرہ  
**محاصرہ کی مدت** میں رکھا، اور ان کا دانہ پانی بند کر دیا، باہر کا کوئی آدمی ان سے  
 ملاقات نہیں کر سکتا تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ حضرت علی نے حضرت عثمان سے ملاقات کرنی چاہی  
 لیکن ظالموں نے ان کو بھی روک دیا۔ (طبقات) مدینہ میں عجیب افراتفری تھی بیشتر  
 صحابہ ایام حج قریب ہونے کی وجہ سے مکہ تھے، صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت غزوات  
 پر تھی۔ مدینہ میں جو لوگ تھے حضرت عثمان کے دباؤ کی وجہ سے کچھ کہ نہیں پارہے تھے،  
 البتہ بعض صحابہ کرام نے اپنے صاحبزادوں کو حضرت عثمان کی حفاظت کیلئے بھیج دیا  
 تھا، نیز بعض جلیل القدر صحابہ خود بھی محاصرین کو روکنے کیلئے وہاں موجود تھے۔  
 استیعاب میں ہے۔

۱۔ اور ابن کثیر کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف حضرت عائشہ ہی نہیں بلکہ اور بھی دوسرے صحابہ کرام  
 کے نام سے جھوٹے خط لکھ کر یہ سازشی مختلف امداد و بلا دیں اپنی سازش کے جال کو مستحکم کر رہے تھے اور حوام کو  
 حضرت عثمان کی خلاف آمادہ پیکار کر رہے تھے۔ اسی روایت کا ذکر کر کے ابن کثیر کہتے ہیں۔

وفی هذا اذ امثالہ دلالة ظاہرہ علی  
 ان هؤلاء قبحہم اللہ زرد علی لسان  
 الصحابہ الی الافاق ویحزنونہم علی  
 قتال عثمان (البدایہ ص ۱۹۵ ج ۱)  
 اس واقعہ اور اس طرح کے دوسرے واقعات  
 پتہ چلتا ہے کہ یہ خوارج اللہ ان کا برا کرے صحابہ کرام  
 کے نام سے جھوٹے خط لکھا کرتے تھے اور لوگوں کو حضرت  
 عثمان کے خلاف جنگ پر ابھارا کرتے تھے۔

حضرت عثمان کے گھرانہ کا دفاع کرنے والوں میں  
مندرجہ ذیل صحابہ کرام تھے۔

عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن سلام، عبداللہ بن  
زبیر، حسن بن علی، ابو ہریرہ، محمد بن طالب  
زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور مروان بن حکم  
بھی ایک جماعت کے ساتھ تھا۔

وكان معاً في الدار من يريد  
الدفع منه عبد الله بن عمر، عبد الله

بن سلام وعبد الله بن زبیر  
وحسن بن علی و ابو هريرة و محمد  
بن حاطب و زید بن ثابت رضی  
الله عنہم و مروان ابن الحكم في

طائفة من الناس۔ (استیعاب ص ۱۴۱)

البدایہ اور بعض دوسری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن کے ساتھ آپ  
کے برادر خوردا اور حضرت علی کے اور خاندان نبوت کے دوسرے شاہزادہ حضرت حسین بھی  
تھے۔ (البدایہ ص ۱۸۱ ج ۷)

محاصرین مدینہ میں ہنگامہ برپا کئے ہوئے تھے  
حضرت عثمان کو ان کے گھر میں مقید کر دیا گیا

## حضرت عثمان کا قتال سے اجتناب

تھا، صحابہ کرام جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے وہ چاہ رہے تھے کہ ان محاصرین کو زبردستی  
مدینہ سے باہر کر دیں اس سلسلہ میں وہ حضرت عثمان سے بات بھی کر رہے تھے، مدینہ میں تنہ  
لوگ تھے کہ وہ محاصرین کو اچھا سبق دے سکتے تھے، خود حضرت عثمان کے گھر میں تقریباً ۷۰۰  
افراد کا مجمع تھا۔ حضرت عثمان کے غلاموں کی جو اپنی جان اپنے آقا کے حکم پر قربان کرنے کو  
تیار تھے ایک بڑی تعداد تھی لیکن حضرت عثمان کسی کو تلوار اٹھانے کی اور حرم نبوی میں قتل و قتل  
کا بازار گرم کرنے کی اجازت کسی طرح نہیں دے رہے تھے جس کے نتیجہ میں صحابہ کرام کچھ نہیں  
پا رہے تھے اور محاصرین حضرت عثمان کے اس صبر و ضبط، نیک خوئی اور نرم روئی سے غلط فائدہ  
اٹھا رہے تھے، حضرت عثمان حرم نبوی میں قتل و قتال سے کتنے مجتنب تھے اس کا اندازہ اندازہ  
ذیل بیان سے ہوگا۔

حضرت زید بن ثابت نے حضرت عثمان سے کہا کہ یہ انصار دروازہ پر موجود ہیں وہ

کہتے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو ایک مرتبہ اور ہم اپنا انصار اللہ ہونا ثابت کریں یعنی اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان محاصرین سے جنگ کریں (حضرت عثمان نے جواب دیا۔ "اما القتال فلا" (طبقات ۴۸) یعنی قتال کی اجازت نہیں۔

عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے محاصرہ کے وقت فرمایا تم میں کا بڑا مددگار وہ ہے جو اپنے ہاتھ اور اپنی تلوار کو روکے رکھے۔ (طبقات)

حضرت عروہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان سے عبد اللہ بن زبیر نے کہا۔  
 قاتلہم فواللہ لقد احل اللہ  
 آپ ان سے قتال کیجئے اسلئے کہ اللہ نے اب  
 لک قاتلہم۔  
 آپ کیلئے لڑنا حلال کر دیا ہے۔

لیکن حضرت عثمان نے ان کو جواب دیا۔

فقال لا والله لا اقاتلہم ابداً  
 نہیں خدا کی قسم میں ان سے قتال نہیں  
 (طبقات) کروں گا۔

یہی حضرت عبد اللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین آپ کے اس گھر میں اتنی جماعت ہے اگر اس سے کم بھی ہوتی تو بھی اللہ کی مدد سے وہ آپ کے دشمنوں پر غلبہ پالیتی آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان سے لڑیں لیکن حضرت عثمان اس پر راضی نہیں ہوئے اور آپ نے فرمایا۔

انشد اللہ رجلاً اھراقاً فی  
 میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ میرے بار  
 دمہ۔ (طبقات)  
 میں اپنا کوئی خون نہ بہائے۔

ابن سیرین کی روایت ہے۔

کان مع عثمان یومئذ فی الدار  
 حضرت عثمان کے ساتھ اس روز خود گھر میں  
 سبع مائۃ لویۃ عوہم لضا بواہم  
 سات سو افراد تھے اگر حضرت عثمان ان کو پکارتے  
 ان شاء اللہ حتی ینخر جوہم من اقطاوا  
 تو سب مل کر اللہ چاہتا تو ان مفسدوں کو  
 منقطع ابن عمر و حسن بن علی و عبد اللہ  
 مار بھگاتے، انھیں میں سے حضرت عمرؓ حضرت حسنؓ

بن نابیو - رطبقات )  
 بن علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر کہتے -  
 ابن کثیر فرماتے ہیں -

” حضرت عثمان نے ان مہاجرین اور انصار سے جو ان کے ساتھ تھے ان کی  
 تعداد تقریباً سات سو تھی ان میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حضرت  
 حسن اور حضرت حسین، مردان اور حضرت ابوسریہ اور آپ کے غلاموں کی  
 ایک بڑی تعداد تھی، اگر حضرت عثمان ان کو چھوڑ دیتے تو یہ لوگ خوارج کو  
 روک دیتے - فرمایا -

” میں ہر اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس کے اوپر میرا کوئی حق ہے کہ وہ اپنا ہاتھ  
 روک لے اور اپنے گھر چلا جائے -

اس وقت آپ کے پاس بڑے بڑے صحابہ اور ان کے مہاجر زادے تھے اور  
 ان کی بڑی تعداد تھی -

نیز حضرت عثمان نے اپنے غلاموں سے فرمایا جس نے اپنی تلوار میان میں  
 رکھ لی وہ آزاد ہے اس طرح اندر سے تو قتل ٹھنڈا پڑ گیا اور باہر سے گم

رہا - (البیہ ص ۱۸۱ ج ۲)

بہر حال آپ نے دیکھا کہ جان نثار اور اکابر صحابہ حضرت عثمان کی حمایت اور آپ کی  
 حفاظت اور محاصرین کی سرکوبی کیلئے تیار تھے اور چاہ رہے تھے کہ ان شریکین کو بستی  
 دیا جائے اور انھیں تلوار کے زور سے مدینہ سے باہر کر دیا جائے اور یہ کرنا بہت آسان  
 تھا اسلئے کہ حضرت عثمان کے پاس اجلائے صحابہ اور ان کے مہاجرادوں کی ایک بڑی  
 تعداد تھی جس میں عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسن و حسین جیسے بہادران اسلام تھے  
 اور ادھر خوارج کی تعداد صرف نو سو تھی چھ سو مہری تھے اور دو سو کو فی اور ایک سو  
 بصرہ کے لوگ -

الذین حصوا و عثمان ستمائة جنھوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تھا

والذین قد اموا من الکوفۃ مائتین جنھوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تھا  
والذین قد اموا من البصرۃ مائۃ وہ چھ سو تھے کوفہ سے آنیوالوں کی تعداد  
راجل (طبقات) دو سو تھی بصرہ والے سو تھے۔

پھر مدینہ کے اور لوگ بھی ان شریکوں کے خلاف آمادہ پیکار تھے اسلئے  
ان کو مدینہ سے باہر کر دینا بہت آسان تھا لیکن حضرت عثمان کو کسی طرح حرم نبوی المدینہ  
رسول میں قتل و قتال کرنا پسند نہیں تھا، نیز اپنے لئے کسی مسلمان کا خون بہانا انھوں نے  
بالکل پسند نہیں کیا، یہ درحقیقت اس صحابی رسول اور خلیفہ رسول کا کیر کڑ اور اس کا طرف  
تھا، ان کو مظلومانہ شہادت پسند تھی لیکن حرم نبوی میں کسی مسلمان کا خون بہے یہ گوارا نہ تھا۔  
محاصرین کو حضرت عثمان کے رویہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ قتال پسند نہیں

**شہادت** کریں گے اسلئے ان کی شرارت پسندی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، حضرت  
عثمان نے ان کو بار بار سمجھایا لیکن وہ کسی بات کو سننے کیلئے آمادہ تھے بس ان کا مطالبہ تھا  
کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں اور یہ حضرت عثمان کو گوارا نہ تھا اسلئے کہ انھوں  
نے ان سے تاکید کی تھی کہ ایک روز آئیگا کہ اللہ تم کو قیص پہنائیں گے، لوگ چاہیں گے کہ تم  
اس قیص کو اتار دو لیکن تم اتارنا تم، نیز ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ ان کی شہادت مقدمہ  
خود اللہ کے رسولؐ نے پیشین گوئی کی تھی اسلئے خلافت سے دست بردار ہونا اور اس قیص  
کو جسے اللہ نے ان کے بدن پر ڈالا تھا اتار دینا ان کو گوارا نہیں تھا، نیز ان کے علاوہ دوسرے  
صحابہ کرام کی بھی رائے یہ نہیں تھی کہ اسلام میں اس بدعت کو داخل کیا جائے کہ جب کوئی

شورس پسند جماعت چاہے وہ خلیفہ وقت کو عہدہ خلافت سے ہٹا دے، یہ مستقل شرک  
ایک دروازہ کھولنا تھا اور امت اسلامیہ کو آزمائش میں ڈال دینا تھا، چنانچہ طبقات میں حضرت  
عثمان اور حضرت عبداللہ بن عمر کی اس سلسلہ کی ایک گفتگو منقول ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

عن نافع بن عبداللہ بن عمر قال حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت  
قال لی عثمان وهو محصور فی الدار کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عثمان جب



ما تَزِي فِيْما اِشارِبُهْ عَلِى الْمَغِيْرَة  
 بِنِ الْاَحْنَسِ قُلْتُ ما اِشارِبُهْ  
 عَلِيْثُ - قَالَ اِنَّ هُوَ لَا عِ الْقَوْمِ  
 يَرِيْدُوْنَ خَلْعِيْ فَاِنْ خَلَعْتَ تَرْكُوْنِيْ  
 وَاِنْ لَمْ اَخْلَعْ قَتَلُوْنِيْ - قَالَ قُلْتُ  
 اَرَاَيْتَ اِنْ خَلَعْتَ تَتَرَكُ مَحْلُوْلًا  
 فِي الدُّنْيَا قَالَ لَا قَالَ : فَهَلْ  
 يَمْلِكُوْنَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ قَالَ : - لَا  
 قَالَ : - فَقُلْتُ اَرَاَيْتَ اِنْ لَمْ تَخْلَعْ  
 هَلْ يَسِيْدُوْنَ عَلِيْ قَتْلُكَ قَالَ :  
 لَا - قُلْتُ : - فَلَا اَرَى اِنْ تَنَ  
 هَذِهِ السَّنَةِ فِي الْاِسْلَامِ كَلِمًا  
 سَخَطَ قَوْمٌ عَلَيَّ اَمِيْرُهُمْ خَلَعُوْهُ  
 لَا تَخْلَعْ قَمِيْصُكَ قَمِيْصُكَ اللهُ  
 (طبقات ص ۲۵ ج ۳)

گھر میں محصور تھے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ  
 مغیرہ بن احنس مجھ سے جو کہتا ہے اس  
 بارے میں تمہاری کیا رائے ہے میں نے ان  
 سے پوچھا کہ وہ کہتا ہے فرمایا کہ وہ کہتا ہے  
 کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں خلافت سے  
 دست بردار ہو جاؤں اگر میں نے ایسا کیا تو  
 وہ لوگ مجھے چھوڑ دیں گے ورنہ مجھے وہ قتل  
 کر دیں گے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ  
 میں نے حضرت عثمان سے کہا کہ ذرا یہ بتلائیے کہ  
 اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں تو  
 کیا آپ دنیا میں ہمیشہ رہیں گے انھوں نے فرمایا  
 نہیں پھر میں نے ان سے کہا کہ وہ لوگ جنت یا دوزخ  
 کے مالک ہیں انھوں نے عرض کیا نہیں پھر میں نے  
 ان سے عرض کیا کہ اگر آپ خلافت سے دست بردار  
 نہ ہوئے تو کیا وہ آپ کو قتل کرنے کے سوا اور کچھ کر سکیں گے  
 انھوں نے فرمایا نہیں تو میں نے کہا کہ میری رائے  
 یہ نہیں ہے کہ آپ اسلام میں یہ طریقہ جاری کریں کہ جب  
 کوئی جماعت اپنے امیر سے خفا ہو وہ اسے عہدہ امارت  
 سے ہٹا دیں آپ اس قمیص کو نہ اتاریں جو اللہ نے  
 آپ کو پہنائی ہے۔

خود حضرت عثمان کی بھی یہی رائے تھی، ان کے سامنے آنحضورؐ کے ارشادات اور  
 شہادت کے سلسلہ کی پیشین گوئیاں تھیں اور اکابر صحابہ کی بھی رائے یہ نہ تھی کہ محاصرین کے اس

ناجائز مطالبہ کو کسی طرح بھی تسلیم کیا جائے، اسلئے حضرت عثمان ان کے دوسرے سارے مطالبات پر تو ہمدردانہ غور کرنے کیلئے تیار تھے مگر خلافت سے دست برداری آپ کو گوارا نہ تھی۔

ادھر اطراف و جوانب کی دیہات اور صوبوں میں حضرت عثمان کے عاملوں کو مدینہ میں جو صورت حال تھی اس کی خبر ملی انھوں نے محاصرین کے مقابلے کیلئے فوج روانہ کی اس کی اطلاع سارینہ کو ہو گئی کہ حضرت عثمان کی مدد کیلئے فوج آرہی ہے انھوں نے اس اطلاع کے بعد جلد سے حضرت عثمان کا قفیہ چکا دینا بہتر سمجھا اور تاریخ اسلام کا یہ دردناک حادثہ پیش آکر رہا اور آپ اپنے گھر والوں کے سامنے روزہ کی حالت میں تلاوت کلام پاک کرتے ہوئے شہید کر دیئے گئے۔

ان اللہ وانا الیہ راجعون -

طبقات میں ہے۔

معری حضرت عثمان کے خون اور آپ سے لڑنے	ما نزال المصایون کافین عن
سے رکے رہے یہاں تک کہ کوڑہ بھرہ اور شام	دمہ عن القتال حتی قدمت امداد
کی امداد کی خبر آنا شروع ہوئی، فساد یوں کی	العراق من الکوفہ ومن البصرامین
جماعت کو جب یہ معلوم ہوا کہ لشکر عراق اور مصر	الشام وشیع القوم حین بلغهم ان
سے چل چکا ہے تو انھوں نے کہا کہ ہمیں امداد	البعوث قد فصلت من الطریق من
آنے سے پہلے جلد اپنا کام کر ڈالنا چاہئے	عند ابن عامر ومن مصر ومن عند
	عبد اللہ بن سعد فقالوا عاجلہ
	قبل ان تقدم الامداد (طبقات ص ۳۶)

حضرت عثمان کی شہادت کا یہ دردناک اور جاں گداز واقعہ ذی الحجہ کی

**یوم شہادت** ۸ تاریخ ۳۶ ہجری یوم جمعہ کو عصر بعد پیش آیا، اس روز آپ روزہ

سے تھے اور قرآن پڑھ رہے تھے اس آیت پر پہنچے تھے فسیکفیہم اللہ وہو الصیع

العلیم۔ کہ ظالموں نے کام تمام کر دیا اور آپ کا یہ معصوف خون آلود ہو گا، حضرت نائل نے

تلوار کا دار اپنے ہاتھ پر روکا تو ان کی تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں خود حضرت عثمان کا عالم یہ تھا

کہ قاتلوں سے کوئی تعرض نہیں کیا، چہرہ زخمی تھا، ریش مبارک خون سے تر تھی اور آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمہ تھا بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ اس حال میں بھی آپ کی تلاوت جاری تھی یہاں تک کہ دوسری ضرب کاری سے آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (طبقات، استیعاب)

اس طرح اسلام کی تاریخ میں فتنہ کا وہ دروازہ کھلا کہ جو آج تک جاری ہے اور امت اسلامیہ مختلف گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم ہو گئی اور پھر ایک سلسلہ جو جنگ و جدال کا چلا تو پھر اس سیل پر بند نہ لگ سکا۔

وفات کے وقت آپ کا سن مبارک کیا تھا اس بارے میں متعدد روایتیں ہیں۔ طبقات ابن سعد میں آپ کا سن بیاسی برس لکھا ہے۔ جمعہ کے روز آپ کا حادثہ شہادت پیش آیا اور اسی روز شب میں عشاء اور مغرب کے درمیان تدفین عمل میں آئی۔ حضرت جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں آپ مدفون ہوئے۔ (طبقات)

طبقات میں ہے کہ آپ کی مدتِ خلافت ۱۲ سال میں بارہ دن مدتِ خلافت کم تھی۔

آپ کس کی تلوار سے شہید ہوئے؟ آپ کا قاتل کون تھا؟ اس کا پتہ لگانا دشوار ہے، اس لئے کہ ایک پورا ہجوم تھا جو آپ پر حملہ آور تھا، استیعاب میں آپ کے قاتل کا نام سودان بن حمران مذکور ہے، بعض لوگوں نے اس کا نام رومان یامی ذکر کیا ہے اور بعض نے اس کو قبیلہ بنی اسد کا آدمی بتلایا ہے، اور بعض حضرات نے حضرت ابوبکر کے ماجرارہ محمد بن ابی بکر کا نام لیا ہے، لیکن محمد بن ابی بکر کا نام قاتلوں میں لینا بالکل صحیح نہیں ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ بھی مفسدوں کے ساتھ ہو گئے تھے اور انھوں نے حضرت عثمان کے خلاف اس شورش میں بڑا حصہ لیا تھا لیکن وہ قاتل نہیں تھے بلکہ وہ بعد میں کنارہ کش ہو گئے تھے اور اپنے فعل پر نادم تھے، چنانچہ بدایہ میں ہے کہ جب محمد بن ابی بکر حضرت عثمان کے

قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت عثمان کی ڈاڑھی اپنے ہاتھ میں لے لی، حضرت عثمان نے ان سے فرمایا بھتیجے اگر تمہارے والد ہوتے تو ان سے ایسے فعل کا صدور نہ ہوتا اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں۔

فتوکہ وانصار مستحیانا انہوں نے حضرت عثمان کو چھوڑ دیا اور شرارک دما۔ (البدایہ ص ۱۸۴) ندامت کے ساتھ واپس ہو گئے۔

بہر حال اس میں تو کوئی شبہ نہیں محمد بن ابی بکر حضرت عثمان کے خلاف تھے لیکن جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک نہیں تھے یہ

شہادت سے پہلے حضرت عثمان کا خواب | قتل سے پہلے حضرت عثمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ

وہ ان سے فرما رہے ہیں کہ عثمان آج کا انظار ہمارے یہاں کرو۔ (استیعاب) ایک دفعہ آپ نے خواب دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ عثمان جمعہ کے روز تم ہمارے درمیان ہو گے۔ (ایضاً)

ایک دفعہ آپ نے آنحضور اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو دیکھا کہ یہ حضرات کہہ رہے ہیں کہ عثمان روزہ ہمارے یہاں انظار کرو۔ (ایضاً)

اے بلکہ ابن کثیر کے بیان سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان پر یورش کر نیوالوں کو روکا بھی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

انما یستحیی ورجع حین قال لہ عثمان لقد اخذت بالمحیۃ کان ابولک یکما مھا فتذہم من ذلک و غطی وجہہ ورجع و حاجنا دوننا فلم یفید (۱۸۵)

حضرت عثمان نے جب محمد بن ابی بکر سے کہا کہ تم نے اس ڈاڑھی کو پکڑا ہے جس کی تمہارے والد عزت کرتے تھے تو انہیں شرم محسوس ہوئی اور انہوں نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور واپس ہو گئے اور لوگوں کو حضرت عثمان کی طرف جانے سے روکا لیکن ان کا روکنا مفید ثابت نہ ہو سکا۔

ان خوابوں کی وجہ سے حضرت عثمان کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کی شہادت کا وقت قریب آگیا ہے چنانچہ قتل کے ایک روز قتل آپ نے فرمایا۔

دلن تغیب الشمس واللہ خدا الا  
وانامن اهل الآخرة (البدایہ ص ۱۸۲)  
بمخداکل کا سورج غروب نہیں ہوگا کہ میں اہل  
آخرت میں سے ہو چکا ہوں گا۔

نیز اس روز آپ نے ۷۰ غلام آزاد کئے اور پاجامہ پہنا حالانکہ آپ نے اس سے پہلے  
کبھی پاجامہ نہیں پہنا تھا محض اس اندیشے سے کہ یہ ظالم جب انہیں قتل کریں تو کہیں شرمگاہ  
نہ کھل جائے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں۔

انما البس السراويل في هذا اليوم للثلا  
عورت ما اذا قتل خان كان  
مشتددا الحياء (البدایہ ص ۱۸۳)  
انہوں نے اسلئے پاجامہ پہن لیا کہ مبادا قتل  
کے وقت کہیں ان کی شرمگاہ نہ کھل جائے وہ  
بہت حیاء والے تھے۔

بعض شیعہ روایات  
حضرت عثمان کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہیں تھا

حضرت عثمان کے قتل میں صحابہ کرام کا ہاتھ تھا۔ اس طرح کی بعض روایتیں ہمارے بعض مورخین نے  
بھی لکھ ماری ہیں، ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کو حضرت عثمان کی پالیسی سے اختلاف رہا ہو  
بلکہ ایسا تھا کہ بعض صحابہ حضرت عثمان کے بعض طرز عمل کو مناسب خیال نہیں فرماتے تھے لیکن اس  
سے یہ نتیجہ نکالنا کہ صحابہ کرام کا کوئی فرد حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھا یا مفسدوں کی ہمنوائی  
کمر ہاتھ یا بالکل غلط اور کذب محض ہے، کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی کسی صحیح روایت  
سے اس بات کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

واما يذكرك بعض الناس من ان  
بعض الصحابة اسلموا ورضى به  
فلا يصح عن احد من الصحابة  
بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے  
کچھ نے حضرت عثمان کو قاتلوں کے سپرد کر دیا تھا  
اور ان کے قتل پر راضی تھے یہ بات کسی بھی صحابی

انہ رضی بقتل عثمان رضی اللہ  
عنه بل کلہم کسہ و مقتہ و  
سب من فعل هذا (البدایہ ص ۱۸۹)  
کے بارے میں صحیح نہیں ہے کہ وہ حضرت  
عثمان کے قتل پر راضی تھا بلکہ سب سے  
بات کو ناپسند کیا اور بڑا جانا اور اس کے کرنے  
والوں کو بڑا بھلا کہا۔

**قتل عثمان پر صحابہ کرام کے تاثرات**  
شہادت عثمان کے اس حادثہ اناجہ پر پید  
عالم اسلامی میں کہرام مچ گیا، خود ان باطنی  
کی آنکھ تلے اندھیرا چھا گیا اور انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

ندام اکثر ہو لاء الجھلۃ الخواج  
بما صنعوا۔ (ابن کثیر)  
اپنے کئے پر ان جاہل باغیوں میں سے اکثر  
نادم ہوئے۔

صحابہ کرام میں سے جس کو اس خبر کی اطلاع ملی وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ اصحاب  
المومنین حج سے واپس آ رہے تھے راستہ میں ان کو اس حادثہ کی خبر ملی وہ مکہ واپس ہو گئیں۔  
۴ ماہ تک انہوں نے مدینہ کا رخ نہیں کیا۔ (ابن کثیر ص ۱۹۲)

حضرت علیؓ مسجد سے نکل کر حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف آ رہے تھے کہ راہ میں شہادت  
کی اطلاع ملی یہ خبر سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ خداوند! میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں۔  
حضرت عمرؓ کے بہنوئی سعید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ لوگو! اگر کوہ احد تمہاری اس  
بد اعمالی کے سبب تم پر پھٹ کر گر پڑے تو بھی بجا ہے۔

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا آہ! عثمانؓ کے قتل سے اسلام میں وہ رخنہ پڑ گیا جو اب  
قیامت تک بند نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر تمام خلقت عثمانؓ کے قتل میں شریک  
ہوتی تو قوم لوط کی طرح آسمان سے اس پر پتھر برستے۔ شاہد ابن عدی صحابی کو جو صنعا دین  
کے رہنے والے تھے اس کی خبر پہنچی تو وہ رو پڑے اور فرمایا افسوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی جانشینی جاتی رہی۔ ابو حمید ساعدی صحابی نے قسم کھائی جب تک جیوں گا عیسیٰ کا منہ  
نہ دیکھوں گا۔ عبد اللہ بن سلامؓ نے کہا آہ! آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ

نے فرمایا کہ عثمان مظلوم مارے گئے خدا کی قسم ان کا نامہ اعمال دھلے پڑے کی طرح پاک ہو گیا حضرت زید ابن ثابت کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری تھا۔ حضرت ابو ہریرہ کا یہ حال تھا کہ جب اس سانحہ کا ذکر آجاتا تو دہاڑیں مار مار کر روتے۔ (مہاجرین قسم اول)

ممكن ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ حضرت عثمان کا یہ ایک شبہ کا جواب | دردناک واقعہ صحابہ کرام کی موجودگی میں کیونکر پیش آسکا اور انھوں نے اس سلسلہ میں اگرچہ حضرت عثمان نے ان کو روک دیا تھا لیکن اپنے طور پر محاصرین کو باز رکھنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ مدینہ میں جو صحابہ اس وقت موجود تھے جن میں حضرت علی بھی لوگ بھی تھے آخر وہ لگے کیوں نہیں بڑھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان صحابہ کرام نے اپنے طور پر پوری کوشش کی کہ محاصرین اپنی اس حرکت سے باز آجائیں، خود حضرت علی اور دوسرے لوگوں نے ان باغیوں کو سمجھایا حضرت علی نے ان کے ہر اعتراض کا جواب بھی دیا لیکن یہ شریک لوگ کسی طرح ماننے کیلئے تیار نہیں تھے اب ان کا علاج صرف یہ تھا کہ ان کو بزور طاقت مدینہ سے باہر کر دیا جائے اس کیلئے حضرت عثمان تیار نہیں تھے کہ قتل و قتال کا بازار گرم ہو اور اس بارے میں وہ قسمیں دلا دلا کر لوگوں کو روک رہے تھے اور تیسری اہم ترین بات یہ ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ خلیفۃ المسلمین کے قتل کرنے کی جرأت یہ باغی کریں گے اس کا اس وقت تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا، اسلئے عام طور پر صحابہ کرام کم از کم اس جانب سے مطمئن تھے اسلئے جب یہ ناشدنی ہو کر کے رہی تو انھیں اس کا سخت افسوس ہوا اور اپنی اس غفلت پر انھیں مذمت دی۔

ظنوا ان الاعداء لا يبلغ قتله فقد  
علي ما صنعوا في احب  
صحابہ کرام نے یہ گمان کیا کہ معاملہ حضرت عثمان کے قتل تک نہیں پہنچے گا چنانچہ بعد میں ان کو افسوس ہوا۔

(طبقات ص ۲۹ ج ۳)

اگر اس کا کسی کو احساس ہوتا تو صحابہ کرام اس طرح الگ تھلگ نہ رہتے، مدینہ میں مخلص مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد تھی کہ بقول ابن سعد۔

و بعضی لوگ امواد قدام بعضہم فحشا  
فی وجوہہم الثواب لا انصافوا  
خاسرین۔ (ایضاً)  
اگر سب یا کچھ لوگ کھڑے ہو جاتے اور ان کے  
چہرے پر صفت مٹی بھی پھینکتے تو وہ لوگ  
نا کامیاب واپس ہو جاتے۔

ابن کثر بھی یہی فرماتے ہیں۔  
واما القتل فما کان یظن احد  
انہ یقع۔ (صفحہ ۱۹۷ ج ۷)  
قتل کے بارے میں کسی کو گمان بھی نہیں تھا  
کہ وہ پیش آئے گا۔

بہر حال تاریخ کا یہ المناک واقعہ پیش آنا تھا وہ پیش آ کر رہا وکان امر اللہ  
قدراً مقدوراً۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ قاتلین عثمان کا ہر فرد پاگل ہو کر  
قاتلوں کا انجام  
مرا اور بعض نے قسم کھا کر کے کہا کہ جو بھی حضرت عثمان کے قتل میں  
شریک تھا اس کا بھی قتل ہوا۔ (البدایہ ص ۱۸۹ ج ۷)

اور طبقات میں ہے کہ قاتلین عثمان میں سے کسی بھی فرد کو شہادت کا شرف حاصل  
نہیں ہوا، بعضوں کو سترہ سترہ مرتبہ میدان جنگ میں شریک ہونے کا موقع ملا لیکن  
اسے شہادت نصیب نہ ہو سکی جبکہ اس کے آس پاس لڑنے والے دشمنوں کا زخم کھا کر شہاد  
کے مرتبہ پر فائز ہو رہے تھے لیکن یہ مرا تو بستر پر ہی مرا۔ (طبقات ج ۵ ص ۵۸)

اب یہاں ہم اخیر میں  
حضرت عثمان کے بارے میں آنحضورؐ کے ارشادات  
آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے چند ارشادات نقل کرتے ہیں جن کا تعلق حضرت عثمان کی خاص ذات سے ہے جن سے  
مرتبہ عثمان کا تاریخین کو کچھ اندازہ ہو گا اور اسی پر ہم اپنا یہ کلام ختم کرتے ہیں۔

طلحہ بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لکل نبی رفیق و رفیقہ یعنی فی الجنة  
ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے جنت میں میرے  
عثمان۔ (ترمذی)  
رفیق عثمان ہیں۔



حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضور نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ :  
 يا عثمان انما لعل الله يقصك رے عثمان شاید تم کو اللہ کوئی لباس پہنائے  
 قميصا فان ادادك على خلعها اگر اس لباس کو لوگ تم سے اتارنا چاہیں تو  
 فلا تخلع لهما (ترمذی) مت اتارنا۔

اس حدیث میں حضرت عثمان کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ران یا پینڈلی  
 کھولے ہوئے تشریف فرما تھے کہ حضرت ابو بکر تشریف لائے لیکن آپ نے اپنی ہیبت نہیں  
 بدلی، پھر حضرت عمر تشریف لائے اور آپ اپنی اسی حالت پر رہے، پھر حضرت عثمان تشریف  
 لائے تو آپ نے اپنا کپڑا برابر کو لیا اور اٹھ کر بیٹھ گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے  
 آنحضور سے عرض کر کیا کہ یا رسول اللہ حضرت ابو بکر آئے اور آپ نے کوئی حرکت نہیں کی اور  
 حضرت عمر آئے لیکن آپ نے اپنی ہیبت کو نہیں بدلا لیکن حضرت عثمان آئے تو آپ  
 اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنا کپڑا برابر کو لیا؟ آنحضور نے جواب دیا۔

الا استحي من رجل يستحي کیا میں اس آدمی سے حیاء کروں جس سے  
 منه الملائكة۔ (مسلم) فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان نے مسلمان لشکر کی بڑی مدد کی تھی آنحضور  
 نے حضرت عثمان کی اس مالی قربانی سے خوش ہو کر ان کے بارے میں یہ کلام ارشاد فرمایا تھا۔  
 ما على عثمان ما عمل بعد هذا حضرت عثمان کو اس عمل کے بعد کسی عمل کی  
 حاجت نہیں حضرت عثمان کو اس عمل کے بعد  
 کسی عمل کی حاجت نہیں ہے (ترمذی)

اے بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان کے اس عمل کے بعد ان پر کسی عمل کا گناہ  
 نہیں یعنی ان کا یہ عمل سارے سیئات کیلئے کفارہ بن جائیگا۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کی روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان نے ایک ہزار دینار لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنی گود میں رکھا اور اس کو اچھالنے پہنچے فرمایا۔ آج کے بعد حضرت عثمان کو کوئی عمل نقصان ماضی عثمان ماضی بعد الیوم نہیں پہنچائے گا، اس بات کو آپ نے دو مرتبہ مہرتین - (رواہ احمد) فرمایا۔

حضرت ترہ بن کعب کی روایت ہے کہ آنحضرت نے آنے والے نقیوں کا ذکر کیا اور آپ نے بیان کیا کہ وہ فتنے قریب ہی ہیں پھر آپ کا گزر ایک آدمی پر ہوا جس نے اپنے چہرہ کو کپڑے سے چھپا رکھا تھا آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہذا یوم عن علی الہدیٰ یہ آدمی اس روز حق پر ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جو اس آدمی کو دیکھا تو وہ حضرت عثمان تھے۔ (ترمذی)

حضرت انس کی روایت ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ احد پہاڑ پر تھے آپ کے ساتھ ابو بکر، عمر اور عثمان بھی تھے کہ اتنے میں احد پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے اس کو پاؤں مار کر کہا کہ احد تو ٹھہر جا تیرے اوپر یا تو نبی ہے یا صدیق یا دوشہید۔ (بخاری)

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت نے اول یل سے آخر فجر تک حضرت عثمان کیلئے مسلسل دعا کرتے رہے۔

اللہم عثمان رضیت عندا فاضی اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا آپ بھی عنہ۔ (البداۃ ص ۲۱۲ ج ۷) ان سے راضی رہیں۔

یہ ہے اس صحابی مظلوم اور شہید راہ حق کی زندگی کا ہلکا سا تعارف جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اگرچہ میں نے بڑے اختصار سے کام لیا ہے مگر میرے اندازے سے زیادہ پھیل گیا، اگرچہ بہر حال اس سے حضرت عثمان کی سیرت کا کچھ اندازہ ہو سکے گا اور اس صحابی رسول کے بارے میں جو گندگی پھیلانی گئی ہے اور مسلسل اس فتنہ شیعہ کا، خلافت و ملکیت جیسی کتاب کی بار بار اشاعت سے ارتکاب کیا جا رہا ہے اس کی حقیقت آشکارا ہوگی۔

محمد عبدالرشاق سی غازی پوری  
جلد ۱۰ جمل مفتاحی  
قطع ۱۸

## بریلوی مذہب پر ایک نظر

وہابی دیوبندی سب واجب القتل مباح الدم ہیں

سراج الہدیٰ صاحب سنی حنفی قادری لکھتے ہیں۔  
مخلاف وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کے یہ احکام دین دنیا میں سب سے بدتر ہیں  
ان کے لئے سخت شدید عذاب آخرت ہے۔ نیز واجب القتل مباح الدم ہیں ان کا  
ذبحہ قطعاً حرام و مردار اگرچہ ہزار بار کلمہ پڑھ کر ذبح کریں۔

(مسند قادی ۴۴)

خاندانہ :- اب اٹھائیں بریلوی حضرات تلوار اور دیوبندی وہابی کی گردن مارتے  
جائیں، خدا کا شکر ہے کہ یہ علمائے دنیا کا قویٰ ہے علمائے دین کا نہیں۔

بریلوی مذہب میں جائز سے نکاح ہو سکتا ہے

مولانا سراج الہدیٰ صاحب یکے از علمائے دنیا لکھتے ہیں۔  
ان کا نکاح (یعنی وہابی دیوبندی کا) کسی مسلم یا کافر یا مرتد ان کے ہم مذہب ہیں  
یا مخالف مذہب انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا۔ (ایضاً ص ۴۳)  
خاندانہ :- مولانا جانے دیجئے ان وہابیوں کو ان بیچاروں کا نکاح اگر کسی

جو ان سے نہیں ہو سکتا تو نہ ہو وہ صبر کر لیں گے لیکن آپ بتلاتے ہیں کہ آپ کا نکاح از روئے مذہب بریلوی گدی سے ہوا ہے یا کتھی سے، آپ کے یہاں ان جائزوں سے نکاح پر مہر کی مقدار کیا ہے۔ آپ نے اپنی چھوٹی مناجزادی کا نکاح گدھا سے ٹھہرایا اور بڑی والی کا خیرے آپ نے مہر کیا رکھی ہے، ہاں ذرا اس سے بھی مطلع فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت کے خانہ ان کی کتنی شاہزادیاں و شاہزادے ان کے بلیوں، گدھے گدیوں کے ساتھ ہیں۔ مقصود محض اپنی معلومت عامہ میں اضافہ کرنا ہے۔

جو عورت کسی دیوبندی دہائی وغیرہ کی جو وہودہ ایسی ہی ہے کہ  
جیسے کسی کتے کے نیچے آئی ہو

یہی سراج الہدیٰ صاحب لکھتے ہیں۔  
مسلمانوں اگر کسی ہو تو بگوش ہوش سنو اور اس پر عمل کرو جو عورت کسی مذہب کی جو وہودہ ایسی ہی ہے کہ جیسے کسی کتے کے نیچے آئی ہو ہاں اب اتنا جاننا ضروری ہے کہ بد مذہب کتا ہے یا نہیں البتہ یقیناً ضروریہ لوگ کتے سے بھی سونا ناپاک و بدتر ہیں۔ (ایضاً)  
فائدہ ۱:۔ سوال یہ ہے کہ کتے سے نکاح کرنا تو آپ کے مذہب میں جائز ہے۔  
ابھی آپ کو معلوم ہوا تو کیا دیوبندی سے نکاح بھی جائز ہے مولانا ذرا سوچ کر لکھئے آپ کے یہاں کتے سے نکاح جائز تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی مچھلی ہمشیرہ کا نکاح دلاتی کتے سے ۱۳۴۵ھ میں بڑی دھوم دھام سے ہوا ہے اور اب ماشاء اللہ وہ کئی بچوں کی ماں بھی ہے۔

صحابہ کا کسی کام کو نہ کرنا دلیل ممانعت نہیں

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نہ کرنا یہ تنہا دلیل منع نہیں ہو سکتا۔

(دشاح الجہد صفحہ ۱۳)

فائدہ :- جب کسی کا قلب بدعت کا گہوارہ ہو جاتا ہے تو اس کو اسی طرح کی بات سمجھتی ہے۔ اعلیٰ حضرت صلوٰۃ عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ کو جائز بتلاتے ہیں عیدین کی نماز آنحضورؐ نے بھی پڑھی اور صحابہ کرام نے بھی عیدین کی نماز کے بعد نہ کسی سے مصافحہ ثابت نہ معانقہ بریلوی حضرات اس کو جائز بتلاتے ہیں اگرچہ ان کے اعلیٰ حضرت کو بھی اعتراف ہے کہ یہ مصافحہ و معانقہ کسی صحابی سے ثابت نہیں نہ آنحضورؐ نے اس کو کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا مگر اس بدعت کی تردید کیلئے یہ زور زوری و شور شور سی ملاحظہ فرمائیں کہ صحابہ کا نہ کرنا دلیل منع نہیں ہو سکتا جی ہاں صحابہ کا نہ کرنا دلیل منع نہیں ہو سکتا مگر آپ کا کرنا دلیل جواز بن سکتا ہے۔

مصافحہ بعد نماز و افض کی سنت ہے مگر اب بریلوی حضرات نے بھی اس کو سنت بنالیا

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں

اور سن لیجئے کہ کسی طائفہ باطلہ کی سنت جبھی تک قابلِ احتراز رہی ہے کہ وہ ان کی سنت رہے۔ اور جب ان میں سے رواج اٹھ گیا تو ان کی سنت ہونا ہی جا آ رہا۔ احتراز کیوں مطلوب ہوگا مصافحہ بعد نماز اگر کبھی سنت روافض تھا تو اب ان میں رواج نہیں۔ (روشاح البجید ص ۱)

فائدہ :- دیکھا آپ نے بدعت کا کہ شتمہ قلب کو کیسا تاریک کئے ہوئے

ہے۔ اس اعتراف کے باوجود کہ مصافحہ بعد صلوٰۃ روافض کا طریقہ اور انکی سنت اور ان کی ایجاد کردہ چیز ہے نہ کسی حدیث سے ثابت نہ کسی صحابی سے مگر پھر بھی اعلیٰ حضرت کا ذوق بدعت اس امر غیر مشروع کو جائز بتلانے کیلئے بے چین ہے۔

ایک ولی کی داد و دیش

مولوی محمد قادری برکاتی اپنی کتاب اذھال السنن میں ایک ولی کے بارے میں

یوں گہرا فشاں ہیں۔

ایک ولی کو دیکھا بہت عظیم مقام پر تھے وہ یہ کہ وہ تمام مخلوقات کو یا خاموش  
وہ وحش و حشرات الارض اور آسمانوں اور دن کے ستاروں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان  
میں ہے اور عالم کے سارے کمرے کو دیکھتے تھے کہ ہر چیز ان سے مدد مانگ رہی ہے اور یہ  
ان سب کی آوازیں اور ان سب کا کلام ایک لحظہ میں سنتے اور ہر ایک کی حاجت کرتے  
اور ہر ایک کو جو اس کے لائق ہے عطا فرماتے اور انھیں ایک کام دوسرے سے غافل نہ کرتا  
بلکہ تمام عالم بالا و عالم زیریں سب ان کے سامنے ایسا تھا گویا کہ ایک ہی مکان میں جمع ہے۔  
.... اور اس ولی کی مدد آنحضور فرما رہے تھے۔ باحقار، در دخال انسان ہے۔

فائدہ :- بریلوی مذہب کی بنیاد اسی طرح کے قصوں پر قائم ہے اور اس طرح کے  
قصے جن کا مضمون شرک خالص ہوتا ہے یہ بڑے فخر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔  
نعوذ باللہ من شرور النفس

## دنیا و آخرت کی ساری مرادیں حضورؐ کے اختیار میں ہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

دنیا و آخرت کی ساری مرادیں حضورؐ کے اختیار میں ہیں۔ نیز فرماتے ہیں اللہ عزوجل  
نے حضورؐ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔

فائدہ :- اعلیٰ حضرت کی یہ بات غالباً صحابہ کرام کے سمجھ میں نہ آئی تھی ورنہ  
وہ بھی آنحضورؐ سے دنیا و آخرت کی ساری مرادیں ضرور مانگ لیتے۔ کاش کسی صحابی کے بارے  
میں اعلیٰ حضرت دکھلا دیتے کہ ان کا بھی آنحضورؐ کے بارے میں یہی عقیدہ تھا، اس خالص  
شرک کا نام ان کے یہاں توحید ہے۔

آپؐ نے غیب کی نفی من حیث البشریۃ فرمائی  
کشف السر المکنون کا مصنف لکھا ہے۔

بحیثیت بشریت آپ نے ایسی بات فرمائی جس سے علم غیب کی نفی پائی گئی ورنہ  
من حیث المرتبہ تو آپ کے علم سے آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز  
پوشیدہ نہیں۔

فائدہ :- حدیث و قرآن میں صریح الفاظ کے ساتھ آنحضور کے بارے  
میں مذکور ہے کہ آپ کو غیب کا علم نہ تھا۔ لیکن یہ بدعت کے متوالے زبردستی قرآن و  
حدیث کی تاویل کرتے ہیں۔ اور اس کو حب رسول اور تعظیم رسول سمجھتے ہیں، یعنی جس چیز  
سے رسول اکرم تبری فرمائیں اس کو آنحضور کیلئے ثابت کرنا ان کے نزدیک محبت رسول ہے  
لعنت ہو ایسی محبت پر۔

## آنحضور کی غیب دانی دو طرح کی تھی روحی و ذاتی

یہی کشف السرائر المکنون کا مصنف لکھتا ہے۔

اطلاع برغیب دو قسم پر ہے روحی و ذاتی، روحی اطلاع دفعۃً واحدة بغیر تدریج  
و ترتیب ہوتی ہے اور ذاتی بتدریج و ترتیب۔ ۱۹

فائدہ :- یہ ان صاحب کا آنحضور کے علم کے بارے میں بالکل نیا انکشاف  
ہے۔ شاید بریلوی بھی اس پر ناک بھوں چڑھائیں۔ ایک ہی وقت میں آنحضور تدریجاً بھی  
جائیں اور بلا تدریج بھی اور ترتیباً بھی جائیں اور بلا ترتیب بھی۔ یہ معمہ بریلوی حضرات  
حل کریں۔

## فاتحہ کا دوم سوم کتاب و سنت سے ثابت ہے

جواز الطعام کا مصنف محمد عمر قادری لکھتا ہے۔

روز موت دوم، سوم، چہارم، دہم و چہلم و سہ ماہی، ششماہی و ہرماہ و جمعرات  
و شبہات و رجب و عیدین و عشرہ محرم و ربیع الثانی و ربیع و غیرہ سارے ایام سن میں

جائز و مستحب ہے، یہ سب کام اچھے لوگوں کے نکالے ہوئے اور ثابت از کتاب سنت ہیں۔  
 فائدہ :- اگر یہ کھانے ثابت از کتاب و سنت ہیں تو ذرا کوئی بریلوی  
 صاحب اس کتاب و سنت میں مذکور دکھلا دیں۔ ایک طرف قادری صاحب کہتے ہیں کہ  
 اچھے لوگوں کے نکالے ہوئے ہیں، اور دوسری طرف کتاب و سنت سے ثابت مان رہے ہیں  
 دعویٰ نسبتاً چڑا ہے اور دلیل انشاء اللہ کتاب و سنت سے مرتے دم تک بھی ہاتھ نہ آئیگی،  
 بدھتی کاذب آتا ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کی طرف بھی بلا تکلف وہ باتیں منسوب کر دیتا ہے  
 جن سے قرآن و حدیث بری ہیں۔

## سوم و چہلم وغیرہ اگرچہ زمانہ خیر القرون میں نہ تھا مگر سنت ہے

جواز الطعام کا مصنف لکھتا ہے۔

پس اسی طرح ہمارے تیجہ و چہارم دہم چہلم وغیرہ باوجود بلحاظ اپنے اختصاص  
 و افراد اور نیز اعتبار خصوصیات کے سنن ثلثہ سے قطعاً باقی ماندہ ہونے اور قرون ثلثہ  
 اور امام اعظم سے اصلاً ثابت نہ ہونے کے بوجہ خیر ہونے کے ہرگز ہرگز اتباع سنت سے  
 خارج نہیں بلکہ اس میں داخل ہیں۔ ۲۹

فائدہ :- اس غریب کو ابھی یہ معلوم ہی نہیں کہ سنت کس کو کہتے ہیں۔ ابھی  
 ان کھانوں کو ذرا پہلے ثابت از کتاب و سنت کیا ہے اور یہاں اس کا انکار کر رہا ہے  
 بلکہ قرون قرون ثلثہ میں بھی اس کا وجود نہیں مانتا ہے۔ اس کو کون سی بات صحیح ہے اس کا  
 فیصلہ بریلوی کریں۔

## مردہ کی روحیں گھروں میں آتی ہیں

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

(روحوں کے) آنے کے بارے میں تو اتنی کتب و علماء کی عبارت اتنی روایات ہیں



بھی نفی و انکار کے لئے کون سی روایات ہے، کس حدیث میں آیا ہے کہ رعوں کا آبا باطل اور غلط ہے۔ (ایتیان الارواح ص ۵)

فنا خدا :- اعلیٰ حضرت نے گندے عقائد کا ایک دفتر تیار کیا ہے اسی میں ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ رعوں گھروں میں آتی ہیں اور پکارتی ہیں اور کھانا مانگتی ہیں وغیرہ وغیرہ چنانچہ فتاویٰ امام کی ایک عبارت کا وہ ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

یشک مسلمانوں کی رعوں پر روز و شب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازہ کے پاس کھڑی ہو کر در دناک آواز سے پکارتی ہیں اے میرے گھر والو اے میرے بچو، اے میرے عزیزو ہم پر صدقہ سے ہرگز و ہمیں یاد رکھو بھول نہ جاؤ، ہماری غریبی میں ہم پر تمسک کھاؤ۔ (ص ۵)

اس قسم کی من گھڑت کہانیاں بریلوی مذہب کی اساس و بنیاد ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کا ذوق انھیں باطل باتوں سے تسکین پاتا ہے۔

### آنحضور اللہ کے نور ذاتی سے پیدا ہیں

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ عز و جل کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔

(صلوات الصفا ص ۵)

فنا خدا :- خدا تو قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا

اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ آنحضور اللہ کے نور ذاتی سے پیدا ہیں، اب چاہے آپ قرآن کی بات مانیں یا اعلیٰ حضرت کی۔ البتہ اعلیٰ حضرت سے ایک سوال ضرور ہے کہ اللہ کا نور واجب ہے یا ممکن؟ اور اللہ کے نور ذاتی سے پیدا ہونے والی چیز واجب ہوگی یا ممکن پھر یہ بتلائیے کہ آنحضور واجب تھے یا ممکن؟ ان سوالات کا جواب اعلیٰ حضرت تو گزر گئے اب ان کا کوئی چلیدے۔ پھر دیکھئے کہ اس کے اس عقیدہ کا انجام کیا ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔ جمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

## کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقہ حنفی کے مقلد ہونگے؟

سلام سنون

محترم مولانا صاحب

عرض یہ ہے کہ قرب قیامت جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو وہ حضور کے امتی بن کر مسائل شرعیہ میں کیا فقہ حنفی کی تقلید کریں گے؟ غیر مقلدین حضرات کچھ اس قسم کی بات عوام کو بتلاتے ہیں کہ اخاف کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے، براہ کرم جواب باصواب سے بذریعہ زمزم مطلع فرمائیں۔

جاوید شیخ اورنگ آباد مہاراشٹر

ترجمہ! "حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقہ حنفی کے مقلد ہوں گے، اخاف کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے، غیر مقلدین حضرات کچھ اسی قسم کی باتیں عوام کو بتلاتے ہیں۔" تو جو غیر مقلد ایسا کہتا ہے اس سے پوچھئے کہ اخاف کی کس کتاب میں یہ لکھا ہے؟ اخاف کی کتابوں کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس سے عموماً فقہ اور احادیث و شروح اقا یا تفسیر کی وہ کتابیں مراد ہوتی ہیں جن کو علمائے اخاف نے تصنیف فرمایا ہو تلہے، ہمارا نگاہ سے اب تک اخاف کی ایک بھی ایسی کتاب نہیں گذری جس میں یہ لکھا ہو، نہ یہ قول ہمارے امام کا ہے اور نہ ان کے شاگردوں میں سے کسی شاگرد کا ہے تو جو شخص یہ بات فقہ حنفی یا ائمہ اخاف کی حدیث و تفسیر کی کسی کتاب کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ

اس بات کی سچائی کو ائمہ اخلاف کی کتابوں میں سے کسی کتاب سے ثابت کرے، پروسیکینڈہ اور جھوٹ کے ذریعہ کسی غلط بات کو صحیح ثابت کرنے کا فن کوئی غیر مقلدین سے سیکھے، ان بیچاروں کی زندگیوں میں اس فن میں پہلو انی دکھلانے میں گزری ہیں، فقہ حنفی اور فقہائے اخلاف کے خلاف جھوٹ گرھنا، بہ زبانی کرنا اور پرتہذیبی کانگنا تاج ناچا غیر مقلدوں کی پرانی سنت ہے۔۔ دکنی ایصم خیراً۔

اگر کسی اللہ والے کا یہ کشف ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لانے کے بعد شرعی احکام میں فقہ حنفی کی موافقت کریں گے تو اولاً یہ کسی حنفی امام کا قول نہیں ہے یہ کسی بزرگ کا کشف ہے، کشف شرعی دلیل نہیں بناتا۔ دوسرے یہ کہ تقلید نام ہے کسی چھوٹے کا اپنے بڑے کی اتباع کرنے کا، تقلید میں مقلد کم علم اور تابع ہوتا ہے، اور وہ جس کا تقلید کرتا ہے وہ علم اور مرتبہ کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے، وہ تابع نہیں متبوع ہوتا ہے، تو کون ایسا جاہل ہے جو یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بخیر تھے اور نبی ہی بن کر اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور وہ اپنے سے کم علم آدمی کی تقلید کریں گے؟ اور جو منصب نبوت سے سرفراز ہوتا ہے وہ ہمیشہ متبوع ہی ہوتا ہے وہ کسی کا تابع نہیں ہوتا ہے۔

ابنہ کسی بات میں بڑا چھوٹے کی موافقت کرے تو اس سے بڑے کا مرتبہ گھٹتا نہیں ہے ہاں چھوٹے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور اس کا شرف و کمال ظاہر ہوتا ہے، کتنے مسائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت فرمائی ہے، تو کیا اس سے اللہ کی جلالت و عظمت اور اس کے علم میں کچھ فرق پڑا، اور کوئی یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کی؟

بہت سے مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موافقت فرمائی، صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت فرمائی۔

ائمہ اربعہ بہت سے مسائل فقہیہ میں ایک دوسرے کی موافقت کرتے ہیں، تو کیا کوئی کہے گا کہ یہ ائمہ ان مسائل میں ایک دوسرے کے مقلد ہیں، دیکھو ائمہ اربعہ میں سے

ہر ایک ایک دوسرے سے موافقت کرتا ہے کہ کبھی تین طلاق تین ہوتی ہیں نہ کہ ایک جیسا کہ شیعوں کا مذہب ہے، تراویح کسی ایک امام کے نزدیک آٹھ رکعت نہیں اس میں چاروں امام ایک دوسرے کی موافقت کرتے ہیں، اصول شرعیہ چارہیں، قرآن، سنت، اجماع اور قیاس اس میں ہر امام دوسرے امام کا موافق ہے، جب کہ شیعہ اس کے قائل نہیں ہیں، اور بھی اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں جن میں چاروں اماموں سے ہر امام ایک دوسرے کی موافقت کرتا ہے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں امام فلاں امام کا مقلد ہے تو یہ اس کا پاگل پن ہے، چاروں اماموں سے ہر امام مستقل مجتہد مطلق ہے اور مجتہد پر تقلید حرام ہے، تو کوئی امام کسی امام کا مقلد کیسے ہوگا، توافق کا نام تقلید رکھنا کھلی جہالت ہے۔

تو اگر کسی اللہ والے کو بذریعہ کشف یہ معلوم ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسائل شرعیہ میں فقہ حنفی سے موافقت فرمائیں گے تو عین ممکن ہے کہ ایسا ہو مگر یہ امکان ہی کے درجہ تک کی بات ہوگی، یہ کشف کوئی قطعی اور شرعی حجت نہ ہوگا کہ اس کو لے کر غیر متعلقین ہنگامہ مچائیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنے کا راگ الاپنے لگیں، رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فقہ حنفی کے ساتھ موافقت تو یہ فقہ حنفی کا شرف ظاہر کرنے کے لئے ہوگا اور یہ بتلانے کیلئے ہوگا کہ اس فقہ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں شرف قبولیت حاصل ہے، جیسا کہ بہت سے مسائل میں اللہ تعالیٰ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موافقت فرمانا یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شرف و فضل اور اسلام میں ان کا مقام بلند بتلانے کے لئے رہا ہے۔ نہ یہ دکھلانے کے لئے کہ معاذ اللہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ علم و کمال میں اللہ تعالیٰ سے بڑھا ہوا ہے۔

تعالی اللہ علو اکبیرا۔

اب سنئے کہ اصل قصہ کیا ہے؟ غیر مقلدین کے ایک محدث صاحب تھے، گوندلوی کی نسبت سے مشہور تھے (۱)۔

(۱) گوندلوی صاحب کا اصل نام محمد یحییٰ ہے، پاکستان کے کسی اہلحدیث مدرسہ کے مدرس اعلیٰ ہیں تھے۔  
یاہیں۔ واللہ اعلم۔

غیر مقلدین ان کا اصل نام بہت کم لیتے ہیں ان کو "حضرت محدث گوندلوی" کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ صاحب عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے، غیر مقلدیت کے سارے جراثیم اکٹھے ان کے اندر موجود تھے، یعنی بدزبانی، بدتمیزی، بڑوں اور اکابر اور اولیاء اللہ کی گستاخی اور بے احترامی، تعلید کا دشمنی، امہ اخاف رحمہم اللہ سے دلی بغض اور کینہ، کتابوں کی عبادت میں الٹ پھیر کرنا، یہ ان کی بعض خصوصیات ہیں، ہم نے ان کی کچھ کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کی ان خصوصیات کو ہم نے ان کی کتابوں میں جگہ جگہ محسوس کیا ہے، بہر حال ان محدث گوندلوی صاحب کو ترکی سے چھپا ہوا حضرت محدث الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات کا منتخب عربی رسالہ لکھا گیا انھوں نے اس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد فقہ حنفی پر عمل کریں گے۔

گوندلوی محدث صاحب فرماتے ہیں "سنئے سید احمد سرہندی حنفی فرماتے ہیں ان عیسیٰ یعمل بعد نزولہ بمذہب الامام ابی حنیفۃ حضرت عیسیٰ نازل ہونے کے بعد فقہ حنفی پر عمل کریں گے۔ (مطرقۃ الحدید)

گوندلوی محدث صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام جس انداز میں لیا ہے وہ ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں، جس شخصیت بزرگوار کے مسلمانوں کو بلا امتیاز اس و اس ناز و فخر ہے اور جس کے کارناموں سے ہندوستان کی اسلامی تاریخ روشن ہے اور جس نے اپنی تنہا جدوجہد و ایثار و قربانی سے ابر کے دین الہی کا قلع قمع کر کے ہندوستان میں اسلام کی بھتی ہوئی شمع کو روشن کیا اس کو محدث گوندلوی صاحب "سید احمد سرہندی حنفی" کے نام سے یاد کرتے ہیں، ان کا لازمی لقب مجدد کو کیا ذکر کرتے رحمۃ اللہ علیہ تک کہنا ان کو گوارا نہیں ہوا اس لئے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حنفی تھے، جمہاں غیر مقلدیت اسی کا نام ہے۔ اب اور سنئے کہ ان محدث صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اقرار کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے ہرگز یہ نہیں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حنفی فقہ پر عمل کریں گے، اور اپنے اسی دجل اور فریب اور بددیانتی کو چھپانے کیلئے محدث صاحب مکتوبات

کی پوری جارت نقل نہیں کی، حضرت مجدد صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ  
 ويمكن ان يكون ما قاله الخواجه بارسا قدس سره في الفصول  
 السنة من ان عيسى علي نبينا وعليه الصلوة والسلام يعمل بعد نزوله  
 بمذهب الامام ابو حنيفة بواسطة هذه المناسبة التي له رضي الله  
 عنه بحضرة روح الله عليه السلام يعني ان اجتماعه روح الله يكون  
 موافقا لاجتهاد الامام الاعظم لانه يقلد لا فان شأنه عليه السلام  
 اعلى واجل من ان يقلد علماء الامة -

یعنی پس ممکن ہے کہ وہ بات جس کو خواجہ بارسا رحمۃ اللہ علیہ نے فصول السنہ میں  
 ذکر فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے  
 مذہب پر عمل کریں گے، اسی مناسبت کی وجہ سے جو حضرت امام اعظم اور حضرت عیسیٰ  
 علیہ السلام کے باہم رہا ہے، حضرت بارسا رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 کا اجتہاد حضرت امام اعظم کے اجتہاد سے موافقت رکھے گا نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 حضرت امام ابو حنیفہ کی تقلید کریں گے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے بہت اعلیٰ  
 و ارفع ہیں کہ وہ اس امت کے علمائیں سے کسی کی تقلید کریں -

دیکھئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرما رہے ہیں اور گو ندولوی محدث  
 کیا فرماتے ہیں -

محدث صاحب نے جو بات خواجہ بارسا کی تھی اس کو حضرت مجدد الف ثانی کے سر  
 مرٹھ دیا، حضرت مجدد صاحب تو ہمارے ہمارے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام کی شان اس سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہ امت کے کسی عالم کی تقلید کریں، اور  
 محدث صاحب فرماتے ہیں کہ مجدد صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا  
 ہے کہ وہ حضرت امام اعظم اور فقہ حنفی کے مقلد ہوں گے -

ان محدث صاحب کو اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی -

افسوس صد افسوس ایسے ہوتے ہیں جماعت غیر مقلدین کے محدث لوگ فاعتماد  
یا اولیٰ البصار۔

حضرت مجدد صاحب خواجہ پارسا کے قول کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ چونکہ حضرت  
امام اعظم کو حضرت عیسیٰ سے ایک خاص روحانی مناسبت ہے تو ہو سکتا ہے کہ مسائل  
شرعیہ میں دونوں کے اجتہاد میں توافق ہو، یہ توافقی والی بات بھی بدرجہ امکان کے ہے نہ کہ  
بطور قطعیت اور لزوم کے، حضرت مجدد صاحب نے اپنی عبارت میں پہلا لفظ فی ممکن لاکر  
یہ بتلادیا ہے کہ خواجہ پارسا کی بات بدرجہ امکان میں ہے نہ یہ کہ یہی واقعہ بطور لازم پیش آئیگا۔  
اور میں بتلا چکا ہوں کہ تقلید الگ شئی ہے اور موافقت الگ شئی ہے، تقلید میں  
مقلد کا متقلد یعنی متبوع ہے کم ہونا ضروری ہے، تقلید عامی کیلئے ہوتی ہے، مجتہد کسی کی  
تقلید نہیں کرتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود مجتہد ہوں گے وہ کسی امتی کی تقلید نہیں کریں گے  
بلکہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں گے اور یہ اجتہاد حضرت امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہو گا تو یہ  
حضرت امام اعظم کے شرف و بلندی درجہ اور اللہ کے یہاں فقہ حنفی کی مقبولیت کی حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کی طرف سے شہادت ہوگی۔

غالباً غیر مقلدین کو یہی پریشانی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقہ حنفی کے بارے میں کیوں  
ایسی شہادت دیا فرمائیں گے جن سے خرم غیر مقلدیت کے حل کر خاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔  
بہر حال آپ نے دیکھا کہ غیر مقلدین نے اس پر ویسگنڈہ میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقہ حنفی  
کے متقلد ہوں گے کیسی دھاندلی کی ہے اور جوابات کسی حنفی فقہ کے امام سے ثابت نہیں ہے اسکو انھوں  
نے حضرات فقہائے احناف کے سر ٹھ دیا ہے اسی سے سمجھ لیجئے کہ غیر مقلدیت کیا ہے اور یہ کتاب برافقہ ہے۔“

(۱) چونکہ وحی کا آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو چکا ہے اس وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی کی اتباع کریں گے۔ اور اپنے اجتہاد کے مطابق اس  
شریعت پر عمل فرمائیں گے۔

## خط اور اس کا جواب

محترم المقام زید محمد کم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
 غازی پور حاضری کے موقع پر حضرت دالانے اپنے کتب خانہ سے بھر پور استفادہ  
 فرمانے کا موقع دے کر میری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ  
 کے یہاں ایک روز دو شب بڑی راحت و آرام کی گزری، مزید کرم فرما کر مجھے متعدد کتابوں کا  
 فوٹو لینے کی بھی اجازت دی، یہ وہ کتابیں ہیں جو آپ کے کتب خانہ میں ہیں ہندوستان کے تجارتی  
 کتب خانوں میں دستیاب نہیں ہیں۔ فخر اکرم اللہ خیر الجناء۔

سیف محمدی جو ناگہ ٹھی کی کتاب کا جواب لکھا جائے تو بہت بہتر ہے، ہمارے اطراف  
 میں غیر مقلدین کی جماعت بڑے پیمانہ پر اس کی اشاعت مفت کر رہی ہے، اگر فی الحال جواب کا  
 موقع نہ ہو تو مختصر اس پر آپ تبصرہ فرمادیں، امید ہے ہماری یہ درخواست قابلِ اعتناء  
 ہوگی۔ والسلام

ہارون رشید - میسور

سرا حنم ! محترم ! میسور جیسے دور دراز کے علاقہ سے آپ غازی پور تشریف  
 لائے یہ آپ کا کرم، محبت اور علمی ذوق کی بات ہے کہ صرف ملاقات اور علمی استفادہ کی خاطر آپ نے  
 اتنا طویل سفر فرمایا۔

”سیف محمدی“ کا جواب وہ دے جس کا علمی ذوق حضرت مولانا جو ناگہ ٹھی فاضل رحمۃ اللہ علیہ



جیسا ہو، جو اسی ماحول میں پلا ہو جس ماحول میں حضرت مولانا پلے بڑھے تھے۔ مولانا جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو ان کی پیدائش کی جگہ پر ہر طرف غلاطت ہی غلاطت تھی، کہیں پیسٹاب تھا، کہیں یاخانہ، کہیں عورتوں کی شرمگاہ کی رطوبت تھی اور کہیں منی کا ڈھیر تھا، کہیں حیض کا خون تھا اور کہیں نفاس کا چشمہ تھا، اور مذکرہ بھی ہوتا تھا تو کوئی اغلام بازی کا ذکر چھیڑتا تو کوئی اپنے زنا کا قصہ سناتا، کوئی عورتوں کے ساتھ اپنی چھیڑ چھار کی حکایت لذیذ سے اپنے ہم نشینوں کو محفوظ کرتا، اس ماحول میں حضرت مولانا جو ناگڈھی مدرسہ محمدیہ دہلی کے صدر مدرس رحمۃ اللہ علیہ کی پرداخت ہوئی تھی، اور حضرت کے علم کا حال یہ تھا کہ ان کو ماضی مضارع کی گردان بھی اللہ کے فضل سے نہیں آتی تھی اخبار کا فعل مجہول اور اس کی اصل سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ناواقف تھے۔ مستثنیٰ کا اعراب کہتے قسموں پر ہوتا ہے اس کا حضرت جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے رکھوں کو بھی علم نہیں تھا، تو جو اس ماحول کا آدمی ہو اور جس کی علمی پروا ذیسی بلند ہو اس کی کسی کتاب کا جواب دینا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ جس کا علم حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہو گا اور جس کی پرداخت بھی حضرت کے ماحول میں والی ہوگی وہی اس کا جواب دے سکتا ہے۔

حضرت جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مدرسہ محمدیہ دہلی کی ساری کتابوں میں حضرت مولانا کا یہی ماحول یا رنگ اور ان کا یہی علم جھلکتا ہے۔ جس کو طبقہ غیر مقلدین بڑی لذت کے ساتھ سنتا ہے اور دوسروں کو سناتا ہے اور ان میں جو صاحب حیثیت ہوتا ہے وہ مولانا کی کتابوں کو شائع کر کے مفت تقسیم کرتا ہے۔

حضرت مولانا جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اسی کاوش میں گزری کہ فقہ حنفی کی کتابوں سے اپنے ذوق اور اپنی طبیعت کی مناسب باتیں نقل کریں اور اسکو پہلے اپنے اخبار ”محمدی“ میں شائع کریں اور پھر اسے رسالہ یا کتاب کی شکل دیکر شائع فرمائیں اور پیسہ کمائیں۔

آپ نے سیف محمدی کی بات کی ہے اور اس کا ایک نسخہ مجھے روانہ کر دیا ہے تو

ذرا اسی کا رنگ دیکھنے کہ اس میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساخت و پرداخت کا رنگ  
کیسا نمایاں ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے در مختار کے حوالہ سے پہلا ہی مسئلہ یہ ذکر  
کیا ہے۔ ولا عند طہی بصیمة بلا انزال یعنی جاذر کے ساتھ بد فعلی کرنے سے نہ تو  
غسل آتا ہے اور نہ وضو ٹوٹتا ہے، جب تک کہ انزال نہ ہو۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ نے  
پوری کتاب سے اپنے ذوق کا یہ مسئلہ ڈھونڈ نکالا، اور سرفہرست اسکو جگہ دی<sup>(۱)</sup>  
حضرت مولانا جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مدرسہ محمدیہ دہلی نے دوسرا مسئلہ  
فتح القدیر سے اپنے ذوق اور اپنے مزاج کا یہ ذکر کیا ہے۔

(۱) یہ مسئلہ خود غیر مقلدین کا ہے، نواب وحید الزماں نزل الابراہیم فقہ النبی المختار میں فرماتے  
ہیں۔ والمعانی الموجبة للغسل انزال المني بشهوة ..... فلولم يخرج  
المني من العضو المخصوص لا يلزم الغسل (ص ۲۳) یعنی غسل کو واجب کر نیوالے  
اسباب میں سے یہ ہے کہ منی شہوت کے ساتھ نکلے، اگر منی عضو مخصوص سے نہیں نکلی ہے تو غسل  
واجب نہیں ہوگا۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ در مختار کے مسئلہ اور اس مسئلہ میں کیا فرق ہے؛ مگر جو ناگڈھی صاحب  
کو تو اپنے گھر کا بھی پتہ نہیں، ان پر تو حقیقت کا بھوت سوار ہے۔

بلکہ غیر مقلدین کا نہ سب تو یہ کہتا ہے، نواب حیدر آبادی اس کتاب میں فرماتے ہیں۔  
ولا ينفق بالحققة ولو من مصل بالغ صلوة كاملة وكذا بمس المسألة والأثر  
وكذا بالمباشرة الفاحشة۔ (ص ۱۹)

یعنی وضو نہ تو حقہ سے ٹوٹتا ہے اور نہ عورت اور امر دیکے چھونے سے اور مباشرت فلوشتہ  
یعنی عورت یا مرد کے ساتھ جماع اور اغلام ہاذی کرنے سے۔

نیز فرماتے ہیں نواب صاحب وکذا اذا ادلج في فتحة البصیمة یعنی غسل واجب  
نہیں ہوگا اگر آدمی اپنا ذکر جاذر کی شرکاء میں داخل کرے۔ اپنے گھر کا یہ مسئلہ جو ناگڈھی کو نظر نہیں آیا۔

او جامع امر آتہ فی غیر الفرج ادا حاتم فلما الفصل اخذ احلیہ  
حتی سکت فخرج بلا شهوة فارسل فخرج بلا شهوة یجب عندہما  
لا عندہا۔ یعنی کسی نے اپنی بوی سے فرج کے سوا اور ہر جگہ مجامعت کی پھر انزال کے وقت سر ذکر کو  
تمام لیا اور الگ ہو کر پھر منی نکال ڈالی جب کہ سکون ہو گیا تھا تو بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر  
غسل واجب نہیں۔

دیکھئے فتح القدیر سے کیسے مزے کا مسئلہ نکالا ہے۔ فتح القدیر سیکڑوں صفحات کو  
الٹ پلٹ کر مسئلہ وہی نکالے گا جس کا ذوق اس قسم کا ہوگا۔ حضرت مولانا کا ذوق ان کی  
ساخت پرداخت کی وجہ سے ایسا ہی بن گیا تھا۔ (۱)

البتہ حضرت مولانا جو ناگڈھی صدر مدرس مدرسہ محمدیہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر  
کی عبارت کا جو ترجمہ کیا ہے، وہ اپنے علم کی اسی پونجی کے مطابق کیا ہے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ  
کو در نہیں ملی تھی۔

حضرت جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ نے فخرج بلا شهوة۔ کا ترجمہ کیا ہے  
۔ اور الگ ہو کر پھر منی نکال ڈالی ۛ

اب کوئی حضرت سے پوچھے کہ اس عبارت کا یہ ترجمہ آپ کے کس استاد نے بتلایا ہے

(۱) گزشتہ حاشیہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مسئلہ تو مولانا کے گھر کا ہی ہے کہ بلا شہوت منی  
نکلے تو غسل واجب نہیں ہوتا۔ نواب وحید الزماں صاحب مزید فرماتے ہیں کہ والمعتب بالشہوة  
عند الخادج فلما صلت الذکر حتی بطلت شہوتہ ثم خرج المنی لایلز  
الفصل۔ (صفحہ ۲۳۱ نزل الابوار) یعنی منی نکلنے سے غسل واجب ہونے میں اس کا اعتبار ہے  
کہ منی شہوت سے نکلے۔ پس اگر آدمی نے اپنا آئہ تساہل پکڑ لیا حتی کہ اس کی شہوت جاتی  
رہی پھر منی نکلی تو اس پر غسل لازم نہیں ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ فتح القدیر کے مسئلہ میں اور اس مسئلہ میں کیا فرق ہے ؟

تو حضرت مولانا محمد جونا گڑھ ہی مدرس اعلیٰ مدرسہ محمدیہ دہلی اس کا کیا جواب دیں گے، مجھے نہیں معلوم اور اگر حضرت نے اس کا ترجمہ ازراہ دیانت ایسا کیا ہے تو یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے غایت درجہ تقویٰ اور ورع کی بات ہے (۱)۔

حضرت مولانا جونا گڑھ ہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذوق کا ایک مسئلہ درمختار سے یہ

نقل کیا ہے۔

اولم حشفته ملفوفة بخراقة ان وجد لذّة الجماع وجب  
والا لا۔ یعنی اگر کسی نے اپنے ذکر کے سر کو کپڑا پیٹ کر داخل کیا تو بھی اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ اگر لذت جماع نہیں پائی۔

دیکھئے کیسا پاک صاف اور ستھرا ذوق تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا۔ درمختار کے ہزار ہا مسائل میں سے حضرت نے بڑی محنت اور جدوجہد سے اپنے ذوق کا یہ مسئلہ دھونڈ نکالا، البتہ اگر حضرت کو اپنی کتابوں پر نظر ہوتی تو ان کو درمختار کے سیکڑوں صفحات پلٹنے کی ضرورت نہیں تھی یہ مسئلہ بڑی آسانی سے نزل الابرار میں مل جاتا جو مذہب الہمدیث کی مقبول عوام کتاب ہے۔

نواب حیدر آبادی صاحب فرماتے ہیں۔

ولولف الحشفة ملفوفة بخراقة ثم اولم لها فان وجد لذّة الجماع اغتسل

والا لا۔ (ص ۲۴ ج ۱)

(۱) جارت کا اصل ترجمہ یہ ہے۔

یا اس نے اپنی بیوی سے فرج یعنی مقام صحبت کے علاوہ میں مجامعت کی یا اس کو احتلام ہو گیا پس جب منی اپنے مقام سے جدا ہوئی تو آدمی نے اپنا ذکر پکڑ لیا یاں تک سکون ہوا یعنی شہوت جاتی رہی پھر اس نے اپنا ذکر چھوڑ دیا پھر منی بلا شہوت خارج ہوئی تو حضرت صاحبین کے نزدیک غسل واجب ہو گا حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک نہیں۔ — اس ترجمہ کو مولانا جونا گڑھ ہی کے ترجمہ سے ملا کر دیکھیں حضرت کی دیانت خوب واضح ہو گی یا حضرت کا جہل خوب عیاں ہو گا۔

یعنی اگر کسی نے اپنے ذکر کے سزا کو کسی کپڑے میں پیسٹ کر عورت کی شرمگاہ میں داخل کیا پس اگر اس کو جماع کی لذت حاصل ہوئی تو غسل کرے گا ورنہ غسل نہیں کریگا۔

یہ تو یقیناً درمختار والی بات ہے۔ اب پتہ نہیں حضرت جو ناگڈھی نے اپنی کتاب کو چھوڑ کر درمختار حنفی فقہ کی کتاب کو کیوں سٹولا۔

آپ کو بتلادوں کہ حضرت جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص ذوق اور ان کے خاص مزاج لطیف کے مطابق اس کتاب نزل الابرار میں بہت سے مسائل ہیں، حضرت کو ان مسائل سے لطف اندوز ہونا چاہئے تھا۔ مثلاً خاص حضرت کے ذوق کا نزل الابرار میں ایک مسئلہ یہ ہے۔

فلو ادخل الجنی حنقته في خراج المرأة ولم تترك ولم تنزل

لا يلزم عليهما الغسل - (ص ۲۲ ج ۱)

یعنی اگر کسی جن نے کسی عورت کی شرمگاہ میں اپنے ذکر کا سر داخل کیا اور عورت نے جن کو دیکھا نہیں اور نہ اسے انزال ہوا تو عورت پر غسل نہیں ہے۔

اور ایک مسئلہ حضرت جو ناگڈھی کی اپنی ہی کتاب نزل الابرار میں یہ بھی ہے

وكذا اذا دلج في خراج البهيمة ادبر الادمي او دبوا البهيمة (انفاً)

یعنی ایسے ہی غسل اس شخص پر بھی واجب نہیں ہوگا جو اپنا ذکر کسی جانور کی شرمگاہ میں داخل کرے، یا آدمی کے پچانہ کے مقام میں داخل کرے یا جانور کے پچانہ کے مقام میں داخل کرے۔

حضرت مولانا جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ مدرس اعلیٰ مدرسہ محمدیہ دہلی نے سیف محمدی لکھنے کیلئے اخاف کے فقہ کی کتابوں کے مطالعہ میں جتنا وقت صرف کیا ہے، ان کا کافی وقت بچ جاتا اگر وہ صرف اپنے مسلک اہلحدیث کی ایک ہی کتاب نزل الابرار کا مطالعہ فرمالیتے اس کتاب کے چند صفحات میں ان کے ذوق کی وہ ساری باتیں ہیں جن سے ان کا ذوق لطیف تسکین پاتا اور حضرت کو اس طرح کے مسائل کو ڈھونڈھنے میں فقہ حنفی کی کتابوں کے مطالعہ

کرنے میں جو وقت صرف کرنا پڑا ہے یا جو محنت کرنی پڑی ہے اس سے انکو راحت مل گئی ہوتی۔  
نزل الابرار میں یہ مسئلہ بھی تو ہے۔ اگر حضرت جونا گدھی کی اس پر نگاہ پڑی ہوتی تو  
بہت خوش ہوتے۔

اذا اولج فی فرج امرأۃ میتة والمرحج فیہ عدم الوجوب  
یعنی اگر کسی غیر مقلد صاحب نے کسی مردہ عورت کی شرمگاہ میں اپنا ذکر داخل کر دیا  
تو راجح بات یہ ہے کہ وہ غسل نہ کرے۔

حضرت جونا گدھی نے اپنی اس کتاب میں یہ بھی اطلاع دی ہے کہ حضرت امام بخاری  
رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ تھا کہ شرمگاہ میں ذکر یعنی آئہ تناسل داخل کرنے سے غسل واجب  
نہیں ہوتا ہے جب تک کہ انزال نہ ہو۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے انما ماء من  
الماء یعنی پانی کا استعمال بطور غسل اسی وقت ضروری ہے جب کہ انسان کے بدن  
میں خارج ہو۔

نواب صاحب کی اصل عبارت یہ ہے۔

وهنا مذہب آخر ذهب الیہ طائفة من الصحابة واختاره  
بعض اصحابنا كالامام البخاری وهو ان لا یجب الغسل بالایلاج  
فقط اذا لم ینزل عملاً بحديث انما الماء من الماء (ص ۲۴۱)  
یعنی یہاں ایک دوسرا مذہب ہے جس کی طرف بعض صحابہ گئے ہیں اور ہمارے  
اصحاب میں سے بعض نے اسی کو پسند کیا ہے۔ مثلاً حضرت امام بخاری نے اور وہ مذہب  
یہ ہے کہ جب تک کہ انزال نہ ہو شرم گاہ میں محض ذکر داخل کرنے سے غسل واجب نہیں  
ہوتا ہے۔

جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ کسی شرم گاہ میں خواہ عورت  
کا ہو مرد کا ہو جانور کی ہو ذکر داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا، تو اب غیر مقلدین کو  
تو کھلی چھٹی مل گئی ہے، وہ خوب خوب اس کام سے لطف اندوز ہوں گے۔

ایک اور دلچسپ مسئلہ نزل الابرار من فقہ البنی المختار کا سنئے جو حضرت مولانا جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ مدرس اعلیٰ مدرسہ محمدیہ دہلی کی آنکھ سے اوجھل رہا ہے، اسلئے کہ اگر ان کی نگاہ اپنے گھر کی اس کتاب کے مسئلہ پر ہوتی تو وہ اس کو اپنی کتاب سیف محمدی میں ضرور ذکر کرتے اسلئے کہ یہ مسئلہ بطور خاص ان کے ذوق لطیف سے مناسبت رکھتا ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے۔

دلو ادخل ذکک فی دبر نفسه لا یلزم الغسل الا بالانزال (۲/۱۶۱)  
یعنی اگر کوئی غیر مقلد اپنا ذکر اپنی خود کی دبر میں یعنی پاخانہ کے راستہ میں داخل کرے گا تو بلا انزال اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔

اہل حدیث مذہب میں اس طرح کے بہت سارے مسائل ہیں جن سے حضرت مولانا محمد جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق خاص کو تسکین ملتی ہے، مگر نہ معلوم کیوں حضرت نے اپنے گھر کی کتابوں سے پہلو تہی کی اور حنفی کتابوں سے اپنے ذوق کو تسکین دینی چاہی۔  
اب ایک مسئلہ اور سن لیجئے اور مجھے اجازت دیں یہ مسئلہ بھی اہل حدیث کی مسلم اور خاص وعام میں مقبول کتاب نزل الابرار ہی کا ہے، اور حضرت مولانا جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص ذوق کا ہے وہ مسئلہ یہ ہے۔

ولو اتی عذراء ولم یزل عذرتمھا لا یجب الغسل ولو حبلا (۲/۱۶۲)  
یعنی اگر کسی غیر مقلد شخص نے کسی باکرہ عورت سے صحبت کی مگر اس کا باکرہ پن زائل نہیں کیا تو غسل واجب نہیں ہوگا اگرچہ اس عورت کو حمل ٹھہر جائے۔

دیکھئے نواب صاحب حیدر آبادی کیا فرماتے ہیں کہ اگر صحبت کے بعد اس عورت کو حمل بھی ٹھہر جائے تو اس غیر مقلد پر غسل واجب نہیں ہوگا، حالانکہ بلا انزال عورت کو حمل نہیں قرار پا سکتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جماعت کے بعد اگر انزال بھی ہو جائے تب بھی جماعت کرنے والے پر غسل واجب نہیں ہوگا، یہ نرالا مذہب یہ نرالا مسئلہ صرف مذہب اہل حدیث کا ہے، فقہ حنفی کا نہیں، فقہ شافعی کا نہیں، فقہ مالکی یا اور کسی فقہ کا نہیں صرف اور صرف

مذہب اہلحدیث کا ہے۔

آپ نے مجھ سے کہا ہے کہ سیف محمدی پر میں تبصرہ کروں ایسی کتاب پر کوئی کیا تبصرہ کرے جس میں اول سے آخر تک اسی طرح کے مسائل ذکر کئے گئے ہیں اور علم و قابلیت کے جس مقام پر ہوتے ہوئے مولانا جو ناگدھی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ذکر کیا ہے اور اپنی شرافت و مکارم اخلاق کا جس انداز میں اظہار کیا ہے میں اس سے بالکل ہمتی دامن ہوں، پوری کتاب کا جواب لکھنا تو دور کی بات ہے میں پوری کتاب پر تبصرہ بھی نہیں کر سکتا، میرے اندر اتنی ہمت ہی نہیں ہے کہ میں اس کتاب پر تبصرہ کروں، شروع کتاب کے چند صفحات سے جن چند مسئلوں کا ذکر کیا گیا ہے اسی سے اندازہ لگالیں کہ اس پوری کتاب میں کیا ہے۔ ایک پاگل تھا، اس نے ایک پیالہ میں پیشاب جمع کیا تھا، ایک میں پاخانہ، ایک پیالہ میں مٹی، ایک پیالہ میں خون، ایک پیالہ میں ناک سے نکلنے والا مادہ، اور ایک پیالہ میں کان کی گندگی، ایک پیالہ میں بلغم اور ایک پیالہ میں بدن سے نکلا ہوا پسینہ۔ ان سب چیزوں کو اپنے سامنے رکھ کر کچھ کچھ بدبواہی تھا، ایک بڑے میاں اس کے پاس گئے اور پوچھا کیا کر رہے ہو تو اس نے کہا کہ تم لوگ اللہ میاں کو طاہر، نظیف کہتے ہو بھلا ایسا خدا نظیف کیسے ہو سکتا ہے جو انسان میں ان گندے مادوں کو پیدا کرنے والا ہے، چونکہ وہ پاگل تھا اسلئے بڑے میاں اس کو یہ سمجھانے سے عاجز رہے کہ ان مادوں ہی کی بدولت تو انسان کی حیات کی بقا رہے، اور ان مادوں کو انسانی جسم میں پیدا کرنا عین حکمت ہے۔

کچھ یہی حال غیر مقلدوں کا ہے کہ وہ فقہ کی کتابوں سے چند ایسے مسائل کو جمع کرتے

ہیں جن کا تعلق طہارت اور نجاست، عورتوں سے صحبت اور حیض و نفاس سے ہوتا ہے اور ان کو اس پاگل کی طرح کتابوں میں جمع کر کے فقہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو فقہ میں ایسے ایسے مسائل ہیں، ان بے عقلوں اور بے عقلوں کو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہی توفیق کا کمال ہے کہ وہ انسان کی زندگی میں پیش آنے والے تمام امور کا ذکر کر کے ان کا شرعی حکم بتلاتا ہے، اگر فقہ کی کتابوں میں ان کا ذکر نہ ہوتا تو ان کا شرعی حکم معلوم ہی نہیں ہو سکتا تھا اور انسان کو



جب ان سے سابقہ پڑتا تو وہ حیران ہوتا کہ ہم کیا کریں، قرآن و حدیث سے تمام مسائل شرعی کا حکم ہر شخص معلوم نہیں کر سکتا۔ کیا دنیا میں ایسے لوگ نہیں ہیں کہ جو اپنی خواہش جانوروں سے پوری کرتے ہیں اور ان کو کبھی انزال ہو جائے کبھی نہیں ہوتا ہے، تو کیا اس عمل کا کوئی شرعی حکم نہیں ہوگا، یقیناً ہوگا اور ہونا چاہیئے، اگر شریعت میں اس کا حکم نہ ہو تو شریعت کا کمال نہیں ہوگا بلکہ اس کیلئے عیب کی بات ہوگی، اب فقہ بتلائے گا کہ اس جانور کا کیا حکم ہے جانور سے خواہش پوری کرنے والے کا کیا حکم ہے، اس پر غسل واجب ہوگا کہ نہیں، اس پر حد لگائی جائے گی کہ نہیں، اس کی شرعی سزا کیا ہوگی، نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مقلد کسی جانور سے اپنی خواہش پوری کرے گا تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا، اگر انزال نہ ہوا ہو تو اور دیعہ من نکح بھیمتہ یعنی جو جانور سے وطی کرے اس کو سزا دی جائے گی، اگر جانور سے وطی کرنے کی بات واقعہ نہ ہوتی تو نواب صاحب کو یہ مسئلہ ذکر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ اب اگر فقہ کی کتابوں میں ان احکام کا ذکر ہو تو غیر مقلدین اپنا منہ کٹوا کر دیکھنے کے بجائے یہ فرمائیں کہ تم اس جانور یا اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہو تمہارے مذہب میں اس کا ذکر ہے کہ نہیں، جو ناگڈھی صاحب نزل الارادہ کا مطالعہ فرماتے تو ان کو فقہ حنفی کی کتابوں میں جان کھپانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

دو عورتیں سوئی ہیں، ایک شخص نے ان میں سے ایک کو اپنی بیوی سمجھ کر بوسہ لے لیا اتفاق سے وہ بیوی نہیں بیوی کی ماں تھی، اب کوئی غیر مقلد بتلائے یہ امر پیش آ سکتا ہے کہ نہیں یا یہ ناممکن اور محال ہے، اگر یہ بات ممکن ہے تو اگر یہ پیش آ جائے تو اس صورت میں شرعی حکم کیا ہوگا، اسے معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ نہیں، کیا قرآن و حدیث سے ہر احصا اس کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے؟ اسے دانشمندان قوم ذرا بتلاؤ تو اس مسئلہ کا شرعی حکم تم کہاں سے معلوم کر دو گے؟۔

اچھا بتلاؤ کہ بیوی کی شہر نگاہ کی طرف دیکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ قرآن و حدیث سے اس کا حکم بیان کرو، نہ تم اس کا حکم قرآن سے بتلا سکتے ہو اور نہ حدیث سے اس کیلئے مدد ملے گی۔

مدرسہ محمدیہ دہلی کو اپنے غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں کی کتاب ہی کی طرف لوٹنا ہوگا۔ سنئے  
نواب صاحب کیا فرماتے ہیں۔

ویجوزنا النظر الی فہاج النہ دجۃ والامۃ یعنی (ہمارے غیر مقلد بھائیوں  
کیلئے) جائز ہے دیکھنا بیوی کی شرمگاہ کا اور باندی کی شرمگاہ کا۔ (نزل الابراہیمؑ)  
دیکھو نواب صاحب نے اسی مسئلہ کا حکم اپنے فقہ کی کتاب سے بتلادیا، اور تم کہتے  
ہو کہ فقہ میں گندے گندے مسائل ہیں نواب صاحب کے نزدیک اس طرح کے مسائل اگر گندے  
ہوتے اور ان کا ذکر کرنا جائز نہ ہوتا تو وہ نزل الابراہیم ان کا ذکر کیوں کرتے، خیر یہ تو نواب  
صاحب حیدر آبادی ہیں، غیر مقلدین حضرات اپنے مجدد اعظم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی  
اور اپنے سرتاج محدثین قاضی شوکانی اور علامہ ابن حزم کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو انکی آنکھیں  
ایسی روشن ہونگی کہ گھپ اندھیرا میں بھی ان کو چمکا ڈر نظر آجائے گا۔

آپ نے فرمایا ہے کہ سیف محمدی آپ کے اطراف میں مفت تقسیم کی جا رہی ہے۔  
تو اس سے فکرمند ہونے کی بات نہیں ہے، ہر باطل فرقہ کا یہی حال ہے، قادیانیوں کو دیکھئے  
عیسائیوں کو دیکھئے کتنی طرح سے وہ ہزار ہا ہزار کی تعداد میں اپنی کتابیں اور پمفلٹ تقسیم  
کرتے ہیں، اور انکو پڑھ کر لوگ قادیانی و عیسائی بھی ہو جاتے ہیں۔ آپ اپنی استطاعت اور  
صلاحیت بھرا پنا کام کیجئے آپ اسی کے مکلف ہیں۔ ہر شخص سے مناظرہ کرنا اور ہر کتاب کا  
جواب دینا ہمارے بزرگوں کا طریقہ نہیں رہا ہے۔ اور نہ یہ ممکن ہے اور نہ دانشمندی ہے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

مُکمل جمل مفتاحی

## طریقہ نماز احادیث و آثار کی روشنی میں

جدہ سعودیہ عربیہ میں ہمارے ایک کرم فرما اور مخلص صاحبزادہ قاری عبدالباسط صاحب ہیں، اصلاً یہ رہنے والے پاکستان محبوبہ سرحد کے ہیں، مگر متہائے دراز سے یہ جدہ میں مقیم ہیں، پہلے جدہ کی مشہور مسجد، مسجد شعیبیہ میں وہ بچوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ امامت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے اور اب وہ جدہ کے صی العزیزہ میں تحفیز القرآن کا ایک مدرسہ مرکز عبداللہ بن مسعود لتحفیز القرآن کے نام سے قائم کر کے دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، یہ مدرسہ صرف ایک مدرسہ ہی نہیں ہے بلکہ دعوت کا ایک مرکز بھی ہے، قاری صاحب دامت برکاتہم بہت فعال متحرک اور دعوتی سرگرمیوں سے وابستہ شخص ہیں، جدہ میں آپ کا درس قرآن بہت مشہور ہے، ہفتہ میں ایک روز یہ درس ہوتا ہے اور مختلف علاقوں سے آکر لوگ اس درس میں شریک ہوتے ہیں، خواتین کا بھی مجمع ہوتا ہے، اس درس کے ذریعہ سے لوگ دین و شریعت کے احکام سے واقف بھی ہوتے ہیں امدان کی زندگی کا لفتہ بھی بدل جاتا ہے، قاری صاحب سے لوگ مسئلے مسائل بھی ملاقات کر کے یا فون کے ذریعہ پوچھتے رہتے ہیں، جدہ سے نکلنے والے اردو اخبار کے قاری صاحب مستقل کالم نگار ہیں، یہ اخبار ایک لاکھ سے زیادہ کی تعداد میں چھپتا ہے، اور سعودیہ کے علاوہ خلیج کی تمام ریاستوں میں پڑھا جاتا ہے، اس طرح قاری صاحب کی آواز کی گونج دور تک پہنچتی ہے، درس قرآن کی کمیشن تیار

کرنے کا مرکز عبد اللہ بن مسعود ہیں، بڑا اہتمام ہے۔ اس درس کی کئی سو کیسٹیں تیار ہیں، اور ان کیسٹوں سے نہ صرف اردو بولنے والے سعودیہ عربیہ میں بلکہ دنیا کے مختلف شہرتی و مغربی ممالک میں جہاں اردو داں ہیں فائدہ اٹھاتے ہیں، اس طرح قاری صاحب کی تنہا ذات دعوت کے میدان میں ایک جماعت کا کام کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو نہ صرف شگفتہ گوئی کی دولت سے نوازا ہے بلکہ آپ ایک صاحب قلم عالم بھی ہیں، متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، انہیں کتابوں میں آپ کی نئی کتاب ”طریقہ نماز احادیث و آثار کی روشنی میں“ ہے۔ اس کتاب کے بارے میں قاری صاحب لکھتے ہیں :

”اس میں نماز کے طریقہ کو فقہائے احناف کی تشریحات کے مطابق قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کی دسیلوں کے ساتھ آسان و عام فہم اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔“

آپ کتاب پڑھئے، کتاب کا پر عنوان قاری صاحب کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے، کم پڑھے لکھے لوگوں کیلئے یہ کتاب بہترین تحفہ ہے، ان کو بڑی آسانی کے ساتھ نماز کے بارے میں پوری معلومات فراہم ہوتی ہیں، اور ذہن پر بھاری اور بوجھل تحریر کا کوئی بار نہیں ہوتا ہے، نیز ان کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ احناف کا طریقہ نماز کتاب و سنت کے عین مطابق ہے، اور بعض گمراہ جماعتوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ احناف کی نماز سنت کے مطابق نہیں ہوتی ہے، وہ نہرا پروپیگنڈہ ہے، اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس کتاب پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا ایک جاندہ اور پُر مغز علمی مقدمہ ہے جو اپنی جگہ پر خود قابلِ مطالعہ ہے، ہندوستان میں یہ کتاب مکتبہ نعیمیہ دیوبند نے شائع کی ہے، کتابت و طباعت ہر طرح سے دیدہ زیب اور معیاری ہے۔

## ہندوستانی نشاۃ ثانیہ میں قدیم دہلی کالج کا کردار ایک دستاویزی کتاب

دریا بادیستی صوبہ یوپی کا ایک زرخیز علمی قصبہ ہے، جہاں عصری و دینی علوم کی باغ و بہار شخصتیں پیدا ہوتی رہی ہیں، اسی قصبہ کے ڈاکٹر شمس الہدیٰ ایک نوجوان عصری علوم کے فاضل ہیں، یہ صاحبزادہ ہیں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی استاد تفسیر دارالعلوم دیوبند کے، ان کی تعلیم تمام تر عصری درسگاہوں میں ہوئی ہے، اور اس وقت مولانا آزاد اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں بحیثیت لکچرار ان کا تقرر ہے، انگریزی، ہندی اور اردو تینوں زبانوں پر ان کو اچھی قدرت حاصل ہے۔

ڈاکٹر شمس الہدیٰ سے اگر آپ ملاقات کریں گے تو پہلی ملاقات میں آپ کو محسوس ہوگا کہ وہ کسی عربی درسگاہ کے متدین عالم و فاضل ہیں، سنجیدہ طبیعت، باوقار انداز گفتگو، چہرہ پر بھری ہوئی ڈاڑھی، سوپر ٹوپی، نماز روزہ کے پابند، کوٹ، شرٹ، پتلون سے بے نیاز، کرتہ بیجامہ میں بلوس، پی، ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے اور ایک یونیورسٹی میں اعلیٰ درجہ کے ملازم ہونے کے باوجود تواضع و سادگی کا پسیر، نہ کھراپن، نہ ہر وقت ہنسا، یہ ہیں ڈاکٹر شمس الہدیٰ دریا بادی بستوی سلمہ اللہ تعالیٰ

پیش نظر کتاب ”ہندوستانی نشاۃ ثانیہ میں قدیم دہلی کالج کا کردار“ ان کا پی ایچ ڈی کا وہ مقالہ ہے جس پر جواہر لال یونیورسٹی دہلی سے ان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی ہے، اب وہی مقالہ کتاب کی شکل میں مذکورہ نام سے عمدہ طباعت و کتابت کے ساتھ شائع ہو کر شائقین کے ہاتھوں پہنچ رہا ہے۔

کتاب کا موضوع بظاہر خشک معلوم ہوتا ہے مگر ڈاکٹر شمس الہدیٰ کے قلم جادو رقم کا مال ہے کہ اس خشک موضوع کو انہوں نے ایسا تم بنا دیا ہے کہ کتاب کو شروع کیجئے تو ہر صفحہ کے بعد دوسرے صفحہ کی طلب ہوتی ہے اور اگر آپ کا وقت فارغ ہے تو ایک

دو نشست میں ہی آپ کتاب کو ختم کرنا چاہیں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں دہلی کے عربی کالج یا قدیم عربی کالج کا بڑی تفصیل سے تعارف کرایا ہے، اور ہندوستان کی علمی و ادبی نشاۃ ثانیہ میں جو اس کا شاندار کردار رہا ہے اس کو بڑے دلچسپ اور ادبی انداز میں ذکر کیا ہے، کالج سے متعلق جو شخصیات رہی ہیں ان میں سے بیشتر کا ذکر کیا ہے، خواہ وہ شخصیتیں اساتذہ کی ہوں یا طلبہ کی یا اس کے منتظمین کی، اور خواہ وہ ہندوستانی ہوں یا انگریز اور یورپین۔

یہ کتاب متنوع - تاریخی معلومات کا ایک جہاں نما ہے، پڑھنے والوں کو ۱۸۵۴ء سے قبل کی ایک صدی اور بعد کی ایک صدی یعنی ۱۹۲۴ء تک کی پوری علمی تاریخ کا علم حاصل ہو جاتا ہے ہم ڈاکٹر صاحب کو ان کی اس کامیاب تصنیف پر مبارکباد دیتے ہیں۔

پوری کتاب میں بظاہر کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس پر گرفت کی جائے، البتہ بعض جگہ کی عبارت کو آئندہ ادیشن میں تصحیح کر لی جائے تو بہتر ہے، مثلاً ص ۱۱ میں ہے، ”باہمی تعاون مدینت کی روح رواں ہیں“ ہیں کی جگہ ”ہے“ ہونا چاہئے۔

ص ۱۵ میں ”رام چندر کی صحافت پیشہ ورانہ نہ ہو کر اصلاحی تھا“ تھا کی جگہ تھی ہونا چاہئے ۱۰۹ میں ”ذکار اللہ نے بھی“ کالج میں داخل ہوئے ”یہاں نے زاید ہو گیا

ہے۔ ص ۱۲۳ میں ”مورخین نے اسے صرف فوجی فادات کہلے جو صرف فوج تک محدود تھا“

تھا کی جگہ تھی لکھنا تھا، ص ۱۲۹ میں ہے، ”لاکھوں مسلمانوں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا، شاید تعداد بتلانے میں مبالغہ ہو گیا ہے۔ ص ۲۴۲ میں ہے، ”تاریخ گواہ ہے کہ سائنس اور تکنیکی علوم

ہی وہ بڑا اور موثر ہتھیار تھا جس کو لیکر ”بڑے اور موثر ہتھیار تھے جن کو لیکر“ صحیح عبارت ہوگی، ص ۲۴۳ میں سرسید اور رام چندر کے دوستانہ مراسم کو ثابت کرنے کی جو دلیل دی ہے

وہ تام نہیں ہے، کسی کی صحافتی سرگرمیوں سے واقف ہونا دوستانہ مراسم کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔

ان چند چھوٹی چھوٹی فروگزاشتوں سے اگر صرف نظر کر لیا جائے تو کتاب

## اعیان العباد یعنی مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ

الامام الحافظ، ابوسلمہ مسعر بن کدام کو ذکے بلند پایہ محدث اور فقیہ تھے۔ ان کے شاگردوں میں سفیان بن عیینہ، یحییٰ القطان محمد بن بشر یحییٰ بن آدم اور ابو نعیم حلیے ائمہ حدیث ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کے اساتذہ حدیث ان کے شاگرد تھے، احادیث کے ضبط و اتقان میں درجہ بلند کے مالک تھے، حضرت شعبہ فرماتے ہیں کہ مسعر بن کدام اس درجہ حدیث کو پختگی سے ضبط کرنے والے تھے کہ ہم نے ان کا نام ”مصحف“ رکھ رکھا تھا، علو اسناد اور حفظ و اتقان میں ان کا درجہ سفیان ثوری (جن کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا ہے) سے بھی بڑھا ہوا تھا، ان کے سوا ایسے اساتذہ تھے جن سے سفیان کو شرف سماع حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ سے انھوں نے حدیث وفقہ کا علم حاصل کیا تھا، ان کا شمار حضرت امام اعظم کے مشہور تلامذہ میں سے ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام مسعر کو امام ابو حنیفہ کے حلقہ میں دیکھا کہ وہ امام کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان سے فقہ و حدیث کے بارے میں سوال کر رہے ہیں اور مسائل سمجھ رہے ہیں، خود حضرت مسعر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ :

میں امام ابو حنیفہ کی مسجد میں ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ صبح سے ظہر تک اور ظہر سے عصر تک پھر عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک تعلیم کو جاری رکھے ہوئے ہیں، پھر جب لوگ چلے گئے تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور صبح تک نماز میں لگے رہے تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں ان کی محبت میں اس وقت تک رہوں گا جب تک ان کا یا میلر ہی انتقال ہو جائے۔ پھر میں نے حضرت امام ابو حنیفہ کی مسجد میں ان کے درس میں برابر شریک رہا۔

حضرت مسعر امام اعظم کے بارے میں فرماتے تھے کہ جو آدمی امام ابوحنیفہ کو اپنے درمیان  
اور اپنے رب کے درمیان رکھے گا مجھے امید ہے کہ وہ شریعت کے خلاف نہیں چلے گا اور نہ  
اس سے احتیاط میں کمی واقع ہوگی۔

حضرت مسعر بن کدام کی شان میں حضرت عبداللہ بن مبارک کا ایک شعر یہ ہے۔

من کان ملتصاً جلیئاً صلاً لِحاً

فلیات حلقتاً مسعر بن کدام

جن کو اچھے ہم نشین کی تلاش ہو وہ مسعر بن کدام کے حلقہ صحبت میں جائے۔

مسعر بن کدام



## قاسم بن معبد بن عبد الرحمن المسعودی رحمۃ اللہ علیہ

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ الامام العلامة قاضی کوذہ تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاندان اور ان کی اولاد میں سے تھے، اجلہ محدثین نے ان سے حدیث روایت کی ہیں، جاہ و مال سے بے نیاز تھے، قصار کلام بلا تنخواہ انجام دیتے تھے، کثرت سے روایت کرنے والوں میں سے ان کا شمار ہوتا ہے، عربیت فقہ کے بڑے جانکار تھے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ کوذہ کے ان علماء میں سے تھے کہ ان کے زمانہ میں کوذہ میں ان کی نظیر نہیں تھی، مذہباً حنفی تھے، حضرت امام اعظم کے حلقہ درس میں بیٹھا کرتے تھے، عربیت لغت اور فقہ و حدیث کے عالم تھے، زیادہ اور ثقات علماء میں سے تھے، امام نسائی نے بھی انکو امام ابو حنیفہ کے ثقات شاگردوں شمار کیا ہے، ابن ابی عمران کہتے تھے کہ قاسم بن معن فقہ میں امام تھے اور یہ اجلہ اصحاب ابی حنیفہ میں سے تھے، قاسم بن معن سے کسی نے پوچھا کہ آپ عربیت میں بھی امام ہیں اور فقہ میں بھی امام ہیں، ان دونوں میں سے کس کا علم آپ کو زیادہ ہے؟ تو فرمایا کہ خدا کی قسم امام ابو حنیفہ کی ایک تحریر تمام عربیت سے بڑھ کر ہے۔

مولانا محمد الیاس احمد اکاڑوی  
پاکستان

## قربانی کے دو مسئلے

جمہور امت دائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل اور محدثین کا تو اتر سے یہ عمل چلا آ رہا تھا کہ قربانی کا اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرے گا، اگر دس آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

انگریز کے دور میں ایک فرقہ غیر مقلدین بنام ”المحدثین“ وجود میں آیا جنہوں نے الطیعوا اللہ والطیعوا الرسول کا نعرہ لگا کر پوری امت میں اختلاف و انتشار کی فضا پیدا کر دی، اور بہت سارے جو امت کے اتفاقی مسائل تھے اختلاف کر کے شاذ اور متروک روایات کو لے کر فتوے دیدیئے، ان اتفاقی مسائل میں سے ایک مسئلہ قربانی کے اونٹ میں سات حصوں کا بھجنا ہے اس مسئلہ میں اختلاف کر کے قربانی کے اونٹ میں دس حصوں کا فتویٰ دیا، ان حضرات کا مبلغ علم یہ ہے کہ شاذ اور متروک روایات جمع کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور جمہور امت کی روایات صحیحہ کی مخالفت کرتے ہیں، ان میں سے چند شاذ اور متروک روایات جن کو وہ قربانی کے اونٹ کے دس حصوں میں استدلال کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) عن ابن عباس قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر

فخصنا الاضعی فاشتکرنا فی البقیۃ سبعۃ و فی البقیۃ عشاء۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ سفر میں تھے، حید کا دن آگیا پس ہم اونٹ میں دس آدمی اور گلے میں سات آدمی شریک ہوئے۔

جواب (۱) اس حدیث میں سفر کا واقعہ ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہوتی تو اس اشتراک سے مراد یہ ہے کہ کھانے کے اعتبار سے دس آدمی شریک تھے، یہ مطلب نہیں کہ دس آدمیوں نے ایک اونٹ کو ذبح کیا۔

جواب (۲) یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیوں کہ مسلم شریف کی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم سات آدمی اونٹ میں شریک ہوں، یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی ہے لہذا مسلم کی حدیث ابن عباس کیلئے ناسخ ہے۔

(۲) عن رافع بن خدیج قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یجعل فی قسم الغنائم عشرا من الشاء ببعیر۔ (نسائی)

حضرت رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کی تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر ٹھہرایا۔

جواب - یہ حدیث مال غنیمت کے تقسیم کے بارے میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بکریوں کی قیمت کو ایک اونٹ کی قیمت کے برابر قرار دیا۔ اس حدیث سے قربانی کے اونٹ میں دس حصوں پر استدلال کرنا انتہائی کم علمی اور کم فہمی کی دلیل ہے۔

(۲) عن جابر قال نحرنا یوم الحد یدبیت سبعین بدنتہ البدنة

عن عشا۔ (مسند رک حاکم ص ۲۳۰ ج ۲)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ کے دن ستر اونٹ ذبح کئے ایک اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے۔

جواب - علامہ ذہبی تلخیص مسند رک میں فرماتے ہیں کہ ابن جریر، مالک اور زبیر نے ابو الزبیر سے اونٹ میں سات حصوں کی روایت نقل کرتے ہیں صرف صفیان ابو الزبیر سے سات حصوں والی روایت کی بھی منقول ہے جیسا کہ

مکمل مفتاح

ظہار شیرازی

## نمار سلفیت

شیخ جن کو چار بیوی کے ہوتے ہوئے پانچویں کی تلاش  
ایک وقت میں چار بیوی سے زیادہ رکھنا جائز ہے۔

شیخ جن کا دعویٰ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی کچھ سنا آپ نے، شیخ جن حفظہ اللہ اب پانچواں نکاح کرنے جا رہے ہیں  
محلہ میں ان کا چرچا زوروں پر ہے۔

باپ۔ بیٹا شیخ جن حفظہ اللہ تو ہماری جماعت اہل حدیث کے بڑے عالم ہیں، جامعہ سلفیہ  
سے فارغ ہیں، علامہ بقرا حفظہ اللہ سے بخاری شریف پڑھی ہے، انکو علامہ مقرئ  
سے سند اجازت حاصل ہے، وہ بہت دنوں تک علامہ محروم من العین نور اللہ  
مرقدہ کی خدمت میں ریاض میں رہے ہیں، ان کا علم بہت پختہ ہے، حدیث و  
قرآن کے تو گویا حافظ ہیں، ان کو یہ تو معلوم ہو گا کہ ایک وقت میں چار بیوی سے  
زیادہ رکھنا ہماری شریعت میں حرام ہے۔

بیٹا۔ اباجی ہمارے جن عالموں نے ایک وقت میں چار بیوی سے زیادہ رکھنے کو منع کیا ہے

انہوں نے قرآن و حدیث کا صحیح ڈھنگ سے مطالعہ نہیں کیا ہے، شیخ جن حفظہ اللہ لوگوں کو یہی بتلا رہے ہیں۔

باپ۔ بیٹا، قرآن میں صاف مذکور ہے۔ فانکھواما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث و رباع، فان خفتم ان لا تعدوا فواحدتا او ما ملکت ایما نکم۔ یعنی اگر تم بیویوں کے درمیان عدل کر سکتے ہو تو دو سے تین سے اور چار سے نکاح کر سکتے ہو۔ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

بیٹا۔ اباجی شیخ کلہو حفظہ اللہ نے شیخ جن حفظہ اللہ کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی تھی تو شیخ جن نے ہنس کر ان کو چاٹا رسید کیا اور کہا سلمہ تم نے اس آیت کا غلط مطلب سمجھا ہے۔

باپ۔ بیٹا تو اس آیت کا صحیح مطلب انہوں نے کیا بتلایا؟  
بیٹا۔ انہوں نے کہا کہ اس آیت کا مطلب ہے کہ ایک عقد میں دو سے بھی نکاح کر سکتے ہو، تین سے بھی کر سکتے ہو، چار سے بھی کر سکتے ہو، یعنی عقد واحد میں ایک عورت ہی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ایک ساتھ متعدد عورتوں سے بھی نکاح کر سکتے ہو۔

باپ۔ بیٹا۔ آیت شریفہ کا یہ مطلب یہ شیخ جن کا اجتہاد ہے یا انہوں نے کسی کی تقلید میں یہ مطلب بیان کیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی، ہمارے شیخ جن حفظہ اللہ بڑے عالم تو ضرور ہیں مگر ابھی ان میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ خود اجتہاد کریں، بلکہ یہ بات انہوں نے نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں کہی ہے۔

باپ۔ کیا آیت کا یہ مطلب نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بیان کیا ہے؟

بیٹا۔ جی اباجی، وہ اپنی کتاب ظفر الاضیٰ بما یجب فی قضاء التعاضی کے ص ۱۲۱

لکھتے ہیں۔

فقوله تعالى متنى وثلاث وربع يستفاد منه جوازا نكاح النساء  
اثنين اثنتين وثلاثا وثلاثا واربعا واربعا، والمراد جواز  
تزويج كل دفعة من هذا الدفعات في وقت من الاوقات  
وليس في هذا التعرض لمقدار عدد دهن بل يستفاد من المصغ  
الكثر من غير تعيين۔

یعنی اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کسی بھی وقت ایک ساتھ ایک عقد میں دو دو  
تین تین چار چار عورتوں سے شادی کیجا سکتی ہے، اس میں عورتوں کی تعداد کا  
ذکر نہیں ہے کہ چار سے زیادہ سے شادی نہیں کیجا سکتی، بلکہ اس آیت سے  
تو بلا تحدید کثرت نکاح کا پتہ چلتا ہے۔

اور ان کے صاحبزادہ کی کتاب عرف المجادی میں ہے کہ  
عربوں اور ائمہ لغت کے محاورہ میں قرآن کا یہ بیان اس سے متعلق ہے کہ ایک دفعہ  
میں دو تین اور چار عورتوں سے نکاح کیا جاسکتا ہے، عورتوں کی تعداد کا بیان  
نہیں کہ ایک وقت میں چار بیوی سے زیادہ رکھنا حرام ہے۔ ص ۱۱  
بیٹا۔ اس بارے میں تو متعدد احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کو جن کے نکاح میں ایک ہی وقت میں چار سے زیادہ عورتیں  
تھیں چار کے رکھنے اور باقی کو طلاق دینے کا حکم کیا تھا۔

بیٹا۔ اباجی شیخ جن حفظہ اللہ ان تمام احادیث کو ضعیف بتلایا ہے اور کہا کہ ہمارے  
علماء ان احادیث کو نہیں مانتے ہیں۔

باپ۔ مگواست کے بقیہ محدثین فقہاء علماء تو ان احادیث کو اجماعاً قبول کرتے ہیں،  
کسی ایک محدث نے کسی ایک فقیہ نے ایک وقت میں چار سے زیادہ بیوی رکھنے  
کو جائز نہیں رکھا ہے۔

بیٹا۔ اباجی، اس بحث کو چھوڑ بیٹے، یہ بتلائیے کہ ہمارے لوگوں کو ہمیشہ دور ہی کی کوڑی کیوں سوچتی ہے، یہ عدم تقلید کا ثمرہ ہے کیا؟  
 باپ۔ یہ نہیں بیٹا۔

شیخ کلوحفظہ اللہ کی قوالی  
 ”میں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ“

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی شیخ کلوحفظہ اللہ کی زبان پر آجکل یہ شعر بہت ہوتا ہے۔

ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

باپ۔ ہاں بیٹا، خاص طور پر جب وہ شیخ جن حفظہ اللہ کو دیکھتے ہیں تو یہ شعر ضرور پڑھتے ہیں، کل ہی شیخ جن حفظہ اللہ آئے تھے اور شیخ کلوحفظہ اللہ کی شکایت

کر رہے تھے، ان کے بارے میں اور بھی بہت کچھ کہہ رہے تھے۔

بیٹا۔ اباجی میں کئی روز سے دیکھ رہا ہوں کہ شیخ کلوحفظہ اللہ شیخ جن حفظہ اللہ کے درس

حدیث میں بھی نہیں آتے ہیں، نہ ان کے حقہ والی مجلس میں شریک ہوتے ہیں۔

باپ۔ بیٹا میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں کوئی مولوی دیوبند کا پڑھا عبید اللہ نامی آیا،

شہر کے بڑھے جوان اس کے درس قرآن میں شریک ہونے لگے ہیں، شیخ کلوحفظہ

اللہ بھی اسی کے درس قرآن میں جاتے ہوں گے۔

بیٹا۔ اباجی مجھ سے شیخ بد الزماں حفظہ اللہ کہہ رہے تھے کہ شیخ کلوحفظہ اللہ کی

مذہب الحمد میث سے وابستگی ڈھیلی پڑتی جا رہی ہے۔

باپ۔ بیٹا، اس میں کچھ قصور ہمارے لوگوں کا بھی ہے، شیخ کلوحفظہ اللہ کو شکایت ہے

کہ ایک طرف ہماری جماعت کے لوگ بڑے زور و شور سے دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ مذہب اہلحدیث والے تمام صحیح حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، ہر صحیح حدیث کو اپنا مذہب بناتے ہیں لیکن اصل صورت حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی حدیث اگرچہ وہ بخاری و مسلم ہی کی کیوں نہ ہو پیش کی جاتی ہے جو مذہب اہلحدیث کے خلاف ہو تو اس کو بڑی بے دردی سے رد کر دیتے ہیں، شیخ کلور کو اہلحدیث مذہب سے ہماری جماعت کے اسی طرز عمل نے بدگمان کیا ہے اور ان کا یہ شعور گنگنا اسی وجہ سے ہوتا ہے۔

ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ  
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

بیٹا۔ اباجی ذرا اس شعر کا مطلب بیان کر دیں۔  
باپ۔ بیٹا، ستاروں کو دیکھو وہ کتنے چھوٹے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ ایک ستارہ زمین سے بھی بڑا ہے، یعنی ان کی حقیقت کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور ہوتے ہیں، گویا ان ستاروں کا حال جادو تماشا دکھانے والے کا ہوتا ہے کہ تماشا دکھانے والے بھی اپنے جادو سے اصل کو کچھ کا کچھ کر کے دکھاتے ہیں۔ تو شیخ کلور حفظہ اللہ کے اس شعر کو پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے مذہب اہلحدیث والوں کی بھی حقیقت کچھ اور ہے اور ظاہر وہ کچھ اور کرتے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ وہ صرف اپنے مطلب ہی کی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا سر ہر صحیح حدیث کے سامنے جھکا ہوا ہے، اور ان کا عمل ساری صحیح حدیثوں پر ہے۔

بیٹا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تماشا گردن کی طرح مذہب اہلحدیث والے بھی دھوکا دیتے ہیں۔  
باپ۔ شیخ کلور حفظہ اللہ کو شکایت تو یہی ہے۔

بیٹا۔ تو کیا شیخ کلور حفظہ اللہ مذہب اہلحدیث سے سرکتے سرکتے پوری طرح سرک جائیں گے؟  
باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔



مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہری دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۲ شمارہ ۴

ذیقعدہ — ذی الحجہ  
۱۴۳۰ھ



سالانہ چندہ — ۸۰ روپے

پاکستان کیلئے  
پاکستانی دوستوں پر سالانہ  
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ  
غیر ممالک سے دشن ڈالار امریکی

مدیر مسئول و مدیر التحریر  
محمد ابو بکر غازی پوری

پستہ

مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل ریسید غازی پور۔ یوپی

برائیل نمبر 94534 97685

23 3001

پین کوڈ

مجلہ مفتاحی

## فہرست مضامین

۳	مدیر	زمزم کا قارئین زمزم کو آخری سلام
۵	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۹	صاحبزادہ قاری عبد الباقی مقامی حال جلد	نماز تراویح اور اس کی تعداد
۱۹	مولانا عبد اللہ مفتاح معروفی مدرس دالالعلوم دیوبند	درس حدیث میں دلبستان دیوبند کا امتیاز
۲۳	محمد ابو بکر غازی پوری	جس وحدت کا شوہر لاپتہ ہو جائے تو عورت کیا کرے
۳۴	محمد عبد اللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۴۴	محمد ابو بکر غازی پوری	اعیان العباد
۵۰	" "	حکایات و واقعات
۵۷	" "	صدق، انجیر کے بارے میں { کچھ معلومات
۶۰	طہ اشیرازی	خمار سلفیت

## زمزم کا قارئین زمزم کو آخری سلام

زمزم کا یہ شمارہ جلد نمبر ۱۲ کا آخری شمارہ ہے، یعنی اس شمارہ پر زمزم نے اپنے بارہ سال پورے کئے، اس بارہ سال کی طویل مدت میں زمزم کن حالات سے دوچار رہا، اس کا تذکرہ کبھی کبھی قارئین زمزم کے سامنے بھی آتا رہا، مگر ان حالات میں بھی زمزم کا سفر جاری رہا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس بارہ سال میں محض توفیق خداوندی اور اکابر دینداروں کی روحانی توجہات سے زمزم نے غیر مقلدیت کے قلعہ کو مسمار کر دیا ہے۔ زمزم کے مضامین نے غیر مقلدیت کے علمبرداروں کو مایوس کر دیا ہے، دلائل کی روشنی میں اب غیر مقلدین بات کرنے کی سکت کھو چکے ہیں، ہاں البتہ شرارتوں کا کوئی علاج نہیں ہے، اور جن کی فطرت میں صرف فساد اور فساد ہو، ان کا مقابلہ کرنے کی ہمارے اندر ہمت نہیں، غیر مقلدین کے تقریباً تمام مشہور اعتراضات کا جواب زمزم میں آچکا ہے، غیر مقلدین سے ان جوابات کا جواب نہ بن پڑا ہے اور نہ انشاء اللہ بن پڑے گا، البتہ گالی گلوچ سے اپنا حوصلہ وہ نکالیں تو الگ بات ہے، مگر دلائل کی روشنی میں وہ بات نہیں کر سکتے۔

اب اگر غیر مقلدین ایک ہی بات کو بار بار اچھالیں جس کا جواب زمزم دے چکا ہے تو ہم اس کو ان کی شرارت یا حماقت سمجھتے ہیں، اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ گروہ ہے جو اپنی اس شرارت سے باز نہیں آئے گا نہ اس سے یہ حماقت جائے گی۔ اس لئے ہم اس کی طرف کوئی توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

عرض کیا جا چکا ہے۔ زمزم نے بڑے مشکل حالات میں یہ بارہ سال پورے کئے  
مگر اب زمزم اس قدر مالی اعتبار سے گراں بار ہو چکا ہے کہ اب مزید کاہمیں تحمل نہیں، بقایا  
کے وصول نہ ہونے سے زمزم بڑے خسارہ میں رہا، اس لئے اب فیصلہ ہوا ہے کہ سر دست  
زمزم کو بند کر دیا جائے۔ اس لئے قارئین زمزم کو اب کچھ مدت کیلئے زمزم کے کسی اور شمارہ  
کا انتظار نہ کرنا چاہئے، جب زمزم کے حالات سدھریں گے تو دیکھا جائے گا، حالات  
سدھریں گے تو زمزم کو دوبارہ جاری کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں ہم زمزم کا آخری سلام پہنچاتے ہوئے ان تمام بزرگوں دوستوں  
محسنوں اور زمزم کے عام قارئین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کی دلچسپیوں اور  
مدد اور دعاؤں سے زمزم نے بارہ سال کی اس طویل مدت کو طے کیا، مگر اللہ نے ہمارے  
قلم اخلاص کی دولت رکھی رہی ہوگی اور مقبوض حق کا دفاع رہا ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ  
اس حقیر فقیر بندہ کو اجر و ثواب اور اپنے فضل سے محروم نہیں رکھے گا، اور اگر خطا خواستہ  
نیت خراب رہی اور اپنے علم کا دکھاوا مقبوض رہا، اور لوگوں سے واہوائی مراد رہی تو ہم  
اللہ سے استغفار اور توبہ کرتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں اعتراف جرم کرتے ہوئے اس  
ذاتِ کریم سے عفو اور مغفرت کے طلبگار ہیں۔

محمد ابو بکر غازی پوری

۴ شوال الحکم ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۰۹ء

ط

نود

زمزم کے خریداروں میں سے کچھ ایسے ضرور ہوں گے جن کا کچھ پیسہ ادارہ زمزم کے ذمہ بچ رہا ہوگا۔  
ہم ان تمام خریداروں سے اللہ کا واسطہ دیکر عرض کرتے ہیں کہ اپنی باقی رقم کی اطلاع ادارہ کو ضرور  
کریں اور ہم سے بقایا وصول کر لیں۔ خریداروں کا بقایا ادا کرنے کی بہترین شکل یہ ہوگی کہ ہم ادارہ مکتبہ  
الثریہ سے شائع ہونے والے رسائل اور کتابوں اسکی ادائیگی کریں گے اور اگر مطالبہ کر نیوالے چاہیں گے تو  
انکی باقی رقم نقد کی شکل میں ادا کر دیں گے، زمزم کے کچھ شمارے ہونگے ان کے ذریعہ سے بھی ادائیگی ہو سکتی ہے  
ان تینوں شکلوں میں سے جو چاہیں وہ پسند کر لیں، ہم ہر طرح سے راضی ہیں، ہم حساب برابر کرنا چاہتے ہیں۔  
تا کہ آخرت کے حساب سے ہم بری رہیں۔

مجلہ اجماع مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

## نبوی ہدایات

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو، تمہارے لڑکے تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔  
ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کے ساتھ محبت سے پیش آنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ نرم گفتگو کرنا، یہ اولاد کا فریضہ ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بڑی تاکید ہے، اس کی برکتیں بے انتہا ہیں، اس حدیث پاک میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نیک عمل کی ایک برکت کا ذکر کیا ہے کہ اگر تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گی۔

عام طور پر اس کا ہمیں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ جن ماں باپ کی اولاد اپنے والدین کا خیال رکھتی ہیں ان کی اولاد کا معاملہ بھی ان کے ساتھ بہتر سلوک اور احسان کا ہوتا ہے، اور والدین کو ایذا اور تکلیف پہنچانے والی اولادوں کا حشر ان کی اولادوں کے ہاتھوں بڑھتا ہے۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عفا عن النساء تعف النساء کم، یعنی تم دوسروں کی عورتوں سے اپنے دامن کو پاک صاف رکھو تمہاری عورتیں بھی پاک صاف رہیں گی۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم دوسروں کی عورتوں پر بری نگاہ نہیں ڈالو گے انکی عزت و آبرو کا خیال رکھو گے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری عورتوں کو بھی پاک دامن رکھیں گے۔

اور دوسرے کے ہاتھوں ان کی اُبرد و عزت پامال نہ ہوگی، اور اگر تم نے دوسروں کی عورتوں سے کھلوٹا دیا اور ان کی عزت و اُبرد و کا خیال نہ رکھا تو سزا کے طور پر تمہاری عورتوں کی عزت بھی دوسروں کے ہاتھوں پامال ہوتی رہے گی۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے بُرا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا انتہائی درجہ کی ذمات ہے، ہر مسلمان کا اکرام اور اس کی عزت کا خیال رکھنا واجب ہے، ایمان اور اسلام کی دولت کے بعد ہر آدمی کی قیمت اللہ کی نگاہ میں بہت بڑھ جاتی ہے، تو جو اللہ کے یہاں با قیمت اور با عزت ہو گیا ہو اس کو بے قیمت سمجھنا اور حقارت کی نگاہ سے اس کو دیکھنا کتنے بڑے گناہ کی بات ہے۔ عالم طور پر یہ شیوہ متکبروں کا ہوتا ہے، جن کو اپنے مال، اپنے حسن و جمال یا اپنے منصب و جاہ پر گھمنڈ ہوتا ہے، ایسے ہی لوگ اپنے سے کم حیثیت لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایسے لوگ بُرے لوگ ہیں، اور ان کے بُرے ہونے کے لئے یہی ایک بات کافی ہے۔

(۴) حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی یہ دعا کرے یہی اس کیلئے کافی ہے۔ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَاَحْسِنِي، وَاَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ۔ یعنی اے اللہ تو میری مغفرت فرما دے، اور تو میرے اوپر رحم فرما اور تو مجھ کو جنت میں داخل کر دے۔

دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی بہت زیادہ لبنی چٹھی دعا نہ کرے، خصوصاً مجمع میں تو دعائیں احتیاط اور بھی ضروری ہے کہ لوگوں کے بیچ لبنی دعا کرنے میں ریا کا اندیشہ ہوتا ہے، قرآن میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ہیں، اور خود اللہ نے اپنے بندوں کو دعا سکھلائی ہے، ان سب دعاؤں میں احتیاط یہ ہے لبنی دعاؤں کا کہیں ذکر نہیں۔ مثلاً قرآن میں یہ دعا ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا

حسنة وفي الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔ اے اللہ تو ہمیں حسنة دے اور آخرت میں حسنة دے اور آگ کے عذاب سے ہم کو بچا۔ یا سورہ فاتحہ میں ہے۔ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا، ان کا راستہ جن لوگوں پر تو نے انعام کیلئے ہے، ان کا راستہ نہیں جن پر تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ ان کا جو گمراہ لوگ ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا تھی۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرین، اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اگر آپ نے ہماری مغفرت نہیں کی اور ہمارے اوپر رحم نہیں کیا تو البتہ ہم گھٹے والوں میں سے ہوں گے۔

حضرت نوح نے دعا کی۔ رب انی اعوذ بک ان اسالک مالی لی بہ علم دان لا تغضالی وترحمنی اکن من الخاسرین۔ اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں تجھ سے اس کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے، اگر تو نے میری مغفرت نہیں فرمائی اور میرے اوپر رحم نہیں کیا تو میں گھٹے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ رب اجعلنی مقيم الصلوة ومن ذریعتی وبنی و تقبل دعاء، ربنا اغضالی والدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب اے میرے پروردگار مجھ کو اور میری اولاد میں سے نماز کو قائم کرنے والا بنا، اے ہمارے پروردگار تو میری مغفرت فرما، اور میرے والدین کی اور ایمان والوں کی قیامت کے دن۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ ربنا لا تجعلنا فتنۃ لقوم الظالمین۔ وجمعنا برحمتک من القوم الکافرین۔ اے ہمارے رب ہم کو ظالم قوم کے لئے آزمائش نہ بنا اور تو ہمیں اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات دے۔

حضرت یونس نے دعا فرمائی۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت

## من الظالمین -

حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا فرمائی - رب انی مسنی الضراء وانت ارحم  
الراحمین - اے میرے پروردگار مجھے تکلیف لاحق ہوئی ہے، اور آپ سب سے زیادہ  
رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا فرمائی - رب هب لی من لدنک ذریۃ  
طیبۃ انک سمیع الدعاء - اے پروردگار تو میرے لئے اپنی طرف سے اچھی اولاد  
دے، بیشک تو دعا کو سننے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی - اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ  
من السماء تكون لنا عیداً الاولنا و آخرنا و آیتاً منک و ارمنا قنا و انت خیر  
الرازقین - اے اللہ، اے ہمارے رب تو آسمان سے ہمارے لئے قوشہ نازل فرما۔  
تو ہمارے اول و آخر کے لئے خوشی بنے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو اور تو ہم کو رزق دے  
تو بہترین رزق دینے والا ہے۔

یہ چند انبیاء علیہم السلام کی بعض دعائیں ہیں جو قرآن میں ذکر کی گئی ہیں، ان دعاؤں  
میں آپ غور فرمائیں، یہ دعائیں کتنی مختصر ہیں۔ احادیث پاک میں ہمارے رسول صلی اللہ  
علیہ وسلم سے جو دعائیں منقول ہیں، ان سب کا حال یہی ہے، الفاظ کم اور معانی زیادہ  
طویل، دعائیں مانگنے کا آپ کا دستور نہیں تھا، اور نہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا طریقہ  
طویل دعا کرنے کا تھا، خود قرآن میں طویل دعا کرنے کو اچھا نہیں سمجھا گیا ہے، اور اللہ نے اس کے  
منع فرمایا ہے، قرآن میں دعا کا طریقہ یہ بتلایا گیا ہے۔ ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ  
انما لا یحب المعتدین - یعنی اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو، اللہ  
دعائیں حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ لہذا دعائیں مانگنا اور بہت  
بلند آواز سے دعا مانگنا یہ سب حد سے تجاوز کرنا ہے اور آداب دعا کے خلاف بات ہے۔



مجموعہ مفتاحی

صاحبزادہ قاری عبدالباسط

مقیم حال جده

## نماز تراویح اور اس کی تعداد

حدیث کی ایک کتاب ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُتْرَ رَمَضَانَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَوَيْتُ ۶۹۲  
(کم یصلی فی رمضان من رکعة)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

اس روایت میں گریچ کچھ کلام ہے لیکن صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۲۰ رکعات تراویح کا اہتمام ہوتا تھا، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔

عَنْ يَزِيدِ بْنِ رُوْمَانَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي رَمَانَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْمَوْطَا

للالمام مالک ص ۱۰۵ حدیث ۲۵۴ باب ماجاء فی قیام رمضان، کتاب الصلاة فی رمضان)

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ ۲۲ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

۲۲ رکعات سے مراد ۲۰ رکعت تراویح اور ۲ رکعت وتر کی نماز ہے، سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر کسی صحابی نے تکیہ نہیں فرمائی بلکہ دوسرے خلفاء راشدین کے عہد میں بھی اسی پر عمل رہا ہے، چنانچہ مروی ہے۔

عَنْ أَبِي الْحَسَنِاتِ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَمَرَ جُلَّاءَ يَصَلُّونَ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔ (کنز العمال حدیث ۲۴۲۲ باب مملوۃ

التراویح، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۶۳/۲ روایت ۷۸۱)

ابو الحسنات سے روایت ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالبؑ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحوں کے ساتھ بیس رکعت پڑھائے۔

دوسری روایت ابن ابی شیبہ نے یوں نقل کی ہے۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ - أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ جُلَّاءَ يَصَلُّونَ بِهَمْ

عِشْرِينَ رَكْعَةً (المصنف ۳۹۳/۲ روایت ۷۸۲)۔

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

نیز محدث کثیر عبد الرزاق صنعانی نے روایت نقل کی ہے۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ - أَنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى ابْنِ كَعْبٍ وَعَلَى تَمِيمِ الدَّارِيِّ عَلَى أَحَدِي وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقْرَأُونَ بِالْمَعِينِ وَيَنْصَرِفُونَ عَنْ فُرُوعِ الْفَجْرِ

(مصنف عبد الرزاق ۲۶۰/۲ روایت ۷۸۰ واسنادہ صحیح)

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب اور تميم داری کی اقتداء میں ۲۱ رکعت تراویح پڑھنے پر جمع کر دیا وہ حضرات سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھا کرتے تھے، اور فجر کے قریب قریب اس نماز سے فارغ ہوتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے مزید ایک اثر نقل کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَفِيعٍ قَالَ، كَانَ أَبِي بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّيُ  
بِالثَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ -  
(مصنف ۲/ ۱۶۳، روایت ۷۶۸۲)

عبد العزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ ابی بن کعب مدینہ منورہ میں لوگوں کو ۲۰  
رکعت تراویح پڑھاتے، اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔  
علی بن الجعد نے اپنی تالیف جو مسند کے نام سے مشہور ہے، میں  
لکھا ہے۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ، كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ  
عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً - (مسند علی بن الجعد  
حدیث ۲۹۶۶)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ  
رمضان کے مہینہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔  
بہر حال اس زمانہ میں بیس رکعت ہی تراویح پڑھنے کا معمول تھا اور اسی  
پرسیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو جمع کیا تھا، اس زمانہ میں اکابر و اہل صحابہ رضی اللہ عنہم  
موجود تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے طریقے اور خلفاء راشدین  
کے طریقے کو اختیار کرو۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ -

راہن ماجہ حدیث ۲۲ باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین المہدیین  
تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کی اس متفقہ سنت سے اعراض  
نہ ہونا چاہئے، آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کا حدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے، ہاں

نماز تہجد میں آٹھ رکعت کا معمول ثابت ہے۔ (ملاحظہ ہو بخاری، حدیث ۱۱۴۷، باب قیام اللیل باللیل)

چنانچہ ائمہ اربعہ میں رکعت تراویح پر متفق ہیں اور سلف صالحین کا عمل بیس رکعت تراویح پڑھنے کا رہا ہے، سیدنا عطاء (بن رباح) رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

قَالَ: أَذْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثَةَ وَعِشْرِينَ

رُكْعَةً بِالْوُتْرِ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۶۳/۲، روایت ۷۹۸۸)

عطاء رکھتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دو تہ کی تین رکعت کے ساتھ بیس رکعات تراویح (کل ۲۳ رکعت) پڑھتے ہوئے پایا۔

ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَافِعٍ رَمَضَانَ عِشْرِينَ رُكْعَةً۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۶۳/۲، روایت ۷۹۸۳)

نافع بن عمر کہتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ ہمیں بیس رکعت تراویح کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

علی بن ربیعہ کے بارے میں مذکور ہے۔

كَانَ يُصَلِّي بِمِصْرَ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ دُيُوتِرِ ثَلَاثِ

رَمَضَانَ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ۱۶۳/۲، روایت: ۷۹۹۰)

وہ رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحات (ہر چار رکعت پر کچھ دیر آرام) کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھائی اور پھر تین رکعت وتر بھی پڑھائی۔

اسی طرح کا اثر، ابوالخثری، رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے (حوالہ

سابق) علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس رکعت تراویح کے سنت ہونے پر صحابہ کرام

کا اجماع نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو، تقریر ترمذی ۲۴ شیخ الحدیث مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ)

اور علامہ ابن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

وَأَمَّا أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ فَعَلِيَ عِشْرَتَيْنِ رَكْعَةً يَرَوْنَ ذَلِكَ عَنْ  
عُمَرَ وَعَلَى وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ  
وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِ الدَّائِي، قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَلِهَذَا  
أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّونَ عِشْرَتَيْنِ رَكْعَةً (شرح السنہ ۴/۱۳۳ باب

قیام رمضان وفضلہ، حدیث ۹۹۰ کے تحت)

بہر حال اکثر اہل علم کی رائے بیس رکعت کی ہے، اسی طرح سینا عمر و علی رضی اللہ  
عنہما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی  
قول سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، شافعی اور اصحاب الدائے (راخاف) کا ہے،  
امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہم اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے ہوئے  
پایا۔

بڑے پایہ کے حنبلی عالم فقیہ ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔  
وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (رَأْحَمَهُ اللَّهُ) فِيهِمَا رِيعَانِ صَلَاةِ  
الْتَرَاوِيحِ، عِشْرُونَ رَكْعَةً وَبِحَمْدِ أَقَالَ الثَّوْرِيُّ، وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ  
..... وَلَنَا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بَنِي كَعْبٍ وَكَانَ  
يُصَلِّي بِهِنَّ عِشْرَتَيْنِ رَكْعَةً (المغنی ۲/۶۰۴ فصل والمختار عند أبي عبد الله  
مسئلہ ۲۴۷ قیام شہر رمضان عشر وند رکعت)

ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل) رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں یعنی تراویح کی نماز  
میں بیس رکعت پڑھنا ہی مختار و پسندیدہ ہے۔ اور اسی کے قائل امام ثوری، ابو حنیفہ  
اور شافعی رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ اور ہماری رجحانہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ جب سینا  
عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سینا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کیلئے  
جمع فرمایا تو سینا ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائی۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔  
 فَإِنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ أَلِيَّ بْنَ كَعْبٍ كَانَ يَقُومُ بِالنَّاسِ عِشْرِينَ  
 رَكْعَةً فِي قِيَامِ رَمَضَانَ وَيُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ فَرَأَى كَثِيرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ  
 ذَلِكَ سُنَّةٌ لِأَنَّهُ أَقَامَهُ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَلَمْ يُنْكِرْهُ  
 مُنْكَرٌ رَجَمُوعُ الْفَتَاوى ۲۳/۵۶ المجلد الرابع عشر، تنازع العلماء في مقدار

(القيام في رمضان)

یہ بات ثابت ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعت  
 اور وتر کی تین رکعت پڑھایا کرتے تھے، اسی وجہ سے بہت سے اہل علم نے اسے (۲۰ رکعات  
 تراویح کو) سنت قرار دیا ہے، اسلئے کہ انھوں نے ایسا عمل مہاجرین و انصار صحابہ کی موجودگی  
 میں انجام دیا اور کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ  
 سابق مفتی عام سعودی عرب

زمانہ قریب کی معروف و مشہور اور مقبول ترین شخصیت شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ  
 بن باز رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی عام مملکت سعودی عربیہ سے سلطان کے محترم استاذ سماحۃ  
 الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱۱ - ۱۳۸۹ھ) مملکت سعودی  
 عربیہ کے مفتی عام اور سپریم کورٹ کے صدر راجح تھے، نماز تراویح کے بارے میں انکی رائے  
 بھی بیس رکعت کی تھی، چنانچہ محمد بن سعد الشویع شریخ موصوف کے بارے میں لکھتے ہیں۔  
 وكان الشيخ لا يري غير ما عليه المجهور والمعمول به وهو

عشرون ركعة والوتر ثلثم اور د حادثہ حصلت للشيخ ابراهيم بن عبد الله  
 بن عتيق الذي كان قاضيا في الشمال، فصلی التراویح احدى عشر  
 ركعة فجاءه برقية من الشيخ محمد (بن ابراهيم بن عبد اللطيف)

بأن يصلي كما يصلي الناس فعاد وصلي عشرين ركعة كما امر سماحتہ ۔  
 راجلہ البحوث الاسلامیة ص ۴۳۳ شامہ نمبر ۵ ربیع الاول - جمادی الآخر  
 ۱۴۱۸ھ تصدر هذه المجلة عن ریاسة ادارة البحوث العلمیة والانماء  
 (الدیاض)

جمہور اہل علم کی جو رائے تھی اور جس پر جمہور کا عمل تھا، اس سے ہٹ کر شیخ کی رائے  
 نہیں تھی، یعنی شیخ بھی ۲۰ رکعات تراویح اور وتر کے قائل و عامل تھے، پھر ایک دفعہ شیخ  
 ابراہیم بن عبد اللہ بن عتیق جو کہ شمالی علاقہ کے بیچ تھے، کے ساتھ پیش آیا وہ یہ کہ انھوں نے  
 گیارہ رکعت تراویح پڑھا دی تو شیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف (جو کہ اس وقت مملکت  
 کے مفتی عام تھے) کی طرف سے ان کے پاس تار پیچا کہ وہ تراویح کی نماز اسی طرح اور  
 اسی تعداد میں پڑھیں جس طرح اور جس تعداد میں لوگ پڑھتے چلے آ رہے ہیں، چنانچہ انھوں  
 نے اپنی رائے اور عمل سے رجوع کیا اور سماحۃ ایشخ کے حکم کے مطابق ۲۰ رکعت تراویح پڑھی۔  
 (ادب پڑھائی)

ابھی ہم نے علامہ ایشخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں  
 لکھا کہ انھوں نے سعودی عرب کے شمالی علاقوں کے قاضی کو تار بھیجا کہ بیس رکعت تراویح  
 ہی پڑھاؤ، یاد رہے کہ علامہ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ  
 کے استاذ ہیں، خود شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقد لامت حلقائے نحو من عشر سنوات وتلقیت عنہ

جميع العلوم الشرعیة (احکام الجمعة والجماعة للشیخ بن باز ص ۶)  
 میں نے دس سال تک ان (شیخ محمد بن ابراہیم) کے درس میں شرکت کی اور  
 میں نے تمام شرعی علوم ان سے سیکھے۔

نجد اور ریاض کے علاقوں میں شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے مفتی قلم بننے  
 سے پہلے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا عام معمول تھا، چنانچہ ایک محمد بن سعد الشولیر

لکھتے ہیں :

كما أن الشيخ عبد العزيز بن باز طبق عملياً صلاة التراويح  
أحدى عشرة ركعة في جامع الرياض وهذا كان مخالفاً لما عليه  
مساجد الرياض عموماً رجله البحوث الإسلامية ص ۲۳۳ شماره ۵۱  
ربيع الاول - جمادى الآخرة ۱۴۱۸ هـ

نیز شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض کی جامع مسجد میں عملی طور پر گیارہ  
رکعت تراویح کو نافذ العمل کر دیا حالانکہ یہ عمل ریاض کی عام مساجد کے معمول کی خلاف تھا۔  
فضیلت الشیخ الدكتور محمد بن سعد الشویعری اس تحریر نے بتایا کہ ریاض اور  
گردنواح کے علاقوں میں صدیوں سے تمام مسلمان مستقل بیس رکعت تراویح پڑھتے چلے  
آ رہے تھے حتیٰ کہ شیخ، مجدد، محمد بن عبد الوہاب اور ان کی اولاد (رحمۃ اللہ علیہم) کے زمانوں میں  
بھی بیس رکعت تراویح ہی کا معمول تھا، لیکن شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اتروالے معمول  
کو تبدیل کیا اور پہلی بار عملی طور پر بیس رکعت کے بجائے گیارہ رکعت تراویح کو عام کیا۔

الشیخ احمد بن عبد العزیز الحمد ان حفظہ اللہ

مدیر مرکز الدعوة والارشاد، جدہ

سعودی عرب کے ایک نامور عالم دین، شیخ و مفتی علامہ، الشیخ احمد بن عبد العزیز  
الحمد ان، مدیر مرکز الدعوة والارشاد، جدہ، نے ایک مختصر کتابچہ اور بڑا چارٹ (chart)  
تحریر فرمایا ہے، جس کا نام "المصابیح فی صلوٰۃ التراويح" ہے، فضیلۃ الشیخ احمد الحمد ان  
نے اس کتابچہ میں تراویح کے بارے میں غنادین قائم فرمائے ہیں (۱)، صلوٰۃ التراويح عبر  
التاریخ (۲)، عدد رکعات صلوٰۃ التراويح (۳) اور تیسرا رہم عنوان ہے: مما  
جاء عن الصحابة والتابعین، اس باب میں لکھا ہے۔

عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ أن عمراً رضی اللہ عنہ



جمع الناس فی رمضان علی اُبی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدى و  
عشائین رکعة -

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت  
میں ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو امام بنا کر لوگوں کو اکیس رکعت تراویح  
و وتر پڑھنے کا حکم دیا تھا -

پھر فقیلہ الشیخ نے ایک دوسری روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ :  
وَرَوَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمْرًا رَجُلًا يَصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ  
عَشَائِينَ رَكْعَةً -

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس  
رکعت تراویح پڑھائیں -

قال القاضي ابن العربي المالکی رحمہ اللہ لیس فی القیام رکعات  
مقررة والشئ اذا ثبت عن الصحابة رضی اللہ عنہم فلا عبرة بمخالفة  
من خالفهم -

قاضی ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رمضان کے قیام کیلئے رکعات  
کی تعداد مقرر نہیں ہے، لیکن جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس  
کی مخالفت کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے -

شیخ احمد الحمدان حفظہ اللہ نے اپنے رسالہ کے آخر میں ”نَادَى الْكِبَارُ الْعُلَمَاءُ“  
بھی نقل کئے ہیں، جن میں ایک فتویٰ یہاں سعودی عرب کی اللجنة الدائمة کا ہے، جس میں  
لکھا گیا ہے کہ :

لم يحدد رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعات محددة  
وعمر رضي الله عنه والصحابة رضي الله عنهم صلواها في بعض الليالي  
عشرين سوى الوتر وهم أعلم الناس بالسنة . رسول كريم صلى الله عليه وسلم نے

تراویح کی رکعات کو محدود و مقرر نہیں فرمایا لیکن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعض راتوں میں بیس رکعات تراویح پڑھی ہیں اور یہ لوگ ہی حقیقت میں سنت کو سب سے زیادہ جاننے اور سمجھنے والے تھے۔

### شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سئل الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمہ اللہ عن عدد التراويح، فلجاب: الذي استحباب أن تكون عشرون ركعة۔  
(الدر السنية ۴/ ۳۶۳)

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے رکعت تراویح کی تعداد کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا ہی بہتر (اور سنت کے موافق) ہے۔

### عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا قول

وقال ابنه الشيخ عبد الله الذي ذكره العلماء رحمہ اللہ أن التراويح عشرون ركعة (الدر السنية ۴/ ۳۶۳)  
محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے جو ذکر کیا ہے اس کے مطابق رکعات تراویح کی تعداد بیس ہے۔

مجلہ مفتاح

مولانا حبیب اللہ صاحب معروفی

مدرس دارالعلوم دیوبند

## درس حدیث میں ربستان دیوبند کا امتیاز

چاروں فقہی مسلک یوں سے چلے آ رہے تھے، جن میں مسائل و دلائل کا اختلاف ہونے کے باوجود کسی کو یہ سمجھنے کی جرأت نہیں تھی کہ فلاں مسلک یا فلاں مکتبہ فکر طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے، بلکہ چاروں مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع اور جانشین اور سمجھتے تھے، مگر جب ایک نئی جماعت بنام "المحدث" وجود میں آئی اور اس نے شوشہ چھوڑنا شروع کر دیا کہ اخلاف کا مسلک سنت حدیث کے مطابق نہیں ہے تو اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کہ حنفی مسلک مضبوط بنیادوں پر قائم ہے، اور عین سنت کے مطابق ہے، بزرگوں نے متعدد رسائل لکھے، اور حدیث کے درس کے دوران ان مسائل سے متعلق احادیث میں بہ نسبت دیگر احادیث کے کچھ زیادہ بسط و تفصیل سے کلام کیا جانے لگا شاہ اسحق دہلوی کے زمانہ ہی سے غیر تقلیدیت نے اپنے پیر پھیلائے شروع کر دیئے تھے جس کی نزاکت کو شاہ عبد الغنی مجددی نے عکس کیا اور اپنے درس میں اس کی تردید کی جانب زیادہ توجہ دی چنانچہ یہ ذوق آپ کے شاگردان رشید مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا منیر علی نانوتوی کی جانب منتقل ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں مولانا یعقوب نانوتوی اور حضرت شیخ الحدیث نے اسی طرز پر درس جاری فرمایا، حضرت شیخ الحدیث کا بیان ہے کہ میں شاہ ولی اللہ کی مشکل مسائل کو پڑھ کر بے جا اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے اشکال کرتا تو وہ اس کا جواب شرح و بسط کے ساتھ دیتے اور مزید مفید

باتیں بھی ارشاد فرماتے، حضرت نانوتوی کو علم کلام میں یدِ طولیٰ حال تھا، اسکے ساتھ فقہ اور حدیث میں آپ کا مقام انتہائی بلند تھا، مولانا احمد علی سہارنپوری نے بخاری شریف کا مجلے مثالِ حاشیہ لکھا ہے اس کے اخیر کے پانچ چھ پاروں کا حاشیہ حضرت نانوتویؒ نے لکھا ہے، ایسی مغائی کے ساتھ پیوندِ کلامی کی ہے کہ کہیں سے محسوس نہیں ہوتا کہ یہ الگ الگ دو مصنفین کی تصنیف ہے، یہ نسخہ سب سے پہلے ۱۲۷۷ھ میں طبع ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں جامع ترمذی کے درس کو زیادہ اہمیت حاصل رہی کیونکہ امام ترمذی مذاہب فقہاء اور ان کے ادلہ کو خود بھی بیان کرتے ہیں اور جن حالات میں درس حدیث کا آغاز ہوا ہے ان کا تعاضد بھی یہی تھا کہ مذاہب فقہاء ان کے دلائل اور مسلک حنفی کی ترجیح پر زیادہ زور دیا جائے اس کیلئے سنن ترمذی سے زیادہ مناسب کوئی کتاب نہ تھی۔

حضرت شیخ الہندؒ کے بعد ان کے شاگرد علامہ انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۲ھ) شیخ الاسلام مولانا حسین احمد دہلوی (م ۱۳۷۷ھ) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ) اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی (م ۱۳۸۷ھ) کا بھی یہی ذوق تھا اور اسی بیج پر ان حضرات نے اپنے تلامذہ کی تربیت فرمائی۔

بلکہ علامہ انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۳ھ) رحمہ اللہ کا درس تو امتیازی شان کا حامل تھا، ۱۳۳۳ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث بنائے گئے، آپ اس طرح کے اختلافی مسائل کو جن میں غیر مقلدین فقہاء احاف کو مطعون کیا کرتے تھے انتہائی بیسوط بحث فرماتے تھے، ہر فریق اپنی دلیل میں جس حدیث کو پیش کرتا، یا اس مسلک کے خلاف جس حدیث کو پیش کیا جاسکتا تھا اس پر مفصل گفتگو کرتے، اس کے جملہ متعلقات اور منشاء اختلاف کو بیان کرتے، شراح حدیث کی عبارتوں کو ذکر کرتے، ان کتابوں کی خصوصیات بیان کرتے، اس ضمن میں کسی محدث یا عالم کا ذکر آتا تو اس کے علمی مقام پر روشنی ڈالتے، دیگر علماء کی تحقیقات ذکر کرتے، ان پر تنقید و تبصرہ فرماتے، حالانکہ کیلئے ان کے ایک جانب صحیح منوطاً میں اہل طحاوی وغیرہ کسی بہت تھیں، بوقت ضرورت جو احادیث ان میں مذکور تھیں

کتاب کھول کر انہیں پڑھتے، اور طلبہ کو سناتے تھے، الغرض علوم و معارف کا ایک سمندر تھا جو پوری آب و تاب کے ساتھ موجزن تھا۔

درس کے علاوہ تصانیف میں بھی عقیدہ اور مذہب کی خدمت ہی پیش نظر رہتی تھی، علامہ انور شاہ کشمیری کے افادات مثلاً فیض الباری، معارف السنن وغیرہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کلامی مسائل پر سیر حاصل بخش ہے، دلائل نقلیہ کے ساتھ عقلی دلائل تشفی بخش حد تک جمع کئے گئے ہیں، فقہی مسائل میں احناف کی مکمل ترجمانی کی گئی ہے، باب میں وارد مختلف روایات کو سامنے رکھ کر اصول و روایت اور اصول و روایت پر حدیثوں کو پرکھتے ہوئے ان کے درمیان تطبیق کی کوشش کی گئی یا ترجیحی دلائل کی بنیاد پر ایک کو دوسری پر ترجیح دیا گیا، یا ان میں ناسخ و منسوخ کی نشان دہی کی گئی، یہی نہیں بلکہ، نظر اور اثر، دونوں پہلوؤں سے مذہب حنفی کو سرہن اور مؤید کیا گیا ہے۔ بعض بحثیں اس قدر طویل ہیں کہ وہ مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہیں، مثلاً سماع موتی، قرأت خلف الامام اور رفع یدین وغیرہ بحثیں قابل دید ہیں، بلکہ شاہ صاحب کی کتاب "نیل الفرقین" رفع یدین کے موضوع پر ایک اچھوتی کتاب ہے۔

اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی کی، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، ایک لا جواب شرح ہے شیخ زاہد کوثری نے اس کتاب پر شاندار تبصرہ فرمایا اور تمام عالم کی توجہ اس کتاب کی جانب مبذول کرائی ہے، یہ تبصرہ مقالات کوثری، کے ضمن میں مطبوع ہے، فتح الملہم کا مقدمہ تو اپنی اچھوتی نادر اور مدلل ابجاث کی وجہ سے کتب اصول حدیث منفرد مقام رکھتا ہے، جو الگ سے بھی شیخ عبد الفتاح الوعدہ کی تعلیقات سے غالباً شائع ہو چکا ہے۔

مظاہر علوم سہارنپور کا بھی یہی مذاق تھا، البتہ وہاں سنن ابی داؤد کا درس و درجہ سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔

(۱) صحت کے اعتبار سے اس کا مقام جامع ترمذی پر بلند ہے کیونکہ ابوداؤد

ہر باب میں صحیح ترین حدیثوں کے جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

(۲) اور دوسری بات یہ ہے کہ امام ابو داؤد باب میں جتنی حدیثیں قابلِ استدلال پاتے ہیں ان تمام کو جمع فرمادیتے ہیں بلکہ اگر الفاظ اور سندوں میں اختلاف ہوتا ہے تو ہر ایک روایت کو الگ الگ سند سے روایت فرماتے ہیں جس کی وجہ سے طالب علم کے سامنے مختلف روایات ایک ساتھ آجاتی ہیں اور اختلافی مسائل میں محاکمہ کرتے وقت حقیقت کو سمجھنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آتی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م ۱۳۴۶ھ) حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی (م ۱۴۰۲ھ) کے نزدیک اور ان کے بعد آج تک وہاں سنن ابو داؤد کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔

مظاہر علوم کے علماء میں بھی درس حدیث کے ساتھ ساتھ تصنیف کا ذوق زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہاں کتب حدیث کی ایسی ایسی شرحیں تیار ہوئیں جن کو ہر مکتبہ فکر میں مقبولیت حاصل ہوئی، مولانا خلیل احمدؒ، بذل المجہود، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی، "ادب المسالک" اور "الابواب والتراجم" کا نام لینا کافی ہوگا۔ جہاں تک صحیح بخاری کا تعلق ہے تو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہونے کی وجہ سے اس کو دیوبند اور سہارنپور دونوں جگہ یکساں حیثیت حاصل ہے، شروع میں کتاب کا کچھ حصہ درایت پڑھایا جاتا ہے، پھر اکثر حصہ سردا پڑھا کر کتاب ختم کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔



مجلہ فقہی

محمد ابوبکر غازی پوری

## جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے تو عورت کیا کرے غیر مقلدین اپنے مسلک کی وضاحت کریں اور اس کو قرآن و حدیث سے ثابت کریں

گرامی قدر جناب حضرت مولانا ابوبکر صاحب فازی پوری دامت برکاتہم  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خدمت میں ضروری عرض ہے کہ ذمزم میں سوالات کے جوابات بڑے ہی دلچسپ  
اور تسلی بخش ہوتے ہیں۔ اس وقت جناب والا کی خدمت میں ایک سوال ارسال ہے  
کہ زوجہ مفقودہ انجیر کٹنا دن انتظار کر کے دوسری شادی کرے گی، ایک غیر مقلد عالم  
امام ابو حنیفہ اور اس بارے میں ان کا فتویٰ یہ، ”عنوان دیکر امام صاحب علیہ الرحمہ اور ان کے  
اس فتویٰ کی خوب توہین کر رہا تھا

اس سلسلہ میں غیر مقلد کے چار سال کا فتویٰ اور اس کے دلائل کی حقیقت اور امام جناب  
علیہ الرحمہ کے ۹۰ سال کا فتویٰ دلائل کی روشنی میں اس موضوع پر آپ کی تحریر انشاء اللہ  
ہم سب کیلئے باعث بصیرت ہوگی۔

ذمزم ہی کے کسی شمارہ میں اپنی تحریر شائع فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط  
نعیم الدین قاسمی مولانا آزاد سنکدری سکول

بسا د جمعہ نور

ذمزم :- آپ نے لکھا ہے ایک غیر مقلد عالم امام صاحب کی اور ان کے فتویٰ کی

نوے سال عورت انتظار کر کے شادی کرے گی۔ بڑی توہین کر رہا تھا، تو عرض یہ ہے کہ غیر مقلدین کی قسمت میں روز ازل سے یہ نحوست لکھی ہے کہ وہ اکابر و اسلاف کی توہین کریں اور اس منحوس و مذموم عمل پر شاداں ہوں، ان کے بڑوں نے یہی کیا اور اب چھوٹے بھی یہی کر رہے ہیں، اس سے امام صاحب علیہ الرحمہ کا تو کچھ نہیں بگڑتا البتہ غیر مقلدین اپنے انجام کی فکر کریں۔

یہ لن ترانیے جاہل محض ہوتے ہیں، مگر بات علاماؤں والی کرتے ہیں، ان سے ذرا آپ پوچھیں کہ امام صاحب کا یہ فتویٰ انھوں نے کس کتاب میں دیکھا ہے؟ امام صاحب علیہ السلام بتے اس بارے میں اس بارے میں کس نے استفتاء کیا تھا لکن امام صاحب نے اس کو یہ فتویٰ دیا۔ امام صاحب سے اگر اس بارے میں نوے سال کی کوئی روایت ہو تو روایت کو فتویٰ بتلانا غیر مقلدین کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔

ان غیر مقلدوں کو تو اس کا پتہ ہی نہیں ہے کہ اس بارے میں امام صاحب کا اصل مذہب کیا ہے، اور اس مذہب کی اساس کیا ہے، اگر غیر مقلدین کا اس بارے میں یہ مذہب ہے کہ عورت چار سال انتظار کر کے شادی کر لے تو ذرا اپنی اس بات کو وہ کتاب و سنت سے ثابت کریں۔ قرآن و حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے کہ جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے وہ چار سال تک انتظار کرے اور پھر وہ شادی کر لے۔

آپ ان سے صرف اسی کا مطالبہ کریں، پھر دیکھئے ان کا کیا حال ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کا نام لے کر عوام کو گمراہ کرنے والے یہ لن ترانیے اپنی ساری لن ترانی بھول جائیں گے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام کا عمل حجت نہیں، ان کا قول حجت نہیں، یہ صحابہ کرام کی تقلید سے بیزار قوم ہے، خلعے راشدین کا عمل اور ان کی سنت بھی ان کی نگاہ میں بے حقیقت شے ہے، تابعین وغیرہم کا اگر وہ نام لیں گے تو خود اپنی قبر کھودیں گے۔ یہ صرف قرآن و حدیث والے ہیں، بس آپ ان سے قرآن و حدیث سے مفقود انجیر شوہر کے بارے میں ان کے مذہب کی دلیل معلوم کریں اور



جس زور و شور سے وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کی توہین کرتے ہیں یا اس بارے میں ان کے مذہب کا مذاق اڑاتے ہیں، کم از کم اسی زور و شور سے آپ ان سے ان کے چار سال تک انتظار کے بعد عودت کے شادی کر لینے کے جواز کی قرآن و حدیث سے دلیل طلب کریں، اور ان سے یہ بھی پوچھیں کہ اگر شوہر واپس آ گیا تو وہ بیوی کس کی ہوگی پہلے شوہر کی یا اس دوسرے شوہر کی؟

ربا مفقودا خبر شوہر کی بیوی کے بارے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا ائمہ احناف کا مسلک و مذہب تو وہ یہ ہے کہ بیوی کو اس وقت تک دوسری شادی نہیں کرنی چاہئے جب تک کہ شوہر کی طرف سے یا تو اس کے پاس طلاق دینے کی قطعی خبر نہ آجائے یا یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر وفات پا چکا ہے، خواہ شوہر کے غائب ہونے کی مدت کتنی بھی گزر جائے، بیوی کو صبر کے ساتھ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا انتظار کرنا چاہئے اس کے بعد ہی وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے، شوہر کی گمشدگی کو اپنے لئے وہ ایک آزمائش سمجھے اور اس آزمائش پر وہ صبر کرے۔

یہ ہے احناف علیہم الرحمۃ کا اس بارے میں اصل مذہب، چونکہ اہل مذہب یہی ہے کہ اگر طلاق کی خبر نہیں آئی ہے تو بیوی شوہر کی موت کے تحقق کے بعد ہی دوسرا نکاح کر سکتی ہے، تو اب لوگوں نے اپنی رائے سے الگ الگ اندازہ لگایا، کہ آدمی عام طور پر کتنے روز زندہ رہتا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی مدت ایک سو بیس سال ہے، بعض لوگوں نے سو سال تک کا اندازہ لگایا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عموماً آدمی نوے سال تک زندہ رہتا ہے، اس سے زیادہ کی زندگی کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، اس وجہ سے نوے سال تک کی عمر پر پونچنے تک شوہر کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا، مگر یاد رہے کہ یہ صرف حضرت امام ابو حنیفہ سے ایک روایت ہے، اور چونکہ یہ اندازہ اقرب الی العقل ہے اور تجربات بھی اس کی شہادت دیتے ہیں، اس وجہ سے ہدایہ میں یہ لکھ دیا ہے

کہ فتویٰ اسی پر ہے، اور ”فتویٰ اسی پر ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اب اس کا  
اس دنیا میں زندہ رہنا مہم ہے اس لئے اس کو مردہ سمجھ کر اتنی مدت کے بعد عورت  
کو دوسرے سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ یعنی اصل اس باب میں یہی ہے کہ شوہر  
با حیات ہے کہ نہیں، اگر با حیات ہونے کا پتہ چلتا ہے تو بیوی کو ائمہ احناف کے نزدیک  
دوسرے نکاح کی اجازت نہیں ہے اگر با حیات نہیں ہے جس کا اندازہ اتنی طویل مدت  
یعنی نوے سال کی مدت گزر جانے اور اس کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہونے سے لگتا ہے  
تو یہ سمجھ کر اب شوہر اس دنیا میں نہیں رہا، بیوی کو دوسرے سے نکاح کی اجازت کا  
فتویٰ دیا گیا، لیکن اب بھی بہتر یہی ہے کہ بیوی دوسرے نکاح سے بچے اور صبر سے  
کام لے۔

اب اس کو کوئی ظلم سمجھتا ہے تو سمجھا کرے بیوقوفوں نے تو شریعت کی بہت  
سی باتیں کو ظلم سمجھا ہے، زنا کی سزا ظلم ہے، چور کا ہاتھ کاٹنا ظلم ہے، قصاص کی سزا  
ظلم ہے، عورت کو پردہ میں رکھنا ظلم ہے، ان بیوقوفوں کے نزدیک یہ ساری باتیں  
ظلم ہیں، تو کیا ان مسائل میں شریعت پر عمل نہ کیا جائے؟ اسی طرح بیوی کے اس طویل  
مدت تک انتظار کو اگر کوئی ظلم سمجھتا ہے تو وہ سمجھا کرے، اس کی وجہ سے شریعت  
کا حکم تو نہیں بدلا جاسکتا۔ ذرا یہ بتایا جائے کہ ایک شوہر سے نکاح کے بعد بیوی کو کہاں یہ حق  
حاصل ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے، یا کسی کو کہاں سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس  
بیوی کا دوسرے سے نکاح کرادے۔ بیوی کیلئے دوسرا نکاح کرنے کی اس مسئلہ  
میں دو ہی شکل از روئے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے، یا پہلا شوہر طلاق  
دے، یا اس کی وفات ہو جائے، یہاں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات قطعی طور  
پر نہیں پائی گئی ہے، نہ پہلے شوہر کے طلاق دینے کی خبر ہے، اور نہ اس کے وفات  
پاجانے کی خبر ہے، تو کسی اور کے لئے وہ بیوی کیسے حلال ہو سکتی ہے؟  
اگر غیر مقلدین کہیں کہ امام مالک کا تو یہی مذہب ہے کہ چار سال انتظار کرنے

کے بعد بیوی دوسرا نکاح کر سکتی ہے، تو عرض یہ ہے کہ کیا آپ کا یہ مذہب امام مالک کی تقلید میں ہے، آپ کے یہاں تو تقلید حرام ہے، اور اگر آپ یہ کہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تو یہی منقول ہے، تو عرض یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جو بھی ہو آپ کو صحابہ کے اقوال و افعال سے حجت پکڑنا کہاں جائز ہے، آپ تو صرف قرآن و حدیث والے لوگ ہیں اور آپ کا نعرہ تو یہ ہے کہ وہ اقوال صحابہ حجت نیست یعنی صحابہ کے اقوال سے دیل پکڑنی جائز نہیں ہے، آپ تو یہ بتلائیں کہ قرآن و حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے کہ مفقود الخبر شوہر کی بیوی چار سال انتظار کرنے کے بعد دوسرے کے لئے حلال ہو جائے گی۔ اگر آپ سی دم خم ہے تو اپنے مسلک کی دیل قرآن و حدیث سے پیش کر کے اپنی غیر مقلدیت کی لاج رکھئے۔

ربایہ کہ امام ابو حنیفہ اور ائمہ احناف کا جو میں نے یہ مذہب بتلایا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک شوہر مفقود الخبر کی بیوی دوسرا نکاح اس وقت کر سکتی ہے جب اس کو یہ اطلاع ملے کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہے یا اس کی وفات ہو چکی ہے تو اس کے معلوم کرنے کا صحیح ذریعہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کی کتابیں ہیں۔ خصوصاً ان کے علوم کے ناشر حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ہیں، اب سنئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اپنی مشہور کتاب، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ میں کیا لکھتے ہیں، اس کتاب کی چوتھی جلد کے صفحہ پر وہ لکھتے ہیں۔

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی المفقود لا تتزوج امرأتہ حتی یاتیم الخبر بطلاق او وفا لا فتعد ثم تتزوج۔

یعنی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے مفقود الخبر شوہر کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کی بیوی دوسرا نکاح نہیں کرے گی الا یہ کہ اس کے پاس اس کے طلاق دینے کی یا اس کی وفات کی خبر پہنچے، پس وہ عدت

گزارے گی پھر دوسرا نکاح کرے گی۔

دیکھا آپ نے یہاں نوے سال تک یا سو سال تک یا ایک سو بیس تک انتظار کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے، ذکر ہے تو اس کا کہ عورت کے پاس شوہر کے طلاق دینے یا اس کی وفات کی خبر پہنچنے تک وہ اگر چاہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے، اور جن کتابوں میں نوے سال یا سو سال یا ایک سو بیس سال یا اور کسی عدد کا ذکر ہے وہ شوہر کی وفات کا تخمینہ اور ایک اندازہ ہے کہ اب وہ اس مدت میں اس دنیا میں نہ ہو گا، چونکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب اہل وہابی ہے جو حضرت امام محمدؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے اگر شوہر کے طلاق دینے یا اس کی موت کی اطلاع چند ماہ بعد یا چند سال بعد ہی آگئی تو بیوی کو حق ہو گا کہ طلاق کی اطلاع آنے کی شکل میں طلاق کی عدت گزارنے کے اور موت کی اطلاع آنے کی شکل میں وفات کی عدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کرے۔ اور جو امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے وہی مذہب دنیائے عدم تعلید کے امام الائمہ ابن حزم کا بھی ہے، چنانچہ علیٰ طبع جدید کی جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۶۲ پر انھوں نے اس مسئلہ کو اس عبارت میں ذکر کیا ہے

مسئلہ : ومن فقد خراف این موضعہ اولم یعرف فی خوب

فقد او فی غیر خوب دلہ زوجۃ او، ام ولد دامتہ دمال لم یفسخ بذلك نکاح امرأتہ ابداً، وہی امرأتہ حتی یصح موتہا۔

یعنی جو شوہر گم ہو جائے، تو اب اس کی موجودگی کی جگہ کا پتہ ہو یا نہ ہو، جنگ میں گم ہو یا ہو یا غیر جنگ میں، اس کی عورت کا نکاح اس سے بھی نسخ نہیں ہو گا، وہ عورت اسی کی بیوی رہے یہاں تک کہ اس شوہر کے موت کی خبر صحیح طریقہ سے بیوی کو ملے۔ ابن حزم کا کہنا ہے کہ چونکہ اس بارے میں کہ عورت چار سال تک انتظار کر کے دوسرا نکاح کرے، یہ نہ قرآن کا حکم ہے اور نہ رسول کا، اس وجہ سے اس قول کا کوئی اعتبار نہ ہو گا، اور خدا اور رسول کے سوا کسی کی بات قابلِ حجت نہیں ہے۔ ص ۱۷۲

جب ابن حزم کا بھی دیر انداز ہے جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ غیر متقلدین ابن حزم کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور اپنے اس امام کا کتنا مذاق اڑاتے ہیں۔

ہمارا اپنا تجربہ غیر متقلدین کے بارے میں یہ ہے کہ یہ گروہ عام طور پر جہل مرکب کا شکار رہتا ہے، یعنی الف با سے بے خبر رہتا ہے مگر وہ ظاہر کرتا ہے کہ لام، میم، نون کا بھی اسے علم ہے، اور بعض تو چھوٹی یا اور بڑی یا تک بھی پہنچ جاتے ہیں ان کے اس جہل مرکب میں گرفتار رہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ائمہ و اسلاف کو تو کتاب و سنت سے جاہل بتلاتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کے کلمات کہتے ہیں، اور خود کو کتاب و سنت کا علامہ سمجھتے ہیں۔

بہر حال آپ غیر متقلدوں کو ان کے حال پر رہنے دیں۔ ”حتی یصلح عقولہم“ موصوفہ عند کم ”مجھ سے یہ سستے کہ حضرت امام اعظم نے شوہر مفقود و انجیر کے بارے میں اپنا جو مذہب بنایا ہے اس کی بنیاد رائے اور قیاس پر نہیں ہے بلکہ انھوں نے یہ مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن مسعود سے لیا ہے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت حکم بن عتبہ سے روایت ہے کہ ان علیا قال: ہی امرأة ابتلیت فلتصبر حتی یاتیکما موت او طلاق۔

(ص ۹۰ ج ۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے بارے میں جس کا شوہر لاپتہ ہے فرمایا کہ یہ ایسی عورت ہے جس کو آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے، پس اس کو صبر کرنا چاہئے۔ مآںکہ اس کے پاس شوہر کے طلاق دینے یا اس کے موت کی خبر پہنچے۔ اور اسی مصنف میں یہ بھی ہے۔ عن ابن جریج قال: بلغنی ان

ابن مسعود وافق علیاً علی انھا تنتظر ابداً۔ ص ۹۱ یعنی ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی حضرت علی کی موافقت فرمائی ہے کہ یہ عورت اپنے شوہر کا زندگی بھر انتظار کرے گی۔ اس

بات کو ابن حزم نے محلی میں بھی ذکر کیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۶۸)  
 اور جو بات ان دونوں جلیل القدر صحابی کی ہے اسی کے قائل حضرت ابو قتادہ  
 بھی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ لیس لہا ان تزوج حتی یتبین لہا موتہ۔  
 یعنی وہ شادی نہیں کرے گی یہاں تک کہ شوہر کے وفات پانے کی اطلاع واضح طور پر  
 اس کو ملے۔

اور یہی مذہب جلیل القدر تابعی حکم بن عتبہ کا بھی ہے، اور یہی مذہب  
 حضرت ابراہیم نخعی کا بھی ہے، اور یہی مذہب حضرت امام شعبی کا بھی ہے جن کے  
 بارے میں مشہور ہے کہ انھوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو دیکھا تھا، اور یہی مذہب حضرت  
 جابر بن زید کا بھی ہے، اور یہی مذہب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بھی  
 ہے اور یہی مذہب حضرت حماد استاد امام ابو حنیفہ کا بھی ہے، اور یہی مذہب  
 حضرت ابن ابی لیلیٰ کا بھی ہے اور یہی مذہب ابن شبرمہ اور عثمان بنی کا بھی ہے  
 اور یہی مذہب حضرت سفیان ثوری کا بھی ہے، اور یہی مذہب امام شافعی کا بھی  
 ہے اور ان کے علاوہ اور بھی اہل تابعین اور فقہائے امت ہیں جن کا یہ مذہب ہے، اگر  
 اس کی تفصیل جانا چاہیں تو ابن حزم کی محلی دیکھ لیں، نیز مصنف ابن ابی شیبہ اور  
 مصنف عبد الرزاق کا مطالعہ کریں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت امام اعظم کے ساتھ  
 کیسے کیسے ائمہ فقہ و حدیث ہیں، غیر مقلدین کس کس صحابی تابعی اور امام فقہ و حدیث کو  
 اپنی لن ترانیوں اور بیہودہ گویوں کا نشانہ بنائیں گے۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور  
 حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب اقرب الی الکتاب والسنة ہے اس وجہ  
 سے امام اعظم نے اس بارے میں ان دونوں جلیل القدر صحابی کی اتباع کی ہے، چنانچہ  
 امام محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی اور حضرت عمر کے قول کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے  
 ہیں۔ — قال محمد! هذا حب القولین الینا واشبھما بالکتاب  
 والسنة مع ما قد جاء عن رجوع عنی الی قول علی رضی اللہ عنہ  
 (کتاب الحجۃ)

امام محمد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا جو اس مسئلہ میں الگ الگ قول ہے تو ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ والا قول زیادہ پسند ہے اور یہ ہمارے نزدیک کتاب و سنت کے حکم سے زیادہ مشابہ ہے۔ جبکہ یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو حضرات احناف نے کیوں چھوڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو کیوں اختیار کیا، تو اس کو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر کر دیا، انھوں نے اس کی دو وجہ بتلائی ایک تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول کتاب و سنت سے زیادہ مشابہ ہے اور دوسری وجہ یہ بتلائی کہ بعد میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا، اور تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں صرف ایک قول وارد ہے یعنی ایسی عورت کو شوہر کے وفات پانے تک یا اس کے طلاق دینے تک دوسرے نکاح سے رکے رہتا ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی طرح کی باتیں منقول ہیں۔ مثلاً ان کا ایک قول یہ ہے کہ

تربص اربع سنين وتعتد اربعة اشهر وعشراً (ابن ابی شیبہ)

ج ۹ ص ۲۱۰) یعنی عورت چار سال تک انتظار کرے گی پھر چار مہینے اور دس روز عدت گزارے گی۔ پھر دوسری شادی کرے گی۔<sup>(۱)</sup>

(۱) اس قول کی بنا پر حضرت عمر کے نزدیک بھی شوہر کی وفات کے بعد ہی دوسرا نکاح کرے گی گویا حضرت عمر نے چار سال کی مدت گزرنے کے بعد شوہر کی موت کا اندازہ لگالیا، اسی وجہ سے عدت کی مدت چار مہینے دس دن مقرر کی جو متوفی عہنہ کی عدت ہے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے اس بات کو بالکل صاف کر دیا ہے، کتاب الام میں وہ فرماتے ہیں۔  
 عمر و عثمان قضيا في امرأة المفقود تربص اربع سنين ثم تعتد عدة المتوفى عنها ثم تنكح، والمفقود من لا يسمع له بذكر وقد يكون الاغلب من هذا انه

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول یہ ہے وہ چار سال تک انتظار کرے گی۔  
پھر شوہر کے ولی کو بلایا جائے گا اور وہ ولی شوہر کی طرف سے اس کی بیوی کو طلاق  
دے گا، پھر عورت چار مہینہ دس روز عدت گزارے گی، پھر عورت کو شادی کا  
حق ہوگا۔ <sup>۲۱</sup> ابن ابی شیبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تیسرا قول یہ ہے کہ اگر عورت نے چار سال انتظار کر لیا ہے  
پھر وہ اپنا قفسیہ کر حاکم کے پاس گئی ہے تو اب وہ پھر سے چار سال مزید گزارے گی  
پچھلے چار سال تک انتظار کا اعتبار نہ ہوگا، جب مزید یہ چار سال گزار لے گی تو شوہر کے  
ولی کو بلا کر اس سے بیوی کو طلاق دلوا دیا جائے گا، اور وہ شوہر متوفی عہدا کی عدت  
گزار کر دوسرا نکاح کرے گی۔

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف اقوال مروی ہیں جب کہ حضرت علی کا  
اس بارے میں صرف ایک قول ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موافقت کرنے  
والے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی ہیں، نیز بعض  
روایات سے صراحتاً حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

---

مات (۲۱) یعنی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے مفقود انجیر شوہر کی بیوی  
کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ چار سال تک عورت انتظار کرے گی پھر متوفی عہدا کی عدت  
گزارے گی پھر نکاح کرے گی، اور مفقود اس کو کہتے ہیں جس کا ذکر نہ سنا جائے اور اس  
کی وجہ سے غالب یہ ہے کہ وہ شوہر وفات پا چکا ہے۔

خیر مقلدین بتلائیں کہ چار سال تک انتظار کرنے کے بعد عورت دوسرا نکاح عدت  
گزار کرے گی۔ یا بلا عدت گزارے، اگر عدت گزار کرے گی تو کتنی مدت عدت گزارے گی۔  
تین حیض، یا تین طہریا چار مہینہ دس دن، ان کا جو بھی مذہب ہو دلیل سے اسکو واضح کریں  
اور دلیل قرآن و حدیث سے ہو۔



کے قول کی تائید بھی ہو رہی ہے، چنانچہ دارقطنی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امرأتہ المفقودہ امرأتہ حتی یاتیکھا البیان یعنی مفقودہ انجیر شوہر کی بیوی شوہر کی بیوی کی بیوی ہوتی ہے، الایہ کہ بیوی کے پاس واضح خبر آجائے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا، یا اس نے بیوی کو طلاق دے دی ہے، بیہقی کی سنن کبریٰ میں اس روایت کو متعدد سندوں سے ذکر کیا گیا ہے۔ (صفحہ ۲۲۵)

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو ہم کہیں گے کہ احافہ کے نزدیک حدیث ضعیف کا بھی اعتبار ہوتا ہے، اور جب ضعیف حدیث کی تائید آثار صحابہ و تابعین سے بھی ہوتی ہو تو ان کا ضعف جاتا رہتا ہے، محض سند حدیث کی وجہ سے کوئی حدیث ضعیف نہیں ہوتی ہے، خود غیر مقلدین کے اکابر علماء فرماتے ہیں کہ سند کے ضعیف ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اصل متن بھی ضعیف ہو، مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکیوری نے اس بات کو اپنی کتاب ابکار المنن میں بار بار دہرایا ہے۔ بہر حال آپ نے دیکھا کہ امام اعظم کے قول کی تائید میں حضرت علی کا بھی قول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھی قول ہے، بہت سے اکابر تابعین کا بھی قول ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کی تائید حدیث رسول بھی کر رہی ہے، اور غیر مقلدین کے پاس اس مسئلہ میں قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

محمد ابو بکر غازی پوری

## بریلوی مذہب پر ایک نظر

آنحضورؐ کا اللہ کی ذات سے پیدا ہونے کا مطلب

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں

ذات الہی سے اس کے (یعنی رسول اکرمؐ) پیدا ہونے کی حقیقت کس مفہوم پر مگر اس میں فہم ظاہر میں کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عزوجل نے تمام جہان کو حضور پرورد محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے پیدا کیا۔ (ایضاً ص ۹)

فنا خدا :- اعلیٰ حضرت نے جس فہم کا ثبوت پیش کیا ہے وہ ماشاء اللہ ہے یہ دور کی کوڑی خاص اعلیٰ حضرت کی دریافت ہے۔ اللہ کی ذات سے آنحضورؐ کے پیدا ہونے کا یہ مطلب سن کر بریلوی حضرات بھی حیرت زدہ رہ جائیں گے۔

آنحضورؐ اللہ کی ذات سے بلا واسطہ پیدا ہیں

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں

ہمارے حضور عین النور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں وہ تو ذات الہی سے بلا واسطہ پیدا ہیں۔ (ایضاً ص ۱)

فنا خدا :- یہ ہے اعلیٰ حضرت کا وہ عقیدہ جس پر بریلوی مسلک کی شرکیہ عمارت قائم ہے، آنحضورؐ کو اللہ کی ذات سے بلا واسطہ پیدا ماننے کا مطلب اس کے سوا کیا

اور کیا ہے کہ معاذ اللہ آپ کا باپ ہے اور آنحضورؐ اس کے بیٹے ہیں یعنی وہی عیسائیوں والا عقیدہ۔

کیا اس عقیدہ کے بعد بھی اعلیٰ حضرت کے کافر و مشرک ہونے میں کسی صاحب ایمان کو شک ہو سکتا ہے؟ اعلیٰ حضرت نے اپنے اس شرکیہ عقیدہ کو بہت تاکید کے ساتھ ثابت کیا ہے، چنانچہ اس کتاب میں ایک جگہ مزید لکھتے ہیں۔

یعنی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الہی ہے یعنی اپنی ذات سے بلا واسطہ پیدا فرمایا۔ (صلوات ایضاً ص ۸)

نیز لکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بلاشبہ اللہ عز و جل کے نور ذاتی یعنی عین ذات الہی سے پیدا ہے۔ (ایضاً ص ۹)

### سارا عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہے

اعلیٰ حضرت صاحب ہواہب کی ایک عبارت سے ثابت کر رہے ہیں کہ اللہ نے ساری مخلوق کو آنحضورؐ کی ذات سے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

یعنی جب اللہ عز و جل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبہ ذات صرف میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا پھر اس سے تمام عالم سفلی و علوی نکلا۔ (صلوات ص ۹)

فائدہ :- یہ بریلوی مسلک کا عقیدہ ہے، اہل اسلام سے بری ہیں، یہ بات کتاب و سنت سے کہیں ثابت نہیں کہ تمام مخلوق آنحضورؐ کی ذات سے نکلی انہوں کو ایسے نازک عقائد کے بلاغ میں بھی اعلیٰ حضرت نص قطعی پیش کرنے کے بجائے صوفیائے احوال سے استناد کرتے ہیں۔

تمام جہان کی مدد کر نیوالے حضورؐ ہیں  
اعلیٰ حضرت ابن حجر مکی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

تمام جہان کی مدد کر نیوالے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ حضور ہی بارگاہِ الہی کے وارث ہیں۔ بلا واسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام جہان مدد الہی حضور کے واسطہ سے لیتا ہے جس کا مل کو جو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔  
(ایفگاص ۱۶)

فائدہ :- عقائد کے مسائل ہمیشہ دلائل قطعیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔  
اعلیٰ حضرت نے قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں پیش کی، اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ ملتا اللہ سے ملتا ہے، اللہ ہی متعم اور اللہ ہی خالق و رازق ہے۔ عزت و کمال سب اسی کے فیضان سے ہے۔

انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور جہاں چاہے آتے جاتے ہیں

مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں :-

” انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے، کھاتے ہیں، پیتے ہیں، جہاں چاہے آتے جاتے ہیں۔“

(بہار شریعت ص ۱۷۱)

فائدہ :- اہلسنت والجماعت انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخی کے قائل ہیں مگر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اس حیات کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، ان کی حیات کیسی ہے، ان کا کھانا پینا کیسی ہے یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہ کہنا کہ انبیاء قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے، اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے چاہئے، اسی طرح یہ کہنا غلط ہے کہ وہ جہاں چاہے آتے جاتے ہیں (یاد رہے دنیا میں جس طرح چلنا پھرنا ہوتا ہے بات اس کی ہے) اسکے لئے بھی قطعی ثبوت چاہئے یا بتلایا جائے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کا یہ عقیدہ رہا ہے۔

تمام جہان حضور کے تصرف میں ہے، دینا لینا سب آپ کے اختیار میں ہے۔

مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔  
تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں جسے چاہیں دیں،  
جس سے جو چاہیں واپس لے لیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں۔ احکام تشریعیہ حضور کے  
قبضہ میں کر دیئے گئے ہیں، جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کیلئے جو چاہیں حلال کر دیں۔  
اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔ (بہار شریعت ص ۲۳ ج ۱)

فائدہ :۔ ان سب دعوؤں کے لئے کتاب و سنت سے دلیل چاہئے، یہ وہ  
غلوی الحیجۃ ہے جس نے بریلیوں کو کفر و شرک سے قریب کر دیا ہے۔ ایک مسلمان کا عقیدہ  
ہے کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے، لینا دینا سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ سارے جہان اور  
تمام جن و انس کا وحی مالک ہے، آنحضورؐ اپنی طرف سے نہ کوئی بات کہتے ہیں اور نہ بلا حکم  
الہی کوئی کام کرتے ہیں، آپ اپنے ہر قول و فعل میں اس امر الہی کے پابند ہیں۔ قرآن میں ہے۔  
وما یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحٰی یُوحٰی یعنی رسول اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں  
کہتے ہیں، ان کی ہر بات وحی الہی ہوتی ہے۔ نیز قرآن میں فرمایا گیا۔ قُلْ مَا یَکُوْنُ  
لِیْ اَنْ اَبْدُلَ لَّهٗ مِنْ تَلٰقَآءِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبَعَ الْاَمَآئِیْنَ یُوحٰی اِلَیَّ۔

یعنی آپ فرمادیں کہ میں اپنی طرف سے کچھ تبدیل کر نیوالا نہیں ہوں، میں تو اسی کی  
پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے۔

قرآن کی ان آیات کی روشنی میں مولانا محمد علی اور ان کے ہم نواؤں کی مذکورہ بالا  
باتیں ناقابل انتفات ہیں بلکہ موجب کفر ہیں، خدائی اور مالکیت و حاکمیت صرف ایک  
ذات واحد کے لئے ہے۔

اولیاءِ سیاہ و سفید کے مختار ہیں

مولانا محمد علی لکھتے ہیں۔

” ادنیار کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے ان میں جو اصحاب خدمت  
ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے، سیاہ سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں (ایضاً ص ۱۱)  
فناں کا۔۔۔ یہ خالص کفر یہ شریعت کا عقیدہ ہے، سیاہ سفید کا مالک صرف  
اللہ ہے، اسی کا تصرف کائنات میں چلتا ہے، ذوالعجل علی صاحب سے کوئی پوچھے کہ کیا ان  
مؤمنین کو اختیار ہے وہ روزہ نماز نہ کریں یا کسی سے نماز روزہ ساقط کر دیں، اگر نہیں تو  
سیاہ سفید کے مالک کہاں ہوئے؟ کیا ان ولیوں کو اختیار ہے کہ سورج کو مغرب سے  
طلوع کر دیں، اگر نہیں تو سیاہ سفید کے مالک کہاں ہوئے؟ کیا انہیں اختیار ہے کہ  
اللہ کسی بات کو نہ چاہے اور وہ چاہیں تو وہ بات ہو جائے اگر نہیں تو پھر سیاہ سفید کے  
مالک کہاں ہوئے؟

نیز یہ بھی بتلائیے کہ ان ادنیار کرام میں اس سیاہ سفید کا اختیار صرف اصحاب  
تصرف ہی کو کیوں ہے، آپ کا تو عقیدہ یہ ہے کہ سارے ادنیار کائنات میں ہر طرح کے  
تصرف کا اختیار کتنے ہیں۔

## حکومت سعودیہ کی موجودگی میں حج ساقط

احمد رضا خاں کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا خاں نے ایک کتاب تنویر الحجۃ  
للمن یجوز التواء الحجۃ لکھی ہے، اس میں فرماتے ہیں۔  
جب یہ معلوم ہو گیا تو ہم کہتے ہیں اور مجزم و یقین کہتے ہیں کہ آج جب کہ حجاز  
مقدس میں ابن سعود مخمس و نامسعود و مخذول مطرود و مردود اور اس کے ہمراہیاں نامحمود  
للمخمس و مردود ہے اور جب بیان سائل فاضل و دیگر کثیر حضرات حجاج و ناقل امان  
منقول ہے فرضیت ساقط ہے یا ادا غیر لازم ہے۔ ص ۹

نیز صاحبزادے صاحب مزید گوہر افشاں ہیں  
تو یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر دفع شرار نام نامی ہو تو کسی کے نزدیک بھلا اس وقت

حج کرنا فرض نہیں رہتا اور ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل اور پہلو میں دل اور دل میں ذرا سا انصاف اور چہرے پر آنکھیں اور آنکھوں میں حق کی روشنی اور کان میں قوتِ سمع موجود ہے، دیکھتا، سنتا، سمجھتا اور اعتراف کرتا ہے کہ آج نجدِ یانِ نافرہام کے اس فتنے کی روک تھام حاجیوں سے ممکن نہیں ہے تو کسی طرح پر ان پر حج کرنا فرض ہو سکا۔

(ایضاً ص ۱۲)

نیز لکھتے ہیں :

گرامی برادران یہ تو آفتابِ نصف النہار کی طرح ہر ذی عقل پر روشن اور آشکارا ہمایا  
کان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں۔ ص ۲۲

فنا خدا :- ان عبارتوں کو آپ غور سے پڑھ کر بتلائیں کہ کیا ایک فریضہ شریعی کو محض اپنی ہوا و ہوس سے ساقط کرنے والا دائرہ اسلام میں ہے یا وہ اسلام سے خارج ہے حج کی فرضیت نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہر صاحبِ استطاعت پر حج فرض ہے لیکن اعلیٰ حضرت کے یہ صاحبزادے اس واسطے کی بنیاد پر کہ سعودی حکومت ان کے نزدیک مسلمان حکومت نہیں کہ اس فریضہ الہی کے سقوط کا فتویٰ دے رہے ہیں اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ لاکھ لاکھ کی تعداد میں ہر سال جو مسلمان اسی حکومت کی زیر نگرانی ادائیگی حج کیا کرتے ہیں، معاذ اللہ ان کا حج ادا نہیں ہوتا اور ان کے ذمہ یہ فریضہ باقی رہتا ہے ؟

گالی دینا تو بریلوی حضرات کا شیوہ ہے مگر فریضہ الہی کے باب میں انکی یہ جوأت خطرناک بھی ہے اور حیرتناک بھی، افسوس ہوئی وہ ہوس کے یہ بندے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ان کی اس طرح کی باتوں سے خود ان کے ماننے والے ان کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔ ایک طرف پورے عالم کے مسلمان ہیں جو حکومت سعودیہ کے زیر انتظام حج کرنا سعادت سمجھتے ہیں اور اس حکومت کو خادمِ اکرمین الشریفین جانتے ہیں اور دوسری طرف بریلوی مذہب کی یہ ٹولی اس حکومت پر سب و شتم کر رہی ہے

اور اس کو کافر بتلا رہی ہے، عقل و خرد کی پستی بھی کوئی ملاحظہ کرے۔

## حکومت سعودیہ کافر ہے

بریلوی حضرات حکومت سعودیہ پر تبرا کرنا اور اسے کافر بتلانا اپنے ایمان کا جز سمجھتے ہیں، سعودی حکومت کو وہ کافروں کی حکومت کہتے ہیں اور اس حکومت کے افراد کو جو خاندان سعودی سے تعلق رکھتے ہیں ایسا کافر سمجھتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی ان بریلیوں کے نزدیک کافر ہے، چنانچہ ان کی عام کتابیں حکومت سعودیہ اور اہل نجد کی تکفیر و تفسیق سے بھری ہیں، سعودی حکومت کے افراد کو عام طور پر طاعنہ نجد شیطانی نجد کفرہ نجد مرتدین نجد وغیرہ گندے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، تہ جانب اہل السنہ کی ان عبارتوں کو ذرا دل پر جبر کر کے آپ بھی پڑھ لیں۔

امام زکریا مسجد ممبئی احمد یوسف نے مردود ابن سعود کے بیٹوں کا استقبال اور آداب بجالایا، حکومت نجد و ابن سعود نجدی اور اس کے بیٹوں کی تعریف کی نجدی مرتدوں کی مدح و ثنائیں قصیدے پڑھے گئے۔ (ص ۲۶۸)

امام مذکور صرف اپنے اعمال و اقوال سے غضب الہی کا استحقاق کمانے عرش الہی کے لرزائے اسلام و سنت کو ڈھانے مخلوق خدا کو لعنت خداوندی کی طرف بلانے سنت سے روک کر بد مذہبی پر جانے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے حکومت شقیہ نجدیہ کی دعوت کو صحیح اور ایسی درست بتلا کر جس میں کجی و نقعنان نہیں۔ اور وہابیہ نجدیہ کو مسلمان ٹھہرا کر نجدی مرتدوں کے عقائد کفریہ کی بھی تحسین و تائید کی اور بحکم شریعت مطہرہ ایسا شخص کافر و مرتد ہو گیا۔ (ص ۷۲۶)

دیکھا آپ نے زکریا مسجد ممبئی کے امام احمد یوسف نے ابن سعود کے بیٹوں کا استقبال کسے اتنا بڑا جرم کیا کہ اس کی وجہ سے وہ مرتد و کافر ہو گیا۔ ان اصحاب جیدہ ستارہ کو اتنی بھی شرم و حیا نہیں کہ وہ سوچیں کہ اس طرح کی باتوں سے عوام ان کے بارے میں رائے قائم کریں گے، زکریا مسجد کے امام نے تو صرف ان ابن سعود کے بیٹوں کا استقبال



ہی کیا، جو لوگ ہر سال لاکھ لاکھ کی تعداد میں حج کرتے ہیں ان نجدیوں و سعودیوں ہی کی امامت میں نماز پڑھتے اور حج کی ادائیگی کرتے ہیں ان تمام انسانوں کا کفر و اتداد تو ذکر یہ مسجد کے امام سے کہیں بڑھ کر ہوا، عالم اسلام کے یہ سارے مسلمان ان بریلیوں کے مذہب کے مطابق کافر ہیں، اب سوائے ان بریلیوں کے مسلمان بچا کون اور ایمان کی دولت ان کے سوا کس کے حصے میں آئی ہے، ہے اس جنون کی کوئی حد؟

بمجاہب ان خادمانِ حرمین شریفین کو جو مکہ و مدینہ کی پاسبانی کر رہے ہیں جو اللہ کے رسول کے ہمانوں کا خادمانہ استقبال کرتے ہیں جو آج اپنے اس دولت سے جو اللہ نے انکی زمین میں ارزانی فرمائی ہے دنیائے اسلام کے مسلمانوں کی اور یورپ و امریکہ، افریقہ و ایشیا میں رہنے والے پرستارِ ان توحید کی اقتصادی امداد سے ان کا ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں قرآن و سنت کی اشاعت مسجدوں اور مدرسوں کی تعمیر پر عربی زبان اور کتب دینیہ کی اشاعت پر بے شمار دولت خرچ کر رہے ہیں، کمزور مسلمان حکومتوں کو مالی امداد دے کر ان کی اقتصادی کو مضبوط کر رہے ہیں اور اپنے گھر کی دولت کو صرف گھر ہی کے لئے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں، یہ خدامِ حرمین شریفین جن کا ہر مسلمان احترام کرتا ہے اور مکہ و مدینہ سے ان کی نسبت پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہے۔ تو ان کو جب بریلوی مذہب کے یہ مولوی ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

بہر حال شک نہیں کہ وہابیہ نجدیہ علیہم اللعنة سرمدیہ اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ کے سبب حکم شریعت قطعاً یقیناً کافر و مرتد اور بے توبہ مرے تو مستحق نارابد ہیں۔ (تجانبہ ہائے سنہ)

تو دل صد پارہ ہو جاتا ہے اور خیال گزرتا ہے کہ کیا اللہ نے ان کے حصہ میں صرف جنون ہی رکھا ہے، ایک طرف عالم کے سارے مسلمان ہیں جو ان کو مسلمان ہی نہیں بلکہ خدامِ حرمین شریفین شمار کرتے ہیں اور ان کے لئے عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف بریلیوں کی یہ ٹولی اور شذوذہ قلیلہ ہے جو میدان میں ختم ٹھونک آتی ہے اور کہتی ہے کہ نہیں صرف ہم مسلمان ہیں اور بقیہ سب کافر حالانکہ خود اعلیٰ حضرت کا اس

کتاب میں فتویٰ گزر چکا ہے کہ عرب کو گالی دینا حرام ہے اب عرب اہل نجد و حجاز نہ ہوگا تو پھر کون ہوگا ؟

ان سعودیوں کو اس وجہ سے کافر کہا گیا کہ بریلیوں کے زعم باطل میں ان کے عقائد کفریہ ہیں۔ اہل نجد و حجاز کے عقائد کیا ہیں ! یہی تو کہ اللہ واحد ہے اس کی الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں عالم میں تنہا وہی مقرب ہے، ساری کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے اس کے بے چاہے کچھ نہیں ہوتا وہ اپنے ذات و صفات میں یکتا اور احد ہے، دینا لینا مارنا جلانا نفع و ضرر سب اس کے لئے ہے۔ ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے نبی ہو کہ ولی حاکم ہو یا محکوم غنی ہو یا فقیر سب اس کے عہد اور اس کے تابع فرمان اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے ہیں، عبادت صرف اسی کی ہوتی ہے، دور نزدیک سنے والا وہی ہے، استعانت اسی سے کی جائیگی مدد کیلئے اسی کی طرف ہاتھ پھیلا یا جائیگا، اس کے سوا نہ کوئی دینے والا ہے نہ کوئی لینے والا اور نہ اس کی شیت و اذن کے بغیر درخت کا ایک پتہ کھٹکنا اور حرکت کرنا ہے۔

یہی ہیں وہ عقائد جن کے اہل نجد و حجاز بلکہ سارے مسلمان قائل ہیں صرف ایک ٹولی بریلیوں کی ہے جو اس کے خلاف ہے انھیں عقائد کو بریلی مذہب میں کفریہ قطعہ کہا گیا ہے اور انھیں کی بنیاد پر سارے مسلمانوں کی تکفیر کی جاتی ہے۔

بایں عقل و دانش بیابید گریست

## شانِ خداوندی میں احمد رضا خاں کی گستاخی

اب ہم اپنی کتاب کو احمد رضا خاں کے اس گستاخ بیان پر ختم کرتے ہیں جس کو انھوں نے بلا تکلف اور بڑا مزہ لے کر بارگاہِ خداوندی میں بکھپا ہے اور مسلمانوں کو دعوے غور و فکر دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور اپنے عقل و خرد سے خود فتویٰ حاصل کریں کہ اللہ کی شان میں ان نازیبا کلمات کا استعمال کرنے والا کسی طرح بھی مسلمان کہلانے کے

قابل ہے، دیکھئے بریلیوں کا یہ امام کیا لکھتا ہے۔

” وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جس کا سچا ہونا ضروری نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے ایسے کو جس کی بات پر اعتبار نہیں نہ اسکی کتاب قابل اسناد ہے نہ اس کا دین قابل عقاد ہے ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، ادھکھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا، حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے، کھانا، پینا، پیشاب کرنا، ناچنا، تھرکتا، نہٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواط جیسی بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ نمشت کی طرح مفعول بننا، کوئی خجاست اس کی فضیحت اسکی شان کے خلاف نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول۔

مسلمانوں تمہیں خدا کا واسطہ تم بتلاؤ کیا یہ گندے الفاظ جو دو مینوں کی زبان پر چڑھتے ہوتے ہیں کوئی شریف آدمی اللہ کی ذات تو بڑی برتر و اعلیٰ ہے کسی انسان کیلئے بھی استعمال کرنا گوارہ کریگا، رہا یہ کہنا کہ ہم نہیں کہتے ہیں وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے تو اعلیٰ حضرت انشاء اللہ دوسرے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ ایک تو دہابیوں کی طرف غلط بات منسوب کرنے کا عذاب دوسرا اللہ کی شان میں ان الفاظ کے استعمال کرنے کا عذاب، اعلیٰ حضرت تو مرچکے اور انشاء اللہ وہ اپنے کرم و تکریم کا مزہ بھی اپنی قبر میں بھگتے ہوں گے مگر انکی روحانی ذریت موجود ہے اس سے میرا مطالبہ ہے کہ جو الفاظ بارگاہِ خداوندی کیلئے وہابیوں کی طرف منسوب کر کے ان کے اعلیٰ حضرت نے ذکر کئے ہیں وہ وہابیوں کی کتابوں سے دکھلا دیں اگر نہیں دکھلا سکتے اور انشاء اللہ قیامت کی صبح تک نہیں دکھلا سکتے تو ان کلمات کا استعمال خود اعلیٰ حضرت کے قلم سے شانِ خداوندی میں ہوا ہے اور اس کی ذریت نے ان کلمات کی اشاعت و تبلیغ کی ہے اس وجہ سے اعلیٰ و ادنیٰ سب انشاء اللہ مستحق لعنت خداوندی ہوں گے اور جہنم کی ایندھن ہونے میں برابر کے شریک ہوں گے۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ احمد رضا خاں کی صرف یہی ایک عبارت ان کے ایمان و

اسلام کا خاتمہ کر رہی ہے۔

مجلہ اجماع مفتاحی

محمد ابوبکر فاضل پوری

# اعیان العباد

یعنی

## الشُّرَکَآءِ

عمر بن عبد العزیز

عمر بن عبد العزیز خاندان بنی امیہ کے وہ رجل رشید تھے جن کے دور خلافت نے خلافت راشدہ کا پانچواں دور دکھلایا، اور ان کی ذات گرامی کو بلا اختلاف پانچواں خلیفہ راشد امت نے تسلیم کیا، سچ تو یہ ہے کہ ان کی شخصیت پر ایک پوری کتاب کی تالیف کی ضرورت ہے مگر چونکہ ہمیں اپنی کتاب کا موضوع ہی پیش نظر رکھنا ہے، اس وجہ سے بہت مختصر میں ان کی شخصیت پر چند سطریں زیر تحریر لائی جا رہی ہیں۔

عمر بن عبد العزیز مروان کے پوتا تھے، امام ذہبی نے ان کے نام کے ساتھ جو الفاظ جوڑے ہیں، ان سے ان کی شخصیت پر روشنی پڑی ہے۔ فرماتے ہیں۔ الامام، المحافظ، العلامة، المجتہد، الزاهد، العابد، السید، امیر المؤمنین، حقا، الخلیفۃ الراشد۔

امام کے لفظ سے ان کی علوم شریعیہ میں جامعیت کی طرف اشارہ ہے، العلماۃ کے لفظ سے کثرت علم کی طرف اشارہ ہے۔ المجتہد کے لفظ سے ان کے صاحب اجتہاد ہونے کو بتلانا ہے، زاہد و عابد کے لفظ سے انکی عملی زندگی کو بتلانا ہے۔ المسید سے ان کی سیادت و شرافت کو بتلانا ہے۔ امیر المومنین حقا کا لفظ بتلاتا ہے کہ وہ فی الحقیقت مسلمانوں کے امیر اور خلیفہ ہونے کے ہر طرح مستحق تھے اور ہر طرح کی صلاحیتوں سے آراستہ تھے، اور ان کے بعد امام ذہبی نے تین اور کلمات کا اضافہ کیا ہے۔ الخلیفۃ الزاہد الراشد، جس سے اشارہ ہے کہ ان کی خلافت ہم رشتہ خلافت راشدہ تھی، یعنی ان کی خلافت کا وہی انداز تھا جو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کا انداز تھا، اور زاہد کے لفظ نے بتلادیا ہے کہ حکومت و خلافت کے تحت پر بیٹھنے کے باوجود ان کے اندر دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت بے حد تھی۔

ابن سعد نے عمر بن عبد العزیز کو تابعین کے طبقہ ثالثہ میں شمار کیا ہے، انکی روایت عبد اللہ بن جعفر، سائب بن یزید، ہشام بن سعد وغیرہ صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے ائمہ کتاب و سنت کا شمار ہے، مثلاً ابوسلمہ، ابوبکر بن حزم، وجاہ بن حیوۃ، ابن المنکدر، امام ذہری، ابوبنعمانی جیسے اساطین فضل و کمال کا شمار ان کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز ناں پالی رشتہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھتے ہیں، انکی والدہ کا نام ام عامم تھا، جو عامم بن عمر بن خطاب کی صاحبزادی تھیں، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے پرانا ناں تھے۔

حضرت عمر کا سال ولادت ۶۲ء جو ہے، بعض لوگوں نے ان کا سن ولادت ۶۱ء عرج لکھا ہے، اسی سال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تھی، لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت اعش، ہشام بن عروہ، عمر بن عبد العزیز، طلحہ بن یحییٰ یہ سب ائمہ کتاب و سنت اسی سال پیدا ہوئے جس سال حضرت حسین کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے علم و فقہ، تقویٰ اور تدبیر کے بارے علما نے امت کیا فرما گئے ہیں

عمر بن میمون فرماتے تھے کہ جب علماء کو حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ناپا جاتا تھا تو وہ شاگدوں کے درجہ میں معلوم ہوتے تھے۔

ابن عیینہ ایک صاحب کا بیان نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابن عبدالعزیز کو یہ کہتے سنا تھا کہ انھوں نے کہا جب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے سے جھوٹ بولنے والے کو نقصان ہوتا ہے، میں نے اپنی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں نکالا۔

امام شافعی کہتے تھے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبدالعزیز۔

الکلب بن دینار کہا کرتے تھے کہ لوگ مجھے زیاد کہتے ہیں فی الاصل زیاد تو عمر بن عبدالعزیز ہیں کہ دنیا ان پر ٹوٹ کر آئی اور انھوں نے اس کو ٹھکرا دیا۔

حضرت کحول فرماتے تھے کہ اگر میں قسم کھاؤں کہ عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا ہے تو میں حانت نہیں ہوں گا۔

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمر بن عبدالعزیز کے سوا کسی امام کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جس کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی رہی ہو، زید بن اسلم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رکوع اور سجدہ کو پورے طریقہ پر ادا کیا کرتے تھے اور کھڑے ہونے میں اور بیٹھنے میں تخفیف کرتے تھے۔

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز روزانہ رات میں فقہاء کے ساتھ ایک مجلس قائم کرتے تھے جس میں موت کو یاد کیا جاتا تھا اور سب شرکاء مجلس روایا کرتے، عمر بن عبدالعزیز بھی روتے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز کی بیوی فرماتی ہیں کہ میفرہ کہا کرتے تھے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ لوگوں میں کچھ لوگ ہوں جو حضرت عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ نماز اور روزہ والے ہوں مگر اپنے رب سے ڈرنے والا میں نے عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، ان کا حال یہ تھا کہ عشاء کی نماز

پڑھ کر مسجدیں بیٹھے رہا کرتے تھے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر روتے رہتے تھے، ان کا یہ عمل مسلسل جاری رہتا جب نیند کا غلبہ ہوتا تو سو جاتے تو پھر جب بیدار ہوتے تو پھر اسی طرح ہاتھ اٹھا کر رونا شروع کرتے اور یہ عمل ان کا پوری رات جاری رہتا۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز بیمار ہوئے اور طبیعت آ کر ان کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ وہ بیمار ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے، ان کے دل پر خوف کا بے انتہا غلبہ ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کی زندگی خلافت کا عمدہ سنبھالنے سے پہلے بڑی ناز و نعمت کی تھی، شاہانہ انداز سے رہتے تھے، کپڑا بہت قیمتی استعمال کرتے تھے خوشبو کا استعمال اس کثرت سے کرتے کہ جس راستے سے گزرتے لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ ادھر سے کس کا گزر رہا ہے چال بھی بہت ناز والی ہوا کرتی تھی، مگر جب خلیفہ ہوئے تو ان کی زندگی کا نقشہ بالکل بدل گیا، اب نہ وہ خوشبو کا استعمال، نہ اچھا کھانا اور قیمتی لباس۔ اب حال یہ ہو گیا تھا کہ ہشام بن یحییٰ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ عمر کے صاحبزادہ جن کا نام بھی عمر ہی تھا ان کو منصور خلیفہ وقت نے بلا کر پوچھا کہ عمر بن عبد العزیز کی آمدنی خلافت سے پہلے کتنی تھی تو انھوں نے کہا کہ سالانہ پچاس ہزار دینار، پھر پوچھا کہ مرنے کے وقت ان کی آمدنی کیا تھی تو کہا سالانہ دو سو دینار۔

سلم بن عبد الملک کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس گیا تو دیکھا کہ ان کے بدن پر جو قمیص ہے وہ گندی ہے، تو میں نے ان کی بیوی سے کہا کہ اس کو دھو ڈالو تو گھر والوں نے کہا کہ ہم یہ کریں گے، جب دوسرے وقت گیا تو ان کی قمیص کا حال پہلے ہی والا تھا، تو میں نے کہا کہ کیا قمیص کو تم لوگوں نے دھویا نہیں یا تو ان کی بیوی نے کہا کہ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسری قمیص نہیں ہے کہ اسے اتار کر اس کو پہن لیں۔

روزانہ کا خراج کتنا تھا تو عمرو بن ہاجر فرماتے ہیں کہ ان کا روزانہ کا خراج خلیفہ ہونے کے بعد صرف دو درہم تھا۔

لکھا ہے کہ ان کے گھر میں صرف مٹی کا چراغ جلا کرتا تھا، ایک دفعہ یہ خطبہ دے رہے تھے تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کے بدن پر جو قمیص ہے اس میں پیوند لگا ہوا ہے۔

ان کی بیوی سے لوگوں نے پوچھا کہ ذرا آپ ہیں عمر کے حال کے بارے میں بتلائیں  
کہ گھر کے اندر کی زندگی کیسی تھی تو انہوں نے کہا کہ میرے علم میں نہیں ہے کہ جب سے وہ خلیفہ  
ہوئے انہوں نے احلام یا جنابت کی وجہ سے غسل کیا ہو۔

احتیاط و تقویٰ کی انتہا یہ تھی کہ جب حکومت کا کام ہوتا تو شیخ جلائی جاتی اور اس کی  
رہنمائی میں کام ہوتا لیکن جب عمر بن عبد العزیز اس سے نارغ ہوتے تو شیخ بجمادی جاتی اور  
ان کا چراغ جلا دیا جاتا، میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میرا قیام عمر بن عبد العزیز کے پاس چھ مہینے  
رہا، میں نے ان کے بدن پر ایک چادر کے سوا دوسری چادر نہیں دیکھی۔

حضرت عمر کا حال بچپن ہی سے خدا خوفی کا تھا، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یہ قرآن پڑھ  
رہے تھے کہ ان کے رونے کی آواز سنائی دی تو ان کی والدہ نے خادمہ کو بھیج کر پوچھا کہ کیوں  
رو رہے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ قرآن پڑھتے پڑھتے مجھے موت یاد آگئی، والدہ نے یہ سنا  
تو وہ بھی رونے لگیں۔

ان کے نگوں اور اتالیق بچپن میں صالح بن کیسان تھے، حضرت عمر دینہ میں رہ کر علم  
حاصل کرتے تھے، صالح انکی دیکھ بھال پر مامور تھے، صالح بن کیسان کی کوشش ہوتی کہ ان کی  
نماز باجماعت فوت نہ ہو، ایک دفعہ مسجد پہنچنے میں تاخیر ہو گئی تو صالح نے اس کی وجہ پوچھی  
تو انہوں نے کہا کہ میرا بال کا کنکھا کرنے والی مجھے کنکھا کر رہی تھی تو انہوں نے ان کو ڈانٹ کر  
کہا کہ تمہارا بال اب ایسا ہو گیا کہ اس کے لئے نماز چھوڑی جا رہی ہے، اور یہ واقعہ کیسان نے ان کے  
والد کو لکھ کر بھیجا تو ان کے والد نے ایک آدمی کو ان کے پاس بھیجا کہ جب تک وہ اپنا بال سرے  
اتر وائیں گے نہیں، میں عمر سے بات نہیں کروں گا، چنانچہ عمر کو اپنا سر منڈانا پڑا۔

اسی قسم کی تربیت نے عمر بن عبد العزیز کو عمر بن عبد العزیز بنایا تھا۔ خلیفہ وقت عبدالملک  
بن مروان ان کی عادت و اطوار دیکھ کر ان کو اپنی اولاد کے ساتھ رکھتا تھا، بلکہ ان سے بڑھ کر انکو  
چاہتا تھا پھر اپنی صاحبزادی جن کا نام فاطمہ تھا ان سے عمر کی شادی کر دی، اس شادی پر ایک  
شاعر نے کہا ہے



بنت الخلیفۃ والخلیفۃ جدھا

اخذت الخلائق والخلیفۃ زوجھا

یعنی فاطمہ خلیفہ کی صاحبزادی ہیں، ان کے دادا بھی خلیفہ تھے۔ یہ بہت سے خلفاء کی بہن ہیں اور اب ان کا شوہر بھی خلیفہ ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کو عبد الملک نے اپنے لڑکوں کو چھوڑ کر خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ جس پر ارکان دولت اور اس کے لڑکوں کو عمر بن عبد العزیز پر حسد رہا اور ان کو ایک خادم سے زہر ملا کر ختم کر دیا۔ جس خادم نے زہر دیا تھا اس کا پتہ حضرت عمر کو چل گیا تھا، مگر حضرت عمر نے اس سے صرف یہ پوچھا کہ تم کو اس کے لئے کتنا پیسہ دیا گیا تھا اس نے کہا دس ہزار دینار اور یہ کہ مجھے آزاد کر دیا جائے گا، یہ سب جاننے کے باوجود بھی حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس خادم کو کچھ نہیں کہا صرف وہ سارا پیسہ بیت المال میں داخل کر دیا اور اس سے کہا کہ یہاں سے اس جگہ بھاگ جاؤ جہاں تمہاری اس کاروائی کا کسی کو پتہ نہ چلے۔

عمر بن عبد العزیز کی مدتِ خلافت بہت کم رہی یعنی صرف دو سال اور پانچ مہینے۔ بیس رجب ۱۸۱ھ میں صرف اثنائیس سال کی عمر میں اس دار فانی سے ان کی رحلت ہوئی، ان کی نماز جنازہ سلیم بن عبد الملک نے پڑھائی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی وفات سے پہلے ہی دس دینار میں اپنی قبر کے لئے ایک جگہ خریدی تھی، جہاں ان کی تدفین ہوئی۔

موت کے وقت انھوں نے اپنے گھر والوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک اور آپ کے ناخن میں سے کچھ منگوایا اور گھر والوں کو وصیت کی کہ ان آثار مبارکہ کو ان کے کفن میں رکھ دیا جائے۔

## حکایات و واقعات

# فرشتہ صفت وزیر، وزیر نظام الملک

وزیر کبیر قوام الدین ابو علی الحسن بن علی بن اسحاق الطوسی، اپنے زمانہ کا نہایت مدبر سیاستدان، تجربہ کار، نیک سیرت، متدین اور صاحب جاہ و حشمت وزیر تھا، قرار اور فقہاء سے ہر وقت اس کی مجلس بھری رہتی تھی، اہل علم کیلئے اس کا دربار ہر وقت کھلا رہتا تھا، کار خیر کا حریص تھا، خود بڑا صاحب علوم و فنون تھا پہلے وہ سلطان اب اسلطان کے دربار کا وزیر تھا، پھر اس کے لڑکے ملک شاہ کے سپرد جب حکومت ہوئی تو اس کا وزیر تھا، امور مملکت میں اس کا بڑا دخل تھا، رعایا پر درمی میں مشہور تھا، اپنی وزارت کے زمانہ میں متعدد مدرسے اس نے بنوائے اور طلبہ کیلئے وہ سراپا خیر بنا رہا، بیس سال اس کی وزارت کا زمانہ رہا، اس مدت میں بقول حافظ ذہبی اس نے اپنے ملک سے تمام مظالم کا صفایا کر دیا، رعایا کے ساتھ مہربان رہا، اوقاف کی متعدد عمارتیں قائم کیں، علماء و صلحاء اور امت کے کابر و سرکار جگہوں سے اس کے دربار میں ہجرت کر کے آئے، ان کی وجہ سے ان کا مقام اور مرتبہ مزید بلند ہوا۔

لکھا ہے کہ مکان فیہ خیر و تقویٰ اس کے اندر خیر اور تقویٰ تھا،  
ومیل الی الصالحین اور اللہ کے نیک بندوں کی طرف اس کا رجحان اور میلان

رہا کرتا تھا مضبوط لموعظتہم اور ان کی نصیحتوں کو قبول کرتا تھا۔ یغیب  
من یبین عیوب نفسه فیتکسب دینہ کی اس کو یہ بات پسند تھی کہ لوگ  
اس کے عیوب اس پر ظاہر کریں، اس وقت وہ تواضع اختیار کرتا اور اپنے عیوب  
سن کر روتا۔

وزیر نظام الملک کے بارے میں لکھا ہے کہ ما جلس الا علی وضوء یعنی  
وہ جب دربار میں بیٹھتا تو وضو سے ہوتا، اور جب وہ وضو کرتا تو دو رکعت نماز  
ادا کرتا، اور سو موارا درپیشنبہ کو ہمیشہ روزہ رکھتا، اور لکھا ہے کہ کان یتصدق  
کل صباح بمائة دینار ہر صبح کو یعنی روزانہ ایک سو دینار صدقہ کرتا۔

حافظ ذہبی ابن عقیل کے حوالہ سے لکھتے ہیں بصر العقول سيرة النظام  
جود ادکما وعد لا و احیاء لمعال الدین۔ کانت ایاہ دولة  
اہل العلم ثم ختم له بالقتل وهو ما رالی الحج في رمضان فمات  
ملکا فی الدنیا ملکا فی الآخرة۔ یعنی نظام کی سیرت اور اخلاق نے  
عقلوں کو مبہوت کرتا، اس کی سخاوت، شرافت، عدل و انصاف اور دین کی  
نشانیوں کو زندہ کرنے کے شوق و جذبہ سے لوگ حیران تھے، آخر میں حج کو جاتے  
ہوئے رمضان کے مہینہ میں اس کو قتل کر دیا گیا، پس وہ دنیا میں بھی فرشتہ تھا،  
اور آخرت میں بھی وہ فرشتہ صفت رہا۔

اس کے قتل کا قصہ یہ ہے کہ ایک باطنی شیعہ فرقہ کا آدمی صوفی کی شکلیں  
اس کے پاس آیا اور اس کو اپنی پیشانی کا بان دیا وزیر اس کو لے ہی رہا تھا اس غیبت نے  
وزیر پر چھری سے حملہ کر دیا، چھری اس کے سینہ پر دل کے پاس پڑی جس سے اسی  
وقت وزیر کی موت ہو گئی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو رمضان کے زمانہ میں روزہ کی حالت میں شہادت  
کا عظیم مرتبہ اس کی نیکیوں کے بدلہ عنایت فرمایا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۲۶)

## علمی انہماک کا عجیب و غریب واقعہ

ابن دینریل جن کا پورا نام ابراہیم بن حسین بن علی ہے، مگر ابن دینریل کے نام سے جانے جاتے ہیں، ان کو سیفۃ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ سیفۃ مصر کے شہر وادی میں پائی جانے والی ایک چڑیا کا نام ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جس درخت پر بیٹھتی ہے اس کی ساری پتی کھا جاتی ہے، ابن دینریل کا بھی اسی چڑیا جیسا حال تھا۔ یہ جس محدث کی خدمت میں حاضر ہوتے اسی وقت اس کو چوکھٹ کو چھوڑتے جب اس سے اس کی ساری حدیثیں سن لیتے۔

حضرت امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علمی انہماک کا قصہ خود ان کی زبان سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک روز رات میں نکلنے کیلئے بیٹھا، لکھتا ہوا اور اتنا لکھا کہ تھک گیا پھر میں باہر نکل کر جو آسمان کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہوا کہ ابھی تو رات کا ابتدائی حصہ ہے، پھر میں گھر گیا اور پھر نکلنے میں لگ گیا، جب تھک گیا تو باہر نکلا کہ دیکھوں کہ اب رات کتنی رہ گئی ہے تو پتہ چلا کہ یہ سحر کا وقت ہے چنانچہ میں نے تہجد کی نماز ادا کر کے جو میرا معمول تھا صبح کی نماز پڑھنے مسجد گیا، نماز سے فارغ ہو کر میں ایک دوکاندار کے پاس گیا کہ کچھ خریدوں تو میں نے جب اس کے حساب کار جسد دیکھا تو اس نے اس پر سینچر کا دن لکھ کر تاریخ ڈالی تھی تو میں نے اس نے کہا کہ کیا آج جمعہ نہیں ہے میں آج کا دن جمعہ ہی کا دن سمجھ رہا تھا، تو وہ ہنسنے لگا اور کہا کہ کیا آپ نے کل جمعہ کی نماز نہیں پڑھی، تب میں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں دو رات اور ایک دن مسلسل لکھتا ہوں

(سیر اعلان النبلاء ص ۳۲۲)

### ایک اندھے کا اپنے ملک کے وزیر کو جواب

ابو العینار نامی ایک آدمی تھا، بصرہ شہر میں پاڑا تھا، وزیر اور بادشاہوں کے

دربار میں جاتا تھا اور ان کو ہنسی مذاق کی باتیں اور قصے سنا کر انعام بٹھاتا تھا، چالیس سال کی عمر میں اندھا ہو گیا تھا، اپنی ڈاڑھی سرخ خضاب لگا کر خوب لال لال کئے رہتا تھا، ایک دفعہ وزیر کے دربار میں کئی روز کے بعد پہنچا، تو وزیر نے اس سے پوچھا اتنے دنوں تک کون نہیں آئے؟ تو اس نے کہا کہ میرا گھوڑا چوری ہو گیا تھا، وزیر نے پوچھا کہ کیسے چوری ہو گیا؟ تو اس نے کہا کہ میں گھوڑے کے ساتھ نہیں تھا کہ میں جانوں کہ کیسے چوری ہو گیا تو وزیر نے کہا کہ دوسری سواری پر کیوں نہیں آیا؟ تو اس نے کہا کہ میں میرے پاس روپیہ نہیں تھا کہ سواری خریدوں اور میں نے ادھار لے کر سوار ہونے کی ذلت کو پسند نہیں کیا اور کرایہ پر اسلئے نہیں لیا کہ کرایہ پر دینے والوں کی بے خلقی اور ترش کلامی کو میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳۹ ص ۱۰۷)

### اللہ کی طرف سے غیبی مدد

علی ابن ابی طاہر ایک مشہور محدث تھے، ان کے بارے میں سلیمان بن یزید فرماتے ہیں کہ یہ ملک شام حدیث کی تحصیل کے لئے سفر کر کے گئے تھے، جب وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا تو اپنی لکھی ہوئی حدیث کی کتابوں کو انھوں نے صندوق میں رکھ دیا تھا، صندوق کو پہلے ایسے مادہ سے لیپ پوت دیا تھا کہ اس میں پانی کا اثر نہ ہو اور پانی اندر نہ پہنچے، اب انھوں نے سمندر میں راستہ واپسی کیلئے اختیار کیا، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سمندر میں ان کی کشتی ہچکولہ کھانے لگی، اور اس کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہوا تو انھوں نے کتابوں والے صندوق کو سمندر میں ڈال دیا، پھر طوفان ختم ہو گیا، اور کشتی میں بھی سکون پیدا ہو گیا، جب یہ کشتی سے باہر آئے تو سمندر کے ساحل پر بیٹھے تین روز تک اللہ سے دعا کرتے رہے کہ ان کا صندوق جس کو انھوں نے سمندر میں ڈال دیا تھا واپس مل جائے، تیسرے روز سجدہ میں گر کر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ سے دعا کی کہ اے اللہ اگر میرا علم حدیث کا طلب کرنا محض تیری رضا کیلئے تھا اور تیرے رسول کی محبت کا وجہ

سے تھا تو میرا صندوق واپس کر کے میری مدد فرما، اس کے بعد جب سجدے سے سر اٹھایا تو ان کا صندوق ان کے پاس موجود تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵۶ ص ۱۱۶)

### اسی مرتبہ قرآن ختم کرنے پر اسی ہزار درہم خرچ کیا

ابوبکر محمد بن عبدالرحیم بن ابراہیم اصبہانی امام القراء شمار کئے جاتے تھے۔ ۲۹۶ھ میں ان کی وفات ہوئی، پوری زندگی قرآن پڑھنا اور پڑھانا ہی ان کا مشغلہ تھا، امام ورش کی قرأت میں یہ اپنے زمانہ کے امام تھے، اللہ نے قرآن کی محبت اور اس کا احترام ان کے دل میں ایسا رکھ دیا تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں نے مہر کی طرف سفر کیا تو میرے ساتھ اسی ہزار درہم تھے جن کو میں نے اسی مرتبہ قرآن ختم کرنے پر خرچ کیا۔ یعنی ہر ختم پر ایک ہزار دینار اللہ کے راستہ میں اور لوگوں کی دعوت میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵۶ ص ۱۱۶)

### اللہ نے سوال کرنے کی ذلت سے بچا لیا

محمد بن ہارون الرویانی و محمد بن جریر الطبری و محمد بن خزیمہ و محمد بن نصرانی چاروں محمد نام کے اشخاص مشہور محدث ہیں، یہ چاروں مصر میں ایک زمانہ میں ایک ساتھ حدیث کی تحصیل میں لگے ہوئے تھے، کچھ مدت کے بعد ان کا سارا مال ختم ہو گیا اور کھانے پینے کیلئے پاس میں کچھ نہیں رہا۔ پہلے تو بھوک برداشت کرتے رہے مگر جیب کئی روز ہو گئے اور بھوک کی وجہ سے ان کا حال برا ہو گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ اب لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، مگر لوگوں کے پاس چلے کون؟ تو انھوں نے قرعہ ڈالا کہ جس کا نام بکھے گا وہ جائے گا، اتفاق سے قرعہ میں پہلا نام محمد بن خزیمہ کا نکلا تو انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے ذرا دو رکعت نماز پڑھنے کی ہمت دو، انھوں نے نماز شروع کی، ابھی انکی دو رکعت

نماز پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ مصر کے گورنر کا آدمی ان کے پاس پہنچا اور ہر ایک کا نام لے کر پوچھا فلاں کون ہے، اور فلاں کون ہے جب لوگوں نے اپنا نام بتلایا تو اس نے ہر ایک کو پچاس پچاس درہم کی ایک ایک تھیلی دی اور کہا کہ گورنر نے خواب میں دیکھا ہے کہ ”محمد“ یعنی محمد نام کے لوگ بھوکے ہیں ان کی فوراً مدد کرو، چنانچہ امیر نے مجھ کو یہ تھیلیاں دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے، اور آپ کو تاکید کی ہے کہ یہ مال جب ختم ہو جائے تو امیر کو اس کی اطلاع فوراً ضرور آپ حضرات کو کریں۔ اس طرح اشدان محدثین کرام کو سوال کرنے کی ذلت سے بچایا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۱)

ساڑھے تین ہزار کتابوں کو ہاتھ سے لکھنے والا

ابوالعرب جس کا نام محمد بن احمد تھا، افریقہ کا رہنے والا تھا، اس کے دادا افریقہ کے امرا میں سے تھے، یہ کثیر التصانیف آدمی تھا، مذہب فقہیہ کا محافظ اور مفتی تھا، اس کی تصانیف میں سے بعض کتابوں کا نام یہ ہے، طبقات اہل افریقہ کتاب المحسن، کتاب فغائل مالک، کتاب مناقب سمنون اور کتاب التاريخ جو گیارہ جلدوں میں ہے۔

اس کا کہنا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ساڑھے تین ہزار کتابیں لکھی ہیں، مگر محمد بن سمنون کی کتاب الامامہ کی دونوں جلدوں کا پڑھنا میرے نزدیک ان تمام کتابوں سے افضل ہے۔ اس کا انتقال ۳۳۳ھ میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۹)

شتر زبان کا جاننے والا اور موسیقی کا ماہر فلسفی

ابونصر فارابی دنیائے منطق و فلسفہ کا مشہور شخص ہے، اسکو فلسفہ اور منطق کا

معلم ثانی کہا جاتا تھا، معلم اول ارسطاطالیس کہلاتا تھا اور معلم ثالث ابن سینا تھا۔  
 فارابی ترکی الاصل تھا، اس کا نام محمد بن محمد بن فرحان بن ازیغ تھا۔  
 ذکارت میں مشہور زمانہ تھا، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ستر زبان کا عالم  
 تھا، اور موسیقی کے فن کا بہت بڑا ماہر تھا، ایک دفعہ سیف الدولہ کے دربار میں  
 گیا، اور صدر مجلس میں بیٹھا اور اس نے گانے بجانے کا سامان نکالا، اور گانے لگا،  
 اس کے گانے سے ساری مجلس پر طرب و مسرت کا نشہ چھا گیا، پھر اس نے اپنا راگ  
 بدلا تو سارے مجلس والے سو گئے حتیٰ کہ دربان بھی سو گیا پھر یہ اٹھا اور چلا گیا کسی کو  
 پتہ بھی نہیں چلا۔

اس کا انتقال دمشق میں ۳۳۹ھ میں ہوا۔

سیر اعلام النبلا، ص ۱۲ ج ۲۲

## سورہ یس کی برکت

ابوبکر بن داؤد دھونی زاید دعا پڑھ آدمی تھے، نیشاپور کے رہنے والے  
 تھے، ادلیا راشد میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ بصرہ میں جس زمانہ میں قحط پڑا  
 تو میں نے چالیس روز میں صرف ایک روٹی کھائی، جب مجھے بھوک لگتی تو میں  
 آسودہ ہونے کی نیت سے سورہ یس پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت  
 سے میری بھوک ختم کر دیتا تھا۔

ان کی وفات ۳۲۲ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلا، ص ۱۲ ج ۲۵)



## صدف یعنی سید کے بارے میں کچھ معلومات

سید یہ بکری، دریائی جانور ہے، جب بارش ہوتی ہے تو صدف اپنا منہ کھول دیتا ہے اور جب بارش کا قطرہ اس کے منہ میں پہنچتا ہے تو وہ منہ بند کر لیتا ہے، اس طرح اس میں سچے موتی بنتے ہیں، موتی خفقان کو دور کرتا ہے اور دل و جگر کے خون کو صاف کرتا ہے، بینائی میں اضافہ کرتا ہے، اسلئے اس کو سرمہ میں ملا یا جاتا ہے، اگر اس کو اس قدر حل کر دیا جائے کہ پانی ہو جائے پھر اس کو پھرے کے داغ اور مہاسے پر مالش کی جائے تو ایک مالش سے تمام داغ دھبے ختم ہو جائینگے اور دوبارہ مالش کی ذہبت نہیں آئے گی۔

اور سید کا لپ کرنا وجہ مفاصل اور نقرس کیلئے مفید ہے اور جب سرکہ میں ملا کر لگایا جائے تو نکسیر کیلئے از حد نافع ہے، اس کا گوشت کتنے کے کاٹنے میں مفید ہے، اگر سید کو جلا کر دانتوں پر ملا جائے تو دانت مضبوط اور چمک دار ہو جاتے ہیں اور اگر سرمہ میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھ کے زخم ٹھیک ہو جائیں گے، آگ کے جلے ہوئے پر سید کا لگانا مفید ہے، اگر سید کا صاف ٹکڑا بچہ کے گلے میں باندھ دیا جائے تو بچے کے دانت باسانی نکل جائیں گے، اگر سید کو جا شیر میں حل کر کے ناک پر لپ کیا جائے تو نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

# حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری کی تصانیف

مسائل غیر مقلدین  
آئینہ غیر مقلدیت  
غیر مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ  
سبیل الرسول پر ایک نظر

غیر مقلدین کی ڈائری  
ارمغان حق ۲ جلدیں

کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ  
مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں  
حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد قبول  
صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر  
صلوۃ الرسول ہر ایک نظر  
کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟  
صور تنطق (عربی)

وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام (عربی)  
وقفہ مع لا مذہبیہ  
هل الشيخ ابن تيمية من اهل السنة والجماعة؟  
(صوت الاسلام عربی) سه ماهی رساله  
(زمزم اردو ۲ ماہی رساله)

**Rabbani Book Depot**

1813, Shaikh Chand Street, Lal Kuan  
Delhi - 110006 Mob.: 9811504821

ناشر:-

رَبَّانِي بک ڈپو  
کڑھنچ چاند لال کنواں دہلی

Ph.: 23220118, 23217840, Fax : 23982786

# اہم اعلان

اس شمارہ کا ادارہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ادارہ مالی دشواریوں کی وجہ سے اب مزاحم بند کرنے جا رہا ہے، اس کی اطلاع جب بعض احباب کو ہوئی تو انہوں نے اصرار کیا کہ ابھی زرم کا سفر جاری رہنا چاہئے، ان میں سے بعض احباب اور محترم شخصیتیں وہ ہیں، جن کا حکم ماننا میرے لئے ممکن نہیں تھا، اسلئے اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ سروس دو شمارہ آئندہ سال کا شائع نہ کیا جائے اور اس درمیان زرم کے خریداروں کی توسیع کی جائے، اگر پانچ سو نئے خریدار مل گئے تو انشاء اللہ زرم کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے گا، اب قدردان زرم کی توجہ اور کرم فرمائی کی ضرورت ہے کہ وہ اتنے نئے خریدار مہیا کر دیں۔

(ادارہ)

مکمل مفتی موناٹھ . لکھنؤ پری انڈیا

مجلہ مفتاحی موناٹھ بھنجن یوپی انڈیا

طہ شیرازی

## نمار سلفیت

نواب وحید الزماں حیدر آبادی کی نوابی عبارت

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی شیخ جمن تشریف لائے تھے۔

باپ۔ بیٹا خیریت تو ہے؟ تم نے انکو روکا کیوں نہیں۔

بیٹا۔ اباجی انھیں جلدی تھی یہ کتاب چھوڑ کر گئے ہیں، اور کہہ رہے تھے کہ نواب غنا

حیدر آبادی کی یہ نزل الابرار ہے، اس کی نشان زدہ عبارت اپنے ابا سے حل کروا کر کے

رکھتا۔ پھر بعد مجھے اس کا درس دینا ہے۔

باپ۔ بیٹا مسئلے مسائل کے لئے تو ہمارے بڑوں نے ہمیشہ فقہ حنفی ہی پڑھایا ہے،

شیخ جمن نے نزل الابرار پڑھانے کی روایت کب سے ڈالی ہے؟

بیٹا۔ اباجی علامہ بحرانی نے انکو مشورہ دیا تھا کہ فقہ حنفی کے پیچھے کب تک ہم بھاگتے

پھرتے گئے، ہمیں اپنے علماء کی کتابیں پڑھانی چاہئیں تو انھوں نے ان کے مشورہ سے

نزل الابرار کا درس دینا شروع کر دیا ہے۔

باپ۔ اچھا ذرا وہ عبارت مجھے دکھلاؤ جس پر انھوں نے نشان لگایا ہے۔

بیٹا۔ اباجی، کتاب الرضاع کی یہ عبارت ہے۔

دلحرمۃ بالرضاع شرطان الاول ان یرتضع اقل من اقل خمس  
رضعات فصاعداً ..... فلوارتضع اقل من خمس رضعات  
لا تثبت المحرمۃ -

باپ۔ بیٹا، عبارت تو بالکل صاف ہے، شیخ جن جن کو ایسی سہل عبارت میں کیا اشکال  
واقع ہوا ہے، نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کسی بچہ نے پانچ دفعہ سے کم دودھ  
پیا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی، یعنی نہ وہ عورت جس کا بچہ نے دودھ  
پیایا ہے اس کی رضاعی ماں ہوگی اور نہ اس کا شوہر اس کا رضاعی باپ ہوگا اور  
نہ اس عورت اور اس کے شوہر کی اولاد اس دودھ پینے والے بچے کے رضاعی بھائی  
بہن ہوں گے۔

بیٹا۔ اباجی یہی مطلب تو میں نے بھی بیان کیا تھا مگر وہ کہہ رہے تھے کہ عبارت کا پہلا  
ترجمہ کر و پھر مطلب بیان کر وجہ میں نے اس عبارت کا ترجمہ کرنا چاہا تو میرا ذہن  
چکر اگیا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نواب صاحب کیا کہہ رہے ہیں، آپ ترجمہ کریں۔  
باپ۔ سنو عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

اور دودھ پینے سے حرمت ثابت ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ لڑکا  
یہ کیا؟ اقل من اقل خمس رضعات فصاعداً۔

بیٹا اس کا مطلب تو مجھ کو بھی نہیں سمجھ میں آ رہا ہے، علامہ بحرانی کے پاس جانا ہوگا۔  
بیٹا۔ شیخ جن حفظہ اللہ ان کے پاس بھی گئے تھے تو انھوں نے انکو مشورہ دیا کہ اس کتاب  
میں رضاع کا بیان نواب صاحب نے ہم جیسے کم علموں کے لئے نہیں لکھا ہے انھوں  
نے اس کو اپنے دور کے علماء کے لئے لکھا تھا، اسلئے اس باب کو چھوڑ دو۔

باپ۔ بیٹا، علامہ بحرانی نے بالکل صحیح فرمایا، ان نوابی عبارت کو نواب ہی قسم کے علماء  
سمجھیں گے، ہم اس دور کے لوگ کیا سمجھیں گے، اب دیکھو اس کتاب میں اسی  
رضاعت کے بیان میں یہ عبارت بھی ہے، ویجوز ان رضاع الکبیر ولو کان

ذالحمية لبتجوز النظر، یعنی بوڑھے مردوں کا بھی دودھ پلانا جائز ہے اگرچہ وہ ڈارٹھی والا ہو اسلئے کہ قیاس اس کو جائز قرار دے رہا ہے۔ یعنی اگر کوئی بڑا بوڑھا آدمی اگرچہ وہ ڈارٹھی والا ہو کسی بچہ کو دودھ پلادے تو قیاس یہ کہہ رہا ہے کہ اس بھی حرمت ثابت ہو جائیگی، دودھ پلانیوالا رضاعی باپ ہو گا اور اسکی اولاد رضاعی بھائی نہیں بنے گی۔

بیٹا۔ اباجی نواب صاحب کی یہ عبارت اقل من اقل خمس رضعات فصاعداً۔ میں اس فصاعداً کا مطلب کچھ سمجھ میں آیا۔

باپ۔ یہ پوری کی پوری عبارت نوابی ہے۔ اگر ہم بھی نواب ہوتے اس عبارت کو سمجھ جاتے، کہاں ہم اور کہاں نواب صاحب۔ چہ نسبت خاک با عالم پاک۔

بیٹا۔ اباجی، ہمارے نواب وحید الزماں کو جب عربی عبارت میں اپنا مطلب واضح کرنا نہیں آتا تھا تو ان کو مسئلے مسائل کی کتاب عربی میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

باپ۔ یہ نہیں بیٹا۔

شیخ کلہ حفظہ اللہ کی غیر مقلدیت سے توبہ اور مذہب حنفی میں پس آنا۔

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی وہی بات ہو گئی جس کا ذکر تھا۔

باپ۔ کیا بات ہو گئی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی شیخ کلہ حفظہ اللہ نے غیر مقلدیت سے برأت کا اعلان کر ہی دیا، اور اب وہ پھر اپنے سابقہ مذہب، مذہب حنفی کی طرف لوٹ آئے۔

باپ۔ بیٹا۔ یہ حادثہ کیسے رونما ہوا، وہ تو ادھر بہت ہی پابندی سے شیخ جن حفظہ اللہ کے درس "نزل الاجرام" میں بیٹھا کرتے تھے۔

بیٹا۔ اباجی اس درس کی برکت ہی نے جو ان کو غیر مقلدیت سے توبہ کرنے پر اکسایا۔

باپ - بیٹا ہوا کیا، اس درس میں کون سی ایسی بات ہو گئی یا آگئی کہ شیخ کلو کو یہ انتہائی قدم اٹھانا پڑا۔

بیٹا - اباجی، اس اندیشہ کا اظہار تو بہت سے لوگ کر رہے تھے، "نزل الابرار" کے درس میں انھوں نے جب سے شریک ہونا شروع کیا تھا اس وقت سے انکی دعوتی سرگرمیاں کم ہو گئی تھیں، اور اپنے لوگوں میں ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی کم ہو گیا تھا، کل کے درس میں جب نزل الابرار کی ایک عبارت کا شیخ جن نے ترجمہ کیا اور اس کا مطالب بیان کیا تو شیخ کلو حفظہ اللہ نے شیخ جن سے کہا کہ یہ تو مسئلہ ہوا اس کی دلیل کتاب و سنت سے دکھلائیے، اس پر شیخ جن کو غصہ آ گیا اور کہا کہ ہر مسئلہ کی دلیل کتاب و سنت سے نہیں دکھلائی جاسکتی ہے۔ اس پر دونوں میں خوب سیکڑا رہوئی اور شیخ کلو نے کہا کہ آپ لوگ حنفیوں سے تو ہر مسئلہ کی دلیل کے لئے کتاب و سنت کا مطالبہ کرتے ہیں اور جب اپنی باری آتی ہے تو آپ لوگوں کا رنگ دوسرا ہو جاتا ہے۔ میں ایسی سلفیت اور غیر مقلدیت سے ہزار بار توبہ کرتا ہوں۔

باپ - بیٹا ذرا وہ عبارت مجھے بھی تو دکھلاؤ۔

بیٹا - اباجی وہ عبارت نزل الابرار کے کتاب الرضاع کی ہے۔ لکھا ہے۔

فلوننا بامراة فحملت فوضعت ثم ارضعت صبغیة فتحل  
هذه الصغیة للنزانی وقیل لا تحل وهو مختار الا حنفیة ثم  
لوننا بصغیة فصل تحل له امهام لا واختار اهل الحديث  
المحلیة واختار الا حنفیة الحرمة -

یعنی اگر کوئی آدمی کسی عورت سے زنا کرے پھر وہ عورت حاملہ ہو گئی اور اس کو پیدائش ہوئی پھر اس عورت نے کسی چھوٹی بچی کو دودھ پلا دیا تو یہ چھوٹی بچی اس زانی کے لئے حلال ہو گئی، (یعنی وہ اس کو اپنی بیوی بنا سکتا ہے) اور کہا گیا ہے کہ وہ بچی زانی کے لئے حلال نہ ہوگی یہی احناف کا مختار مذہب ہے

پھر اگر اس نے زنا کیا کسی دوسری چھوٹی بچی سے تو کیا اس کی ماں زانی کے لئے  
 حلال ہوگی یا نہیں؟ تو الحمد للہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ وہ زانی کے لئے حلال ہوگی  
 اور احناف کا مختار مذہب یہ ہے کہ مرنیہ کی ماں زانی کیلئے حلال نہ ہوگی۔  
 اب شیخ کلو حفظہ اللہ نے الحمد للہ کے مختار مذہب کی جو کتاب و سنت سے  
 دلیل مانگی تو شیخ جن حفظہ اللہ کا پارہ گرم ہو گیا۔

اباجی، یہ زنا کا عمل اہل حدیث مذہب میں اتنا غیر موثر کیوں ہے، زانی اور  
 غیر زانی میں کوئی فرق ہی نہیں۔  
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

## ضروری اعلان

زمزم کے ذریعہ بار بار ان حضرات سے گزارش کی جا چکی ہے، جن کے  
 ذمہ زمزم کا بقایہ کئی سال کا باقی ہے کہ وہ اپنا بقایہ ادارہ کو بھیج دیں۔  
 بہت سے لوگوں نے ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی ہے۔ بذریعہ مجبور  
 ان تمام لوگوں کے نام زمزم کا بھیجا جانا بند کیا جا رہا ہے جن کی رقمیں دو سال  
 یا زیادہ کی باقی ہیں۔



حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری کی تصانیف

مسائل غیر مقلدین

غیر مقلدین کی ڈائری

آئینہ غیر مقلدیت

ارمغان حق ۲ جلدیں

غیر مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ

سبیل الرسول پر ایک نظر

کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ

مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں

حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد قبول

صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

صلوۃ الرسول ہر ایک نظر

کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

صور تنطق (عربی)

وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام (عربی)

وقفہ مع لا مذہبیہ

هل الشيخ ابن تیمیة من اهل السنة والجماعة؟

(صوت الاسلام عربی) سہ ماہی رسالہ

(زم زم اردو ۲ ماہی رسالہ)

اشاکٹ: ربانی بک ڈپو دہلی۔

فون:- 9811504821, 9873875484

mdajmalansari52@gmail.com